اے میری بہن!

خواتین کی شخصیت کو عیب دار کرنے والی عادات و صفات سے نجات کیسے؟

تالیف
مجدی فتحی السید
پروفیسر عبدالرحمن ناصر

اے میری بہن!
خواتین کی شخصیت کو عیب دار کرنے والی عادات وصفات سے نجات کیسے؟
تالیف
مجدی فتحی السید
پروفیسر عبدالرحمٰن ناصر
دارالسلام
DARUSSALAM

مضامین

عرضِ ناشر

جناب مجدی فتحی سید دینی علوم کے فاضل اجل اور عالم عرب کے نامور دانشور ہیں۔ وہ اپنی علمی وسعتوں اور گہری بصیرت کی بنا پر فرماتے ہیں کہ اگر ہماری محترم خواتین صحیح سوچ اور اعمالِ صالحہ سے آراستہ ہو جائیں تو ہماری نئی نسل اسلامی اخلاق کی نمونہ و نمائندہ بنے گی، ہمارے آس پاس ہر طرف اسلامی تہذیب کے چراغ روشن ہوں گے اور اس طرح امتِ مسلمہ کی ترقی اور فلاح کی راہ خود بخود ہموار ہوتی چلی جائے گی۔ موصوف نے قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں ایک عظیم الشان کتاب ''خیر النساء'' لکھی۔ اس میں انھوں نے وہ تمام اوصافِ جمیلہ اُجاگر کر دیے جنھیں اپنا کر ہر عورت ایک معتبر اور محترم خاتون بن سکتی ہے۔ اس کتاب کی افادیت کی پیش نظر دارالسلام نے اسے ''مثالی خاتون'' کے عنوان سے اُردو کے پیرائے میں شائع کر دیا۔ الحمد للہ! اسے بڑا قبولِ عامہ نصیب ہوا۔ اللہ کرے اسے پڑھنے والی مستورات میں عمل کی رفتار بھی خاطر خواہ بڑھتی رہے۔

تُعرف الأشياء بأضدادها اب اُس کتاب کا دوسرا رُخ ''عیوب النساء'' کے عنوان سے منظر عام پر آیا ہے۔ خواتین کی فلاح کے لیے یہ جناب مجدی فتحی سید کی دوسری کتاب ہے۔ جن محترم خواتین نے ''مثالی خاتون'' پڑھی ہے اب انھیں اس

کتاب کا مطالعہ بھی کرنا چاہیے۔ پہلی کتاب نقشِ اول تھی تو یہ کتاب نقشِ ثانی ہے جو ہر طبقے کی عورتوں کے لیے چراغ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں موصوف نے سیرت کی وہ خامیاں اور کمزوریاں عیاں کی ہیں جن میں خواتین کی بہت بڑی تعداد نہ صرف مبتلا ہے بلکہ ان کے اذیت ناک نتائج بھی بھگت رہی ہے۔ محترم ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی بھلائی اور خیر خواہی کے پیش نظر دارالسلام اسے بھی ''اے میری بہن!'' کے زیر عنوان خاص اہتمام سے شائع کر رہا ہے۔ ادارے کے قابل سکالر پروفیسر حافظ عبدالرحمٰن ناصر نے اس کا اردو میں بڑا آسان اور بامحاورہ ترجمہ کیا ہے۔ لیکن یہ کتاب محض ترجمہ نہیں ہے۔ یہ ترجمے سے آگے کی چیز ہے۔ پروفیسر عبدالرحمٰن ناصر نے جناب فتحی سید کی کتاب پیش نظر رکھی، قلم اُٹھایا اور ترجمانی شروع کر دی۔ اس دوران جگہ جگہ ایسے موڑ اور مراحل آئے جہاں پروفیسر موصوف نے کچھ تشنگی، کچھ خلا اور کہیں کہیں مطلوبہ مطالب و مفاہیم کی کمی محسوس کی یہ خلا پروفیسر صاحب نے اپنے علم اور قلم سے پُر کر دیے۔ اس طرح موصوف نے اس کتاب کو اپنے لیے پُر لطف اور خواتین کے لیے روشنی اور رہبری کا سفیر بنا دیا۔ اب یہ کتاب ایک عرب اور ایک پاکستانی سکالر کے علمی، دینی اور فکری سرمائے کا مشترکہ آئینہ ہے۔ اس میں ہر خاتون اپنے فکر اور عمل کے خدوخال دیکھ سکتی ہے اور اپنی اصلاح کا بخوبی اہتمام کر سکتی ہے۔

محترم مصنف کا اسلوب تحریر داعیانہ اور نہایت دردمندانہ ہے۔ انھوں نے بتایا ہے کہ بے شمار عورتیں نماز سے غافل ہیں۔ اوہام، خرافات اور بدعات میں مبتلا ہیں۔ قبروں کی خاک چاٹتی ہیں۔ تعویذ گنڈے کرتی ہیں۔ نجومیوں پر یقین رکھتی ہیں۔ بھوت پریت کی قائل ہیں۔ کالی بلی راستہ کاٹ جائے تو اسے کسی حادثے کا پیش خیمہ

سمجھتی ہیں۔ ہر مہینے کی گیارہویں تاریخ کو کھیر کھلانے کا اہتمام کرتی ہیں۔ بہت سی خواتین ٹیلی ویژن کی دلدادہ ہیں۔ لچر فلمیں دیکھتی ہیں۔ بے ہودہ ڈراموں سے محظوظ ہوتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ حجاب اور نقاب اُٹھ گیا ہے۔ فحاشی کے راستے کھل گئے ہیں۔ خانگی، سماجی اور مجلسی زندگی کی حالت ابتر ہوگئی ہے۔

بہت سی خواتین اللہ تعالیٰ کی حُسن افروزیوں کا شکر ادا نہیں کرتیں۔ وہ اپنی خوبصورتی پر اتراتی ہیں۔ نت نئے فیشن کے لباس، تراش خراش، دلآویز زیور اور سرخی پوڈر کی سرگرمیوں میں ڈوبی رہتی ہیں۔ یوں ان کا وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور پیسہ بھی برباد ہوتا ہے۔ ان اسقام کے ساتھ ساتھ کتاب میں تو ہم پرستی، شرک، حسد، بغض، کینہ، کدورت، غیبت، منافقت، رقابت، غرور و تمکنت، فضول خرچی، دروغ گوئی، حرص و ہوس جیسی برائیوں سمیت اخلاقی افلاس کی پوری طرح وضاحت کی گئی ہے۔ ان برائیوں کے ہولناک نتائج سے خبردار کیا گیا ہے۔ اور قرآن و سنت کی روشنی میں ان سے چھٹکارے کے بہت آسان طریقے اور تعلیمات درج کی گئی ہیں۔

کتاب کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ کامیابی کی راہ ہمیشہ ایک ہی رہی ہے اور وہ ایمان اور اعمالِ صالحہ کی راہ ہے۔ ہماری محترم خواتین کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ ہمیشہ سچ بولنا چاہیے۔ پردے کی مکمل پابندی کرنی چاہیے۔ حیا اور وفا، ہمدردی اور غمگساری کے سبق سیکھنے چاہئیں۔ غریب، ناتوان اور بے سہارا عورتوں کی مدد کرنی چاہیے۔ جو خاتون ان خوبیوں کے سانچے میں ڈھلنے کی کوشش کرے گی وہ ہمیشہ خوش اور فائز المرام رہے گی ...... اسی لیے یہ کتاب ہر خاتون کو پوری توجہ سے پڑھنی چاہیے۔

یہ کتاب مدیر دارالسلام لاہور عزیزی حافظ عبدالعظیم اسد کی فعال نگرانی میں پایۂ تکمیل کو پہنچی ہے۔ اس کی تیاری میں شعبۂ فقہ و متفرقات کے انچارج حافظ محمد ندیم، مولانا عبدالولی خان، مولانا مشتاق احمد، مولانا غلام مرتضیٰ، احمد کامران، زاہد سلیم چودھری اور کارکنانِ کمپوزنگ سیکشن کا مخلصانہ تعاون بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو اچھے سے اچھا کام کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ لیل و نہار تک زندہ اور تابندہ رکھے!

خادم کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

مینجنگ ڈائریکٹر دارالسلام الریاض لاہور

جولائی 2009ء

مقدمہ

«إن الحمد للّٰہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نعوذ باللّٰہ من شرور أنفسنا و من سیئات أعمالنا......»

”بے شک تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں، اس سے مدد طلب کرتے ہیں، اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور اپنے نفوس کے شرور اور اپنی بداعمالیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت سے سرفراز کر دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہی پر برقرار رکھے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ۔ اور بے شک محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝﴾

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا جو حق ہے اسی طرح ڈرو اور تمھیں حالتِ اسلام ہی میں موت آنی چاہیے۔“ [1]

1 آل عمران 102:3.

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝﴾

"اے لوگو! اپنے اس پروردگار سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور پھر ان دونوں سے بہت زیادہ مردوں اور عورتوں کو پھیلایا۔ اور ڈرو اللہ تبارک وتعالیٰ سے جس کے ساتھ تم آپس میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔ اور قرابت داری کا خیال رکھو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔"[1]

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝﴾

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو، اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال درست کر دے گا اور تمھاری لغزشیں معاف فرما دے گا۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرتا ہے تو بلاشبہ اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔"[2]

اما بعد! بے شک سب سے زیادہ سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین رہنمائی ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی رہنمائی ہے۔ سب سے بُرے امور نت نئے کام ہیں۔ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔"

1 النسآء 1:4۔ 2 الأحزاب 71,70:33۔

اما بعد!

یہ کتاب مسلمان خواتین کے لیے ایک مخلصانہ نصیحت ہے۔ اور نصیحت صاحبِ ایمان خواتین کو فائدہ دیتی ہے۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت سے غافل رہنے والی ہر عورت کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے والی پکار ہے۔

میں عرش عظیم کے مالک اور عظمت والے اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ میرے اس عمل سے مشرق و مغرب کی تمام خواتین کو فائدہ پہنچائے، اس کی وجہ سے میرے درجات بلند فرمائے، میری نیکیوں میں اضافہ فرمائے، میری خطاؤں اور گناہوں کو معاف فرمائے، میری لغزشوں سے درگزر فرمائے اور مجھے اس زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی فائدہ پہنچائے۔

میری محترم مسلمان بہن! اس دور کے فتنوں میں سے ایک فتنہ یہ ہے کہ بعض بدنیت لوگ تجھے تیری چادر اور چار دیواری سے نکالنے کے درپے ہیں۔ وہ تجھے بازار کی زینت اور شمع محفل بنانا چاہتے ہیں۔ اور اس مہلک مقصد کے لیے تجھے طرح طرح کے سبز باغ دکھائے جاتے ہیں اور مختلف قسم کے پُر فریب نعرے لگائے جاتے ہیں۔

اس گھٹیا مقصد کے حصول کے لیے موجودہ دور میں مساوات مرد و زن کا بڑا غلغلہ ہے۔ مسلم خواتین کو اسلام کے بارے میں یہ کہہ کر بدظن کیا جاتا ہے کہ اسلام عورتوں اور مردوں کو مساوی حقوق نہیں دیتا۔ بعض این جی اوز اور ان کی سرکردہ اخلاق باختہ خواتین اس نام نہاد مساوات کے حصول کے لیے کوشاں ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے اس چندروزہ فنا پذیر دنیا میں بھی مرد و زن کو مساوی حقوق اور مراعات دی

ہیں جن کا یہ اخلاق باختہ خواتین اپنی کج فہمی کی بنا پر ادراک نہیں کرسکتیں۔ اسلام نے آخرت کی لامحدود زندگی میں بھی مرد و زن کے لیے مساوی انعامات رکھے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ز وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ○ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ○﴾

''اے میری قوم! یہ دنیاوی زندگی تو بس (تھوڑا سا) فائدہ اٹھانا ہے اور بے شک آخرت ہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ جس نے کوئی برائی کی تو اسے بس اس کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا اور جس نے کوئی نیک کام کیا تو وہ مرد ہو یا عورت، جبکہ وہ مومن ہو، تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے، وہاں انھیں بے حساب رزق دیا جائے گا۔''[1]

نیز فرمایا:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○﴾

''جس نے نیک عمل کیے، مرد ہو یا عورت، جبکہ وہ مومن ہو تو ہم ضرور اسے پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور ہم انھیں ضرور ان کا اجر وثواب اس سے بہتر دیں گے جو وہ عمل کرتے تھے۔''[2]

1 المؤمن 40:39، 40. 2 النحل 16:97.

میری مکرم مسلمان بہن! ان آیات میں دنیا و آخرت دونوں میں مرد و زن کے مابین مساوات کا بڑا واضح تذکرہ موجود ہے۔ حقوق نسواں کے علمبردار متجددین اور اخلاق باختہ خواتین تیری فانی دنیاوی زندگی میں تو نام نہاد مساوات کے لیے کوشاں ہیں جبکہ یہاں کی کامیابی بھی عارضی اور مٹ جانے والی چیز ہے لیکن وہ تیری اس زندگی کے بنانے سے یکسر بے فکر ہیں جو تیری آخرت کی لا فانی زندگی ہے۔ وہ تجھے موجودہ عارضی زندگی میں الجھا کر تجھے تیری آخرت سے بھلانا چاہتی ہیں۔ یقیناً اس دنیاوی زندگی کے مقابلے میں تیری آخرت کی زندگی لامحدود ہے اور اس میں کامیاب ہونا ہی حقیقی کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○﴾

''پھر جسے آگ سے دور رکھا گیا اور جنت میں داخل کردیا گیا تو وہ یقیناً کامیاب ہوگیا اور دنیا کی زندگی دھوکے ہی کا سامان تو ہے۔''[1]

محترم مسلمان بہن! اللہ تعالیٰ نے آخرت میں ہمارے لیے جو مساوی انعامات رکھے ہیں، لازم ہے کہ ہم ان کے حصول کی کوشش کریں اور دنیاوی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے مردو زن کو جو مساوی حقوق دیے ہیں ان کا ادراک نہ ہونے کے باوجود اُنھی پر اکتفا کریں اور اپنے اپنے فرائض خوش اسلوبی سے ادا کریں۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تیری خیر خواہی کی دعوے دار خواتین آخرت چھوڑ کر دنیا کو لیے بیٹھی ہیں اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان فراموش کردیا ہے کہ عورتوں کی اکثریت جہنم میں جائے گی

1 آل عمران 185:3.

اور بہت کم خواتین جنت میں جائیں گی۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک گھاٹی میں تھے، اچانک آپ ﷺ نے فرمایا:

«اُنْظُرُوا، هَلْ تَرَوْنَ شَيْئًا؟» فَقُلْنَا: نَرٰى غِرْبَانًا فِيهَا غُرَابٌ أَعْصَمُ: أَحْمَرُ الْمِنْقَارِ وَالرِّجْلَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَنْ كَانَ مِنْهُنَّ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فِي الْغِرْبَانِ»

''دیکھو کیا تمھیں کوئی چیز دکھائی دے رہی ہے؟'' ہم نے عرض کیا کہ ہمیں کوے دکھائی دے رہے ہیں جن میں سرخ چونچ اور سرخ پاؤں والا کوا بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان کووں میں موجود اس (سرخ چونچ اور سرخ پاؤں والے) کوے کا جو تناسب ہے، اس تناسب سے زیادہ عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی۔''[1]

یعنی جس طرح سرخ چونچ اور سرخ پاؤں والے کوے نہایت قلیل تعداد میں شاذ ونادر ہی پائے جاتے ہیں، اسی طرح خواتین بھی نہایت قلیل تعداد میں جنت میں جائیں گی۔ ایک دوسری حدیث میں نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

«اِطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ»

''میں نے جہنم میں نگاہ ڈالی تو وہاں اکثریت عورتوں کی تھی۔''[2]

اے محترم مسلمان بہن! دنیا میں عورتوں کو مردوں سے زیادہ یا ان کے برابر حقوق، فوائد یا انعامات مل جائیں تو یہ زیادہ بہتر ہے یا یہ کہ انھیں جنت میں داخلہ مل جائے، چاہے دنیا انھیں ملے یا نہ ملے۔

---

1 مسند أحمد: 197/4، و المستدرك للحاكم: 602/4. 2 صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ماجاء في صفة الجنة و أنها مخلوقة، حديث: 3241.

میری مسلمان بہن! تجھے غور کرنا چاہیے کہ تیری طرف سے قانونِ فطرت کی یہ مخالفت تجھے جہنم کی طرف تو نہیں لے جارہی؟ اور تو دنیا کے حقیر اور عارضی مفاد کی خاطر آخرت کی دائمی جنت سے تو محروم نہیں ہو رہی؟ مزید برآں تجھے اچھی طرح دیکھنا چاہیے کہ تجھ میں وہ کون کون سی بد خصلتیں ہیں جن کی بنا پر عورتوں کی اکثریت جہنم کی مستحق ہے۔ میری مکرم بہن! اگر تیرے اندر ان بری عادات میں سے کچھ بھی خصلتیں پائی جاتی ہیں تو تجھے ان سے فوراً چھٹکارا پانا چاہیے۔

نبیٔ اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ عورتوں کو خبردار فرمایا اور ان کے بکثرت جہنم میں جانے کا سبب واضح کرتے ہوئے فرمایا:

«يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ! تَصَدَّقْنَ، فَإِنِّي أُرِيتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ، فَقُلْنَ: وَبِمَ يَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، مَا رَأَيْتُ مِنْ نَّاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِينٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ»

''اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کرو کیونکہ میں نے اہل جہنم میں تمھاری اکثریت دیکھی ہے۔ عورتوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کثرت کا سبب کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم بکثرت لعنت ملامت کرتی ہو اور خاوند کی نافرمانی کرتی ہو۔ میں نے (تم جیسی) کم عقل اور دین کم رکھنے والیوں سے بڑھ کر عقل مند اور دور اندیش آدمی کی عقل لے جانے والا کسی کو نہیں پایا۔'' [1]

1 صحيح البخاري، الحيض، باب ترك الحائض الصوم، حديث: 304، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان نقصان الإيمان بنقص الطاعات، حديث: 79.

اس حدیث میں نبیٔ اکرم ﷺ نے خواتین کے چند عیوب بیان فرمائے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان نقائص کے بدترین نتائج سے بچنے کا یہ طریقہ بھی بیان فرمایا کہ کثرت سے استغفار[1] اور صدقہ کیا جائے اور نیکی کے دیگر کام کیے جائیں۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس حدیث کے منجملہ احکام میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں صدقہ، نیک اعمال کرنے، کثرت سے استغفار کرنے اور دیگر تمام امورِ اطاعت پر عمل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔[2]

اے میری محترم بہن! ہم میں سے ہر ایک گناہوں، عیوب، جرائم اور خطاؤں میں مبتلا ہے۔ تو کیا ہمیں یہ چیز زیب دیتی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں؟ اور اللہ کی شانِ مغفرت سے ناامید ہو کر بیٹھ جائیں؟

نہیں! نہیں! ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! ہمارا مقدس پروردگار، ہمارا مولا، ہمارا آقا تو ہمیں معاف فرمانے اور بخشنے کے لیے اپنی مغفرت اور بخشش کے خزانے ہر آن کھولے ہوئے ہے، جیسا کہ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

«يَاابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَاكَانَ فِيكَ وَلَا أُبَالِي، يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْبَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ وَلَا أُبَالِي، يَا ابْنَ آدَمَ ! إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا، ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً»

1 استغفار کے الفاظ صحیح مسلم میں موجود ہیں۔ 2 شرح صحیح مسلم:1/176.

''اے ابنِ آدم! بے شک جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے پُر امید رہے گا، میں تیرے اندر پائی جانے والی تمام برائیوں کے باوجود تجھے معاف کرتا چلا جاؤں گا اور مجھے کوئی پروانہ ہوگی۔

اے ابنِ آدم! اگر تیرے گناہ آسمانوں کی بلندیوں تک بھی پہنچ جائیں، پھر بھی تو مجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے تو میں تجھے بخش دوں گا اور مجھے ہرگز کوئی پروانہ ہوگی۔

اے ابنِ آدم! اگر تو زمین بھر گناہوں کے ڈھیر لے کر بھی میرے پاس آئے، اور مجھ سے اس حالت میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں بھی تجھے زمین بھر مغفرت کے ساتھ ملوں گا۔''[1]

میری محترم مسلمان بہن!

سچی توبہ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑ گڑانے، رونے اور اظہارِ ندامت کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ ہم کن گناہوں پر رو رہے ہیں۔

استغفار سے پہلے ہمیں یہ غور و فکر کرنا چاہیے کہ ہم کس قصور اور کن گناہوں کی معافی مانگ رہے ہیں۔

میری مکرم مسلمان بہنو! توبہ سے پہلے آپ کو اپنے عیوب سے آگاہی ضرور ہونی چاہیے۔

آپ کے عیوب کون کون سے ہیں؟ وہ کون سی غلطیاں اور خطائیں ہیں جن کا

---

1 جامع الترمذي، الدعوات، باب الحديث القدسي: «يا ابن آدم!......»، حديث: 3540، ومسند أحمد: 172/5.

آپ ارتکاب کرتی ہیں؟ آپ کی کوتاہی کیا ہے؟ اور آپ کی کوتاہی کس اعتبار سے ہے؟ ان عیوب سے دوری اور ان خطاؤں کی تلافی کس طرح ممکن ہے؟

ایسے بہت سے سوالوں کے جواب اور وضاحت کے لیے اس کتاب کے صفحات آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ یہ کتاب درحقیقت ''خواتین کے عیوب'' کی نشاندہی کا آئینہ ہے۔ اس آئینے میں ایک مسلمان خاتون اپنے عیوب، کوتاہیوں، لغزشوں اور گناہوں کو پہچان سکتی ہے، ان سے خلاصی حاصل کرنے کے لیے عمل کر سکتی ہے اور اس دن کے آنے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور اس کا خوف اپنے اندر پیدا کر سکتی ہے جس دن وہ حسرت اور ندامت کے ساتھ اپنی انگلیاں کاٹے گی۔

بعض مسلمان عورتیں پوچھتی ہیں: بھلا ہمارا عیوب اور گناہوں سے کیا تعلق؟

کیا ہم نیکی اور بھلائی کے کام نہیں کرتیں؟

ایسی واجب الاحترام خواتین سے میری گزارش ہے کہ بلاشبہ بشری تقاضے کی بنا پر ہم سے بسا اوقات ایسی خطائیں اور کوتاہیاں سرزد ہوجاتی ہیں جو اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں اوران کے ارتکاب پر جہنم کی وعید ہے۔ ہمارا دینِ حنیف جہاں اعلیٰ اخلاق، آداب اور اطوار کی تعلیم دیتا ہے تاکہ ہم نیکی اور حُسنِ اخلاق کے حامل بنیں، وہاں وہ ہمیں بُری باتوں اور مخرب اخلاق رویوں سے بھی روکتا ہے تاکہ ہم ان کا ارتکاب نہ کریں۔

وہ عیوب اور نقائص جن میں ہم مبتلا ہوتے ہیں اور وہ گناہ جن کا ہم کثرت سے ارتکاب کرتے ہیں، دنیا میں آدمی کو ذلیل اورانتہائی مذموم بنا دیتے ہیں۔ گناہوں کے مرتکب پر سب سے بڑھ کر اس ذاتِ عالی کا غضب نازل ہوتا ہے جو آسمانوں میں

ہے۔ یوں گناہوں کی زندگی بسر کرنے والا فرد آخرت میں بھی نہایت حقیر اور دائمی عذاب کا اسیر بن جاتا ہے۔ پس تمام مسلمان خواتین کو چاہیے کہ وہ نیکی کے امور جاننے اور مذموم عادات اور بُری باتوں سے بچنے کے لیے اسلامی تعلیمات سے بخوبی آگہی معلومات حاصل کریں تاکہ وہ ان کے ارتکاب سے بچ سکیں، جیسا کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُّدْرِكَنِي.

’’لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر و بھلائی کے متعلق سوال کیا کرتے تھے اور میں آپ سے شر کے بارے میں پوچھا کرتا تھا، اس ڈر سے کہ کہیں شر مجھے اپنی لپیٹ میں نہ لے لے۔‘‘[1]

محترم بہنو! آخر میں یہ بات بھی گوش گزار کرتا چلوں کہ ہمارے رہبر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بڑی نافع اور جامع تعلیمات سے نوازا ہے۔ آپ ﷺ نے بڑی وضاحت سے بتایا ہے کہ بہترین صفات کی مثالی خواتین کون ہیں اور بُری خصلتوں کی جہنمی عورتیں کون ہیں۔ یہ بات مندرجہ ذیل حدیثِ نبوی سے بخوبی معلوم ہوتی ہے۔ فرمایا:

«خَيْرُ نِسَائِكُمْ: اَلْوَدُودُ الْوَلُودُ، اَلْمُوَاتِيَةُ، اَلْمُوَاسِيَةُ، إِذَا اتَّقَيْنَ اللّٰهَ، وَشَرُّ نِسَائِكُمْ: اَلْمُتَبَرِّجَاتُ، اَلْمُتَخَيِّلَاتُ، وَهُنَّ الْمُنَافِقَاتُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْهُنَّ إِلَّا مِثْلُ الْغُرَابِ الْأَعْصَمِ»

’’تمھاری بہترین خواتین (وہ ہیں جو) اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے ساتھ ساتھ

[1] صحيح البخاري، الفتن، باب كيف الأمر إذا لم تكن جماعة، حديث: 7084.

زیادہ محبت کرنے والی، زیادہ بچے پیدا کرنے والی، موافقت کرنے والی اور ہمدرد و غم خوار ہیں۔ تمھاری بدترین خواتین بے پردہ اور غرور و تکبر کرنے والی خواتین ہیں اور یہ منافق عورتیں ہیں۔ خواتین میں سے سرخ چونچ اور سرخ پاؤں والے کوّے کے برابر عورتیں ہی جنت میں داخل ہوں گی۔''[1]

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بدترین خواتین کے خصائلِ بد سے کیوں خبردار فرمایا؟ بلاشبہ نبیٔ اکرم ﷺ کے اس فرمانِ عالی شان کا مقصد یہ ہے کہ غافل خاتون غفلت کی زندگی ترک کردے، خوابِ غفلت میں سوئی ہوئی خاتون بیدار ہو جائے، گم راہ آوارہ عورت توبہ کرے اور اپنے دین کو مضبوطی سے تھام لے۔ نافرمان خاتون اپنے گناہ پر روئے۔ اس کے ساتھ ساتھ نیک خاتون اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کا ادراک و احساس کرے تاکہ وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرے اور اس سے مزید نیکیوں کے سلسلۂ جاریہ کی توفیق طلب کرے۔

آہ میری عزیز دینی بہن!

کیا تو خطاکار نہیں؟ بتا تیرے بہنے والے آنسو کہاں کھو گئے؟

کیا تو صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کی مرتکب نہیں؟ تو پھر صاحبِ عظمت و جلال اور جبار و قہار اللہ کا خوف کہاں ہے؟

کیا تو نے ماضی میں گناہ نہیں کیے؟ تو خود ہی بتا کہ تو آخرت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دے گی؟

---

1 السنن الکبرٰی للبیھقي: 82/7. اسے شیخ البانی رحمہ اللہ نے السلسلۃ الصحیحۃ: 464/4، حدیث: 1849 میں ذکر کیا ہے۔

آہ! میری دینی بہن! تو کیسے اپنے گناہوں کو بھول جاتی ہے؟ جبکہ تیرے نامۂ اعمال نے تیرا ہر چھوٹا بڑا عمل اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے؟

کیا تو ''ہاویہ'' کو برداشت کر لے گی؟ اے بے خبر بہن! تجھے کیا معلوم وہ ہاویہ کیا ہے؟ وہ انتہائی لرزہ خیز بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

میری بہن! تو نے اپنی پہچان کہاں کھو دی؟ تو نے اپنی تاریخ کے صفحات کہاں گُم کر دیے؟ تو نے اپنی حقیقت کیوں بھلا دی؟ تو کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتی؟ اس کتاب کی تمام گزارشات تیرے دل پر دستک دینے کے لیے ہیں۔ تو غور و فکر کیوں نہیں کرتی؟ تو اکیلی اس دنیا میں آئی ہے، عنقریب اکیلی ہی قبر میں اُتر جائے گی، پھر قیامت کے دن اپنی قبر سے برآمد ہو گی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اکیلی کھڑی ہو گی۔

پس اے میری عزیز دینی بہن! میری سُن! غفلت کا ٹیلا توڑ دے، بے پروائی کے رویے ترک کر دے، مغربی تہذیب کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھ، قرآن وسنت کی روشنی میں آ جا، اس کتاب کا بڑی توجہ سے اچھی طرح مطالعہ کر، نیکی اور بدی کی پہچان میں جلدی کر اور پھر ان عیوب سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کر تا کہ تیری عاقبت سنور جائے!

مسلمان بہن! یہ چند معروف اور عظیم لوگوں کے اقوال ہیں۔ یہ عورتوں کی ان عادات کے بارے میں مطلع کرتے ہیں جو مردوں کی نظر میں عیب سمجھی جاتی ہیں تاکہ ان معیوب عادات سے دور رہنے کی حقیقی کوشش کرنے والی خاتون ان سے دور رہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ثَلَاثٌ مِّنَ الْفَوَاقِرِ: جَارُ مَقَامَةٍ، إِنْ رَّأٰى حَسَنَةً سَتَرَهَا، وَإِنْ رَّأٰى سَيِّئَةً أَذَاعَهَا، وَامْرَأَةٌ، إِنْ دَخَلْتَ لَسَنَتْكَ، وَإِنْ غِبْتَ عَنْهَا لَمْ تَأْمَنْهَا، وَسُلْطَانٌ، إِنْ أَحْسَنْتَ لَمْ يَحْمَدْكَ، وَإِنْ أَسَأْتَ قَتَلَكَ»

”تین چیزیں مصائب میں سے ہیں: جائے سکونت کا ایسا ہمسایہ جو نیکی دیکھے تو اسے چھپائے اور اگر کوئی برائی دیکھے تو اسے لوگوں میں نشر کر دے۔ ایسی عورت کہ جب تو اس کے پاس جائے تو تیرے ساتھ بدگوئی کرے اور جب تو اس کے پاس موجود نہ ہو تو تُو اس کی طرف سے بے خوف اور پرامن نہ ہو۔ اور ایسا حکمران کہ جب تو اس کے ساتھ نیکی کرے تو وہ تیری تعریف نہ کرے

اور جب تو کوئی برائی کرے تو تجھے قتل کر دے۔"[1]

اوفیٰ بن دلہم کہتے ہیں: خواتین چار قسم کی ہوتی ہیں: بعض انتہائی بخیل اور کنجوس ہوتی ہیں۔ ان کے پاس جو چیز بھی ہو اسے جمع کر لیتی ہیں۔ خاوند کو کچھ نہیں دیتیں۔

بعض خواتین ہر ایک کے پیچھے لگنے والی ہوتی ہیں۔ ایسی خواتین نقصان پہنچاتی ہیں۔ کوئی فائدہ نہیں پہنچاتیں۔

بعض خواتین انتشار و اختلاف پھیلانے کا باعث ہوتی ہیں۔ یہ خواتین تعلقات باہمی میں دراڑیں ڈالتی ہیں۔ انھیں ٹوٹے ہوئے رشتے جوڑنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ نہ وہ رُوٹھے ہوئے عزیزوں کو باہم ملا سکتی ہیں۔

بعض خواتین برسنے والی بارش کی مانند ہوتی ہیں جو کسی بھی علاقے یا شہر پر برستی ہے تو اسے سرسبز و شاداب کر دیتی ہے۔ یہ خواتین جہاں بھی جاتی ہیں وہاں خوشیاں اور فراخی لے آتی ہیں۔

بعض خواتین بے حیا، بدزبان یا کند ذہن اور بے وقوف ہوتی ہیں جو الٹی قمیص پہن لیتی ہیں، ایک آنکھ میں سرمہ لگاتی ہیں اور دوسری کو چھوڑ دیتی ہیں۔

اصمعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بنوعنبر قبیلے سے تعلق رکھنے والے ہمارے ایک استاد نے بتایا کہ کہا جاتا ہے کہ عورتیں تین قسم کی ہیں:

پہلی قسم کی خواتین روادار، باوقار، نرم خو، اطاعت شعار اور پاک دامن ہوتی ہیں۔ وہ گزر بسر میں اپنے گھر والوں کی اعانت کرتی ہیں۔ گھر اجاڑنے اور کھانے پینے میں نہیں لگی رہتیں۔

---

1 عيون الأخبار لابن قتيبة: 5/4.

دوسری وہ خواتین ہیں جو بچوں کے ایک برتن کی مانند ہیں، یعنی وہ بچے جننے اور انھیں سنبھالنے ہی میں مشغول رہتی ہیں۔

تیسری قسم کی خواتین وہ ہیں جو [غُلٌّ قَمِلٌ] ''جوؤں والے طوق'' کی مانند ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ جس کی گردن میں چاہتا ہے اسے ڈال دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اسے کھول دیتا ہے۔[1]

[غُلٌّ قَمِلٌ] ایک ضرب المثل ہے جو بد خلق عورت کے لیے بولی جاتی ہے۔ اس ضرب المثل کی حقیقت یہ ہے کہ عرب جب کسی آدمی کو قید کرتے تو اُس کے گلے میں بالوں والے چمڑے کا طوق ڈال دیتے یا اس کی اسے بیڑی لگا دیتے۔ چنانچہ جب یہ چمڑا خشک ہو جاتا تو قیدی کی گردن میں جوئیں پیدا ہو جاتیں۔ اس طرح قیدی پر بیک وقت دو مصیبتیں ٹوٹ پڑتی تھیں، یعنی طوق بھی اور جوئیں بھی۔ بعد میں یہ ضرب المثل متعدد مصائب کے شکار شخص کے لیے بولی جانے لگی۔

خواتین کے ماہر ایک بدو سے پوچھا گیا کہ بری خواتین کے خصائل بیان کرو تو اس نے کہا: سب سے بری عورت وہ ہے جو کمزور جسم والی، تھوڑے گوشت والی، دائمی مریض، کثرت حیض والی، متعدد بیماریوں میں مبتلا، زرد رو، منحوس، دائمی تنگی اور مشقت میں رہنے والی، بدزبان، پھوہڑ، گندی بو والی، نفرت کرنے والی اور جلد چڑھائی کرنے والی ہو۔ اس کی زبان ایسی ہو جیسے نیزہ یا برچھا ہوتا ہے۔ کسی خوش گوار بات کے بغیر ہی ہنستی ہو، جھوٹ بولتی ہو، خاوند کو ہر وقت لڑائی کی دعوت دیتی ہو، بڑی نک چڑھی، متکبر اور نہایت گھٹیا ذہن کی مالک ہو۔[2]

---

1 عيون الأخبار: 5/4، والعقد الفريد لابن عبدربه: 120/6. 2 العقد الفريد: 120/6.

سلف میں سے کسی کا قول ہے: ہر ایسی خاتون سے بچو جو عادات و خصائل میں مردوں کے مشابہ ہو، احسان فراموش ہو، غیر معروف اور ناپسندیدہ ہو، جس کی ایڑی کے اوپر والا پٹھا سخت ہو، جس کی پنڈلی کی ہڈی واضح نظر آتی ہو، پھولی اور ابھری ہوئی رگوں والی ہو، جس کی گفتگو دھمکیوں اور وعید پر مشتمل ہو، اس کی آواز میں کرختگی ہو، جو نیکیوں کو دفن کرنے والی اور برائیوں کو پھیلانے والی ہو، جو اپنے خاوند کے خلاف اہل زمانہ کی اعانت کرے اور اہل زمانہ کے خلاف اپنے خاوند کی حمایت نہ کرے، جس کے دل میں اپنے خاوند کے لیے نرمی، محبت اور شفقت ہو، نہ اس پر خاوند کا رعب، دبدبہ اور خوف ہو۔ خاوند اس کے پاس آئے تو وہ باہر نکل جائے اور جب خاوند باہر نکلے تو وہ اندر داخل ہو جائے۔ خاوند ہنسے تو رونے لگے اور جب خاوند روئے تو ہنسنے لگے، جو سرخی مائل سیاہ ہو، احمق اور پھوہڑ ہو، بہت زیادہ چلّانے والی اور خاوند اور بچوں کا بہت کم خیال اور نگہداشت کرنے والی ہو، بہت زیادہ کھاتی ہو اور مذمت میں بڑی زبان درازی کرتی ہو۔

بلند آواز، نہایت غصیلی، بدزبان، کم ظرف اور کمینی ہو، جس کی آگ کبھی ٹھنڈی ہی نہ ہو۔ اس کے طوفانی گولے کبھی تھمتے ہی نہ ہوں، جو ناتواں، کمزور اور بخیل ہو، اپنے پردے کی خود بے حرمتی کرنے والی ہو، اپنا نقاب یا اوڑھنی وغیرہ پھاڑ ڈالنے والی ہو، جس کے بچے کمزور اور نحیف ہوں اور اس کا گھر گوبر آلود ہو جس میں ہر سو گندگی پھیلی ہوئی ہو۔

جب وہ باتیں کرے تو انگلیاں نچا نچا کر اشارے کرے، بھری محفلوں اور مجمعوں میں روئے، بے حجاب ہو کر باہر نکلے، اپنے دروازے پر کتوں کی طرح بھونکے۔

ظالم ہونے کے باوجود روئے، غائب ہونے کے باوجود گواہی دے، اس کی زبان

جھوٹ کے ذریعے سے دھوکہ دے اور اس کے آنسو فسق و فجور اور نافرمانی کے ساتھ بہتے ہوں۔[1]

معروف ادیب ابن عبد ربہ کہتے ہیں: بری عورت کے اوصاف میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ عورت ان سنی اور ان دیکھی باتوں سے بدگمانی کرنے والی ہوتی ہے۔ یہ ایسی عورت ہوتی ہے کہ جب غور سے کوئی بات سنتی یا دیکھتی ہے اور اسے صحیح طور پر کچھ دکھائی نہیں دیتا تو وہ اپنی طرف سے قیافہ لگا کر بدگمان ہو جاتی ہے۔

ایک بدو کہتا ہے: بلاشبہ ہمارے ہاں یہ حقیقت مشہور ہے کہ عورت ان سنی اور ان دیکھی باتوں سے بدگمان ہو جاتی ہے۔ ہر بات میں دخل دیتی ہے اور اس طرح بھنبھناتی ہے جیسے بلند پہاڑ کے ارد گرد ہوا چل رہی ہو۔ اگر وہ کوئی بات نہ بھی دیکھے تب بھی بدگمانی کر لیتی ہے۔[2]

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ احمق عورتوں سے نکاح کرنے سے بچو کیونکہ ان کی صحبت بھی تکلیف دہ ہے اور ان کے ساتھ نکاح بھی تکلیف دہ ہے۔[3]

علقمہ بن عبدہ کہتے ہیں: اگر تم مجھ سے عورتوں کے اوصاف و خصائل کے بارے میں پوچھو تو سُن لو کہ میں نہ صرف عورتوں کی بیماریوں کے بارے میں بصیرت رکھتا ہوں بلکہ ان کا علاج بھی جانتا ہوں۔ اگر آدمی کا سر سفید ہو جائے یا اس کا مال کم ہو جائے تو اس کے لیے ان کی محبت کا کوئی حصہ نہیں رہتا۔ وہ مال کی فراوانی چاہتی ہیں چاہے کہیں سے بھی مل جائے۔ عنفوان شباب اور جوانی کا جوبن ان کے ہاں نہایت پسندیدہ ہے۔[4]

---

1 العقد الفريد: 121,120/6. 2 العقد الفريد: 121/6. 3 بهجة المجالس لابن عبدالبر: 32/3.

4 بهجة المجالس لابن عبد البر: 51/3.

توہم پرستی، بدشگونی اور شرک

مسلم خواتین کا نہایت مہلک اور بدترین عیب توہم پرستی اور شرک و بدعت میں مبتلا ہونا ہے۔

خواتین کمزور عقیدے کی حامل اور ذہنی طور پر پسماندہ ہوتی ہیں، اس لیے وہ حالات سے بہت جلد دل برداشتہ ہو جاتی ہیں۔ اگر ان کی مرضی کے مطابق کوئی کام نہ ہو تو دل چھوڑ بیٹھتی ہیں اور درپیش معاملے کو عقل و شعور کی روشنی میں دیکھنے جانچنے اور پرکھنے کی بجائے مختلف قسم کے توہمات کا شکار ہو جاتی ہیں۔

اگر کسی خاتون کا خاوند اپنی ماں کی طرف مائل ہو اور اس کی خدمت گزاری اور اطاعت شعاری کے جذبے سے سرشار ہو تو بیوی سمجھتی ہے کہ ساس نے میرے شوہر پر کوئی جادو ٹونا کر دیا ہے۔ وہ اپنے گریبان میں جھانکنے اور یہ سوچنے کی زحمت کبھی گوارا نہیں کرتی کہ میں اپنے شوہر اور ساس سے کیسا برتاؤ کرتی ہوں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ میرا خاوند میرے رویے کی بنا پر مجھ سے بے رخی برت رہا ہے؟ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ خاوند ماں اور بیوی دونوں سے یکساں حُسنِ سلوک سے پیش آتا ہے مگر بیوی کو یہ معقول بات بھی گوارا نہیں ہوتی...... چنانچہ وہ اپنے خاوند کو ''سدھارنے'' اور اپنے تئیں راہِ راست پر لانے کے لیے مختلف آستانوں، درباروں، گدی نشینوں اور عاملوں

کا رخ کرتی ہے۔

اسی طرح اگر کسی خاتون کا بیٹا اپنی بیوی کا دھیان رکھتا ہے اور اس کی ضروریات بخوبی پوری کرتا ہے تو ماں طیش میں آ کر طرح طرح کے وسوسوں کا شکار ہو جاتی ہے اور اپنے بیٹے کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے جادو ٹونہ اور تعویذ گنڈے شروع کر دیتی ہے۔

بعض خواتین اس قدر توہم پرست ہوتی ہیں کہ اگر کوئی عورت خود اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر کہہ دے کہ فلاں دن فلاں واقعہ رونما ہوا تھا، لہٰذا اس دن کام نہ کرنا اور اگر تم نے کوئی کام کیا تو تم طرح طرح کی مشکلات اور مصیبتوں میں پھنس جاؤ گی، تو وہ نادان خاتون اس دن اپنا کام کاج چھوڑ دیتی ہے۔

بعض خواتین نے بعض مہینے اور کچھ دن مخصوص کر رکھے ہیں کہ فلاں دن یا مہینے میں فلاں کام نہیں کرنا یا فلاں دن اور فلاں مہینے میں فلاں کام کرنے سے امیدیں برآتی ہیں، مثلاً: ماہِ محرم کو شادیوں کی ممانعت کا مہینہ سمجھا جاتا ہے اور اس کے بارے میں یہ عقیدہ رواج پا گیا ہے کہ جو شخص اس مہینے میں شادی کرتا ہے، اس کی شادی کامیاب نہیں ہوتی یا ایسے شخص پر مصیبتیں نازل ہونے لگتی ہیں۔

اسی طرح ہر قمری مہینے کی گیارہ تاریخ کو شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ کی خوشنودی کے لیے کھیر وغیرہ پکا کر لوگوں میں تقسیم کی جاتی ہے اور اس سلسلے میں یہ وہم کارفرما ہے کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو بھینسیں دودھ نہیں دیتیں بلکہ انھیں خون آنا شروع ہو جاتا ہے یا گھر میں مختلف قسم کی مصیبتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک گیارہویں کا ختم نہ کرایا جائے۔

بعض خواتین کوے کے بولنے کو مہمانوں کی آمد کی اطلاع قرار دیتی ہی اور بعض خواتین کالی بلی کے راستہ کاٹ جانے کو بدفال سمجھتی ہیں۔

بعض خواتین لڑکی کی پیدائش کو نحوست خیال کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ جب سے یہ پیدا ہوئی ہے گھر سے برکت اٹھ گئی ہے۔ میں نے اس کی پیدائش کے بعد کبھی خوشی کا منہ نہیں دیکھا۔ اس کے پیدا ہونے کی وجہ سے اہل خانہ مختلف تنگیوں اور آزمائشوں میں مبتلا ہیں۔ بعض خواتین یہی نظریہ اپنی بہو کے بارے میں بھی رکھتی ہیں۔

میری بہن! یہ تمام امور سراسر توہمات اور لغویات ہیں۔ ان کا حقائق زندگی سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ یہ تمام امور خلاف شریعت بلکہ شرک کے زمرے میں آتے ہیں۔ ان میں سے بعض امور تو ایسے ہیں جن کے مشرکین مکہ بھی قائل تھے۔ ایسی باتوں اور دیگر شرکیات و کفریات کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انھیں ابدی جہنمی قرار دیا۔

میری بہن! ہوسکتا ہے کہ تو ان امور کو معمولی سمجھتی ہو اور انھیں دنیا و آخرت میں اپنی کامیابی کی ضمانت گردانتی ہو لیکن درحقیقت یہ تمام امور تیری دنیا و آخرت کے لیے انتہائی نقصان دہ اور تیری ناکامی کا سبب ہیں۔

میری بہن! تو چھوت چھات کی قائل ہے۔ تو خود بھی اس بات سے ڈرتی ہے اور دوسروں کو بھی ڈراتی ہے کہ کسی کوڑھی، خارش زدہ یا کسی اور متعدی بیماری میں مبتلا خاتون کے پاس نہ بیٹھو۔ تو حاملہ عورت کو مرگ والے گھر جانے سے منع کرتی ہے یا کسی خاتون کو کسی زچہ کے پاس جانے سے روکتی ہے۔ یہ سب ایسے امور ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا عَدْوٰی وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ»

''چھوت چھات، بدشگونی، الو (کے بولنے) اور ماہ صفر (کو منحوس سمجھنے) کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔''[1]

میری بہن! اس حدیث کو بار بار پڑھ اور غور کر کہ یہ فرمان کس ہستی کا ہے؟ آج تو ہر جاہل، کم عقل اور فضول بات کی اتباع کرنے والی خاتون کی بات پر اعتماد کرتی ہے، حالانکہ اس کی بات کی کوئی سند ہوتی ہے نہ حقیقت۔ ایسی خواتین خود بھی گمراہ ہیں اور تجھے بھی گمراہ کرتی ہیں۔ لیکن جس عظیم ہستی کا یہ فرمان ہے وہ وحی الٰہی کے ذریعے سے ان تمام اُمور کی حقیقت سے خوب واقف ہے۔ اسے معلوم ہے کہ چھوت چھات کس قدر موثر ہے اور بدشگونی کی حد کیا ہے۔

اس حدیث میں نبیٔ اکرم ﷺ نے جن توہمات کا تذکرہ فرمایا ہے ان میں سے پہلی چیز بیماری کے متعدی ہونے کا عقیدہ ہے۔ آپ ﷺ نے چھوت چھات کی بات سے صاف انکار کیا ہے اور ہمیں یہ نکتہ سمجھایا ہے کہ کسی کا بیماری میں مبتلا ہونا محض اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا ہے۔ بیماری بذات خود متعدی نہیں ہوتی۔

ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ جس گھر میں کوئی کسی متعدی بیماری، مثلاً: طاعون، کوڑھ وغیرہ میں مبتلا ہو تو اس کا سارا گھرانہ اس میں مبتلا نہیں ہوتا بلکہ کنبے کے اکثر افراد اس بیماری سے محفوظ ہوتے ہیں۔ اگر یہ بیماری بذات خود متعدی ہوتی تو کم از کم مریض گھرانے کے دیگر افراد کو تو ضرور مبتلائے آزمائش کرتی۔ لیکن ایسا نہیں

[1] صحيح البخاري، الطب، باب لا هامة، حديث: 5757، وصحيح مسلم، السلام، باب لا عدوٰى ولا طيرة......، حديث: 2220 .

ہوتا، بلکہ ہوتا یوں ہے کہ کوئی ہمسایہ یا گلی محلے میں دور کے گھر والا اس بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے تو شور مچ جاتا ہے کہ فلاں آدمی کی وجہ سے اسے یہ بیماری چمٹ گئی ہے، حالانکہ یہ شخص شاید اس کے پاس بیٹھا بھی نہ ہو۔ اسی لیے نبیٔ اکرم ﷺ ایسے بیمار کے ساتھ بیٹھ کر بھی کھا لیا کرتے تھے جس کے متعلق لوگ سمجھتے تھے کہ اسے کوئی متعدی مرض لاحق ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَخَذَ بِيَدِ مَجْذُومٍ فَوَضَعَهَا مَعَهُ فِي الْقَصْعَةِ وَقَالَ: «كُلْ [بِسْمِ اللّٰهِ] ثِقَةً بِاللّٰهِ وَتَوَكُّلًا عَلَيْهِ»

''رسول اللہ ﷺ نے کوڑھی کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے دستِ مبارک کے ساتھ کھانے کے پیالے میں ڈالا اور فرمایا: ''[بسم اللہ] پڑھو اور اللہ پر اعتماد اور بھروسا کر کے کھاؤ۔'' [1]

دوسری بات جس کا آپ ﷺ نے شدت سے انکار کیا ہے، وہ ہے بدشگونی لینا، کسی چیز، دن یا فرد کو منحوس سمجھنا۔

میری بہن! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو مفید بنایا ہے اور کسی چیز میں ہرگز کوئی نحوست نہیں رکھی۔ مختلف اشیاء کے منحوس ہونے یا ان سے بدشگونی لینے کا عقیدہ رکھنا مشرکین مکہ کا طرز عمل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں مختلف قسم کی بدشگونیاں لی جاتی تھیں جن میں سے دو کا تذکرہ آپ ﷺ نے گزشتہ حدیث میں کیا

[1] سنن أبي داود، الكهانة والطيرة، باب في الطيرة، حديث: 3925، والزيادة من جامع الترمذي، الأطعمة، رقم الباب: 19، حديث: 1817 .

ہے۔ ان میں سے ایک چیز الو کی آواز سے بدشگونی لینا اور دوسری چیز صفر کے مہینے کو منحوس سمجھنا ہے، حالانکہ ان دونوں کی مطلقاً کوئی حقیقت نہیں ہے۔

الو کو موجودہ دور میں بھی منحوس سمجھا جاتا ہے،لہٰذا اس عقیدے کی قائل خواتین کو چاہیے کہ وہ مشرکین مکہ کی تقلید سے باز رہیں اور جانوروں کو منحوس اور رحمتِ الٰہی سے دھتکارا ہوا قرار نہ دیں۔ اسی طرح کوے کی کائیں کائیں سے کوئی شگون لینا بھی ناجائز اور شرک ہے۔

دوسری چیز جس کی رسول اللہ ﷺ نے تردید فرمائی وہ ماہ صفر کو منحوس سمجھنا ہے۔ چونکہ عرب محرم میں جنگ و جدال کو حرام سمجھتے تھے، جیسا کہ ہماری شریعت مطہرہ کے مطابق بھی یہ حرام ہے، تو عموماً محرم گزرنے کے بعد ان کے ہاں لڑائی جھگڑوں اور جنگ و جدال میں شدت آ جاتی تھی، لیکن وہ اپنا قصور ماننے کی بجائے ماہ صفر کو منحوس قرار دیتے تھے کہ اس میں قتل و غارت اور خون ریزی کا بازار گرم ہو جاتا ہے، جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔

اسی طرح وہ بدھ کے دن کو بھی منحوس سمجھتے تھے اور ماہ شوال میں شادی کرنا بھی معیوب گردانتے تھے۔

آج ہماری خواتین بھی مشرکین مکہ کے طرز عمل پر چلتے ہوئے محرم میں شادی کو منحوس قرار دیتی ہیں اور یہ عقیدہ رکھتی ہیں کہ اگر کسی عورت کی شادی محرم میں ہو تو اس کا نباہ مشکل ہے یا اُسے اولاد کے مسائل لاحق ہو جاتے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس مہینے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تھی۔

میری بہن! یہ تمام مہینے اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔ ان میں کوئی خرابی نہیں۔

ہاں! بعض مہینے اور دن اللہ تعالیٰ کی مشیت سے باعث برکت ہیں، مثلاً: ماہ رمضان اور ذوالحجہ کا پہلا عشرہ وغیرہ۔

میری بہن! تو مذکورہ بالا تمام امور سے بدشگونی لینے سے باز آ جا کیونکہ بدشگونی کو رسول اللہ ﷺ نے شرک قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ، اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ»

''بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے۔''[1]

میری بہن! تو کب تک ان توہمات کا شکار رہے گی؟

کب تک تو بدشگونی لے کر اپنے اہم کاموں سے منہ موڑتی رہے گی؟

کیا ابھی تک یہ وقت نہیں آیا کہ تو یہ عقیدہ اپنا لے کہ کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر بذات خود بھلائی رکھتی ہے نہ برائی، بلکہ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوتا ہے۔ آل فرعون بھی اپنے اوپر نازل ہونے والے عذابِ الٰہی کو موسیٰ علیہ السلام کی نحوست سمجھتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَٰذِهِ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ ۗ أَلَا إِنَّمَا طَائِرُهُمْ عِندَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝﴾

''جب ان پر خوش حالی آتی تو کہتے: یہ ہمارے ہی لیے ہے اور اگر انھیں بدحالی آلیتی تو اسے موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست ٹھہراتے۔ خبردار! ان کی نحوست اللہ کے ہاں (مقدر) ہے لیکن ان میں سے اکثر (لوگ) نہیں جانتے۔''[2]

1 سنن أبي داود، الكهانة والطيرة، باب في الطيرة، حديث: 3910، وجامع الترمذي، السير، باب ماجاء في الطيرة، حديث: 1614. 2 الأعراف 131:7.

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا، اچانک ایک پرندہ چیختا ہوا گزرا تو لوگوں میں سے ایک شخص نے اس سے شگون لیتے ہوئے کہا کہ اس میں خیر ہے اوراب بھلائی آئے گی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

«مَاعِنْدَ هٰذَا، لَا خَيْرَ وَلَا شَرَّ»

''اس پرندے کے پاس کوئی خیر ہے نہ کوئی شر۔''[1]

خواتین کے توہمات میں سے ایک ستاروں کے انسانی زندگی پر اثر انداز ہونے کا عقیدہ ہے۔ اور خواتین کی اسی دلچسپی کے باعث علم نجوم صرف لوٹ کھسوٹ کا دھندا بن کر رہ گیا ہے۔لوگ نت نئے طریقوں سے خواتین کو اپنے جال میں پھنسا کر انھیں لوٹتے ہیں۔ وہ انھیں سنہری قسمت سازی کے سبز باغ دکھاتے ہیں اور خواتین پکے پھل کی طرح ان کی جھولی میں گر پڑتی ہیں۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی قسمت سازی میں ستاروں کا کوئی دخل ہے نہ وہ اس کام کے لیے بنائے گئے ہیں۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کو تین مقاصد کے لیے پیدا کیا ہے:

1 آسمان کی زینت کے لیے۔

2 شیاطین کو مارنے اور انھیں بھگانے کے لیے۔

3 اور بحر و بر میں سمت معلوم کرنے کے لیے۔

1 تفسير القرطبي: 235/7.

جو شخص ان کے علاوہ دیگر امور کی تکمیل میں انھیں سبب قرار دیتا یا سمجھتا ہے، وہ غلطی پر ہے۔ اس شخص نے اپنے آپ کو ہر قسم کی بھلائی سے محروم کرلیا ہے۔ اس نے ایسی چیز کے بارے میں تکلف کیا ہے جس کا اسے کچھ علم ہی نہیں ہے۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا عَدْوٰی، وَلَا هَامَةَ، وَ لَا نَوْءَ، وَ لَا صَفَرَ»

''کوئی بیماری بذات خود متعدی نہیں ہوتی، نہ ہامہ (پرندے) کی کوئی حقیقت ہے، نہ ستاروں کی کوئی تاثیر ہے اور نہ صفر کے مہینے میں نحوست کی کوئی حقیقت۔''[2]

عموماً خواتین دم دار ستارے کے بارے میں عجیب عقائد رکھتی ہیں اور اسے مصیبتوں کا پیش خیمہ سمجھتی ہیں۔ اسی طرح وہ بعض ستاروں کو خوش بختی کا سبب قرار دیتی ہیں۔ یہ تمام باتیں شرک اور کفر کے زمرے میں آتی ہیں۔ اس لیے میری مسلمان بہنوں کو چاہیے کہ وہ ایسے عقائد سے اپنا دامن آلودہ نہ ہونے دیں اور اس کے لیے درجِ ذیل حدیث کا بغور مطالعہ کریں۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک رات حدیبیہ کے مقام پر (نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں) بارش ہوئی۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہمیں نماز فجر پڑھا کر سلام پھیرا تو ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا:

«هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟» قَالُوا: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ

---

1 صحيح البخاري، بدء الخلق، باب في النجوم، بعد حديث: 3198. 2 صحيح مسلم، السلام، باب لا عدوٰى ولا طيرة..... ، حديث: 2220 .

اللّٰهِ وَرَحْمَتِهِ، فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ»

''جانتے ہو تمھارے رب نے کیا فرمایا ہے؟'' صحابۂ کرام نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ (آپ ﷺ نے فرمایا:) ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں میں سے بعض نے مجھ پر ایمان کی حالت میں صبح کی اور بعض نے کفر کی حالت میں، ان میں سے جنھوں نے کہا کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی، وہ مجھ پر ایمان رکھنے والے اور ستاروں کے کافر ہیں، اور جنھوں نے کہا کہ ہم پر یہ بارش ستاروں کی وجہ سے ہوئی، وہ میرے منکر اور کافر ہیں اور ستاروں پر ایمان لانے والے ہیں۔''[1]

عورتوں میں بھوت پریت کے متعلق بھی بہت سے عقائد اور توہمات رائج ہیں، حالانکہ بھوت پریت کی کوئی حقیقت نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث سے عیاں ہے۔ یہ حدیث واضح طور پر اس عقیدے کی نفی کرتی ہے۔

علاوہ ازیں عورتوں کے ہاں جادو ٹونے اور تعویذ گنڈوں کے استعمال کی وبا بھی عام ہے اور اس پر عورت کا نہایت پختہ اعتماد اور اعتقاد ہے۔ خواتین اپنی خواہشات کی تکمیل، دوسروں کے گھروں کی بربادی یا ساس بہو کی ازلی آتشِ رقابت کو ٹھنڈا کرنے کے لیے نجومیوں، ستارہ شناسوں، کاہنوں، جادوگروں اور پیروں فقیروں کے پاس حاضری دیتی اور ایک دوسرے کے خلاف تعویذ وغیرہ لکھواتی رہتی ہیں۔

---

1 صحيح البخاري، الاستسقاء، باب قوله تعالى: ﴿وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ﴾، حديث: 1038، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كفر من قال مطرنا بالنوء، حديث: 71.

میری بہن! افسوس ہے تجھ پر! تجھے اس قدر یقین و اعتماد اپنے خالق و مالک اور رب کائنات پر نہیں ہے جس قدر اعتماد تجھے اپنے ان نام نہاد غیب دانوں پر ہے۔

اگر آپ کبھی خالی الذہن ہو کر بالکل غیر جانبداری سے کسی پیر فقیر، ستارہ شناس یا جادوگر وغیرہ کی مجلس میں جائیں تو آپ عورتوں کو ان نام نہاد قسمت ساز لوگوں سے یوں گفتگو کرتے پائیں گی جیسے یہ پوری کائنات کے مالک ہوں اور زمین کی ہر چیز ان کی مطیع ہو، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ نصرت ارادۂ الٰہی کے بغیر ایک پتہ ہلانے کی بھی قدرت نہیں رکھتے۔

میری بہن! کیا تجھے اللہ کی ذات پر اعتماد نہیں ہے جبکہ وہ ساری کائنات کا مالک اور ہر چیز پر قادر ہے؟ کیا کبھی تو نے غور کیا کہ تو نے اپنے اس عمل سے ان نام نہاد قسمت سازوں کو اللہ سے بھی اُونچا مقام دے رکھا ہے، حالانکہ اللہ کی مرضی کے خلاف کوئی تجھے فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔

کیا تجھے اللہ تعالیٰ کی سب سے سچی کتاب (قرآن) پر یقین نہیں ہے؟ یا تو یہ سمجھتی ہے کہ نعوذ باللہ یہ کتاب مبنی بر حقیقت نہیں ہے؟

اگر تجھے قرآن کریم پر یقین کامل ہے تو مندرجہ ذیل آیت پڑھ، اپنے طرز عمل پر غور کر اور اپنے دل سے پُوچھ کہ کیا تیرا عمل اس آیت کے مطابق ہے، یا برعکس؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَإِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ﴾

”اگر اللہ تمھیں کوئی تکلیف پہنچا دے تو اس کے سوا کوئی اس تکلیف کو دور

کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کچھ فائدہ پہنچانا چاہے تو کوئی اس کے فضل کو روکنے والا نہیں ہے۔‘‘[1]

میری بہن! کیا تجھے معلوم ہے کہ کسی جادوگر، ستارہ شناس، نجومی، فال نکالنے والے وغیرہ کے پاس جانا کس قدر کبیرہ گناہ ہے؟ یہ ایسا گناہ ہے جو تجھے دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطُيِّرَ لَهُ، أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ، أَوْ سَحَرَ أَوْ سُحِرَ لَهُ، وَمَنْ عَقَدَ عُقْدَةً ـ أَوْ قَالَ: عَقِدَ عُقْدَةً ـ وَ مَنْ أَتٰى كَاهِنًا، فَصَدَّقَهُ بِمَا قَالَ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ»

’’جس شخص نے فال نکالی یا نکلوائی، کہانت کی یا کرائی، اور جادو کیا یا کرایا، وہ ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص کسی کاہن (عامل، جادوگر وغیرہ) کے پاس گیا اور جو کچھ اس نے کہا، اس نے اس کی تصدیق کی تو بلاشبہ اس نے اس چیز کا کفر کیا جو محمد (ﷺ) پر نازل کی گئی ہے۔‘‘[2]

میری بہن! اگر میں تیرے توہمات اور فاسد عقیدوں کی تفصیل بیان کروں تو اس کے لیے ایک کتاب بھی کم ہے، لہٰذا میں انھی چند الفاظ پر اکتفا کرتا ہوں اور تجھے اشارتاً بتاتا ہوں کہ تیرا تعویذ گنڈوں کا استعمال، کسی بیماری کے علاج کے لیے بے ضرر چھلّے کو انگلی میں پہننا، بچے کے بالوں کی چوٹی کو اس کی حفاظت کے لیے چھوڑے رکھنا اور اسے نہ کٹوانا، اُمید برآری کے لیے کسی درگاہ، مزار یا قبر پر جانا، مختلف درختوں،

[1] یونس 10:107. [2] مجمع الزوائد: 201/5، حدیث:8480.

جانوروں اور مقامات کے بارے میں اپنے من مانے عقائد رکھنا اور انھیں مقدس سمجھنا یہ تمام اُمور یکسر حرام ہیں۔ ان تمام امور اور ان سے مناسبت رکھنے والی دیگر چیزوں سے دور بھاگنا ازبس ضروری ہے۔

توہم پرستی ، بدشگونی اور شرک کا علاج

میری بہن! گزشتہ اوراق پڑھ چکی ہے کہ عورتوں کے عیوب میں سے سب سے بڑا اور خطرناک عیب کمزور عقائد کا مالک ہونا، بدشگونی لینا اور شرک کا ارتکاب کرنا ہے۔

اب ہم اس مرض کے علاج کی طرف آتے ہیں۔ میری بہن! کسی بھی مرض کا اصل علاج یہ ہوتا ہے کہ اس مرض کے سبب اور بنیاد کو ختم کر دیا جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو وہ مرض بذاتِ خود ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہم سب سے پہلے اس عیب اور مرض کا سبب تلاش کرتے ہیں۔

بدشگونی اور کمزور عقائد کا سب سے بڑا سبب اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت پر عدم یقین ہے۔ ہمارے ذہن کے کسی تاریک گوشے میں یہ تصور پنہاں ہے کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کئی ایسی ہستیاں موجود ہیں جو ہمارے کام بناتی ہیں اور ہمارے لیے مصیبتوں یا آسائشوں کا سبب بنتی ہیں۔ ہم اس عقیدے کا ببانگ دہل اعلان کریں یا نہ کریں، حقیقت یہی ہے کہ ہمارا وجدان اسے تسلیم کرتا ہے۔

ہمارے قلب و ذہن میں جوں جوں یہ تصور اپنی جڑیں مضبوط کرتا ہے، اسی نسبت سے ہمارے قلب و دماغ میں قدرتِ الٰہی کا تصور معدوم اور غیر اللہ کی قوت، قدرت اور دستگیری کا تصور راسخ ہوتا چلا جاتا ہے۔

میری بہن! اس مرض کا علاج یہی ہے کہ تو غیر اللہ کی قدرت کے تصور کو اپنے ذہن سے نکال دے اور اس کی جگہ غیر اللہ کی عدم قدرت اور اللہ تعالیٰ کی یگانہ طاقت، قدرت اور مشیت کے تصور کو راسخ کر لے۔ جس قدر یہ تصور تیرے ذہن میں راسخ ہوگا اسی قدر تو ان خرافات سے احتراز کر سکے گی۔

میری بہن! کیا تو نے کبھی سوچا ہے کہ تو کسے اپنا داتا اور قسمت ساز بنائے بیٹھی ہے؟ اگر تو موجودہ دور کے ان نام نہاد قسمت ساز غیب دان احباب کے گھریلو حالات کو دیکھے تو تجھے معلوم ہو جائے کہ وہ کتنے پانی میں ہیں۔ ان کی اکثریت غریب اور ان پڑھ طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ ہوا یوں کہ جب انھیں کوئی روزگار نہ ملا تو انھوں نے دقیانوسی نظریات اور فرسودہ عقائد کے حامل لوگوں سے پیسے بٹورنے کے لیے یہ پیشہ اختیار کر لیا۔

اگر یہ حقیقتاً قسمت ساز اور غیب دان ہوں تو یہ سڑکوں اور چوراہوں پر اپنی دوکانیں سجا کر بیٹھیں نہ ایک ایک پیسے کے لیے لوگوں کے دست نگر بنیں۔

میری بہن! اپنے ذہن میں یہ بات راسخ کر لے کہ خیر و شر تمام کا تمام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی مرضی کے بغیر ساری دنیا مل کر بھی تیرا کوئی نقصان کر سکتی ہے نہ فائدہ، اور نہ ہی بدشگونی لیے جانے والے جانوروں میں سے کوئی جانور خیر و شر میں سے کسی چیز کا نمائندہ ہے۔ کوے، کالی بلی یا الو وغیرہ سے جو بدشگونی لی جاتی ہے وہ ہمارے ذہن کی گھٹیا سوچ ہے ورنہ ان میں سے کوئی جانور بھی خیر یا شر سے تعلق نہیں رکھتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طویل نصیحت فرمائی اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

«وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِاجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ، لَّمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلٰى أَنْ يَّضُرُّوكَ بِشَيْءٍ، لَّمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ»

''جان لے! بلاشبہ اگر ساری امت تجھے تھوڑا سا نفع دینے کے لیے بھی جمع ہو جائے تو وہ تجھے تھوڑا سا نفع بھی نہیں دے سکتی ماسوا اتنے نفع کے جتنا اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے۔ اور اگر سب لوگ تجھے نقصان پہنچانے کے لیے اتفاق کرلیں تو تب بھی وہ تیرا ذرہ بھر نقصان نہیں کر سکتے ماسوا اتنے نقصان کے جتنا اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے۔''[1]

مزید برآں جیسا کہ تو پہلے پڑھ چکی ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس کسی آدمی نے کسی چیخ کر گزرنے والے پرندے سے شگون لے کر کہا کہ خیر اور بھلائی آئے گی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

«مَاعِنْدَ هٰذَا، لَا خَيْرَ وَلَا شَرَّ»

''اس پرندے کے پاس خیر ہے نہ شر۔''[2]

میری بہن! جب کبھی کسی مصیبت، تنگی، یا خاوند کی بے رخی وغیرہ میں سے کوئی آشوب یا آزمائش آکر تیری زندگی میں زلزلہ بپا کر دے تو اس وقت تجھے چاہیے کہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا اور توکل کرے اور دل و جان سے اس بات پر یقین کر لے کہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

1 جامع الترمذي، صفة القيامة، باب حديث حنظلة......، حديث: 2516. 2 تفسير القرطبي: 235/7.

اللہ تعالیٰ کی ذات پر جس قدر اعتماد اور توکل زیادہ ہوگا، تُو اُسی کے بقدر شیطانی وسوسوں، اس کے مکر و فریب، بدشگونیوں اور شرک سے پاک رہے گی۔ اور جب تو ایک مرتبہ شیطانی چنگل سے نکل جائے گی تو پھر لمحہ بہ لمحہ، دن بہ دن تیرا اعتماد اللہ پر مزید بڑھے گا۔ پھر تو نیکی کی طرف مائل اور برائی سے دور ہوتی چلی جائے گی۔

میری بہن! سمجھ دار، زیرک اور ہوش مند خاتون وہی ہے جو اللہ کے سوا کسی پر بھروسا نہیں کرتی، کیونکہ اللہ کے سوا جس پر بھی بھروسا کیا جائے وہ بذات خود محتاج ہے، اور محتاج تیری کیا مدد کرسکتا ہے؟ غیر اللہ پر بھروسا رکھنے والی خواتین دنیا و آخرت دونوں میں ناکام و نامراد رہتی ہیں۔ اور جو عورت اللہ پر کامل بھروسا رکھتی ہے، اللہ اس کے لیے ہر لحاظ سے کافی ہو جاتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾

''اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرے گا تو اللہ اس کے لیے کافی ہے۔''[1]

توکل سے مراد یہ نہیں ہے کہ تو اسباب و ذرائع کو استعمال میں لانا ترک کر دے بلکہ توکل سے مراد یہ ہے کہ بندہ دنیاوی اسباب و ذرائع اختیار کرنے کے بعد نتائج کی ڈوری اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے۔ جب تیرا یقین اللہ تعالیٰ کی ذات عالی پر کامل ہو جائے تو پھر دنیاوی اسباب و ذرائع کو استعمال میں لانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ آدمی نتائج کو اللہ کے سپرد کرے کہ میں نے اپنے تئیں حتی المقدور کوشش کر لی ہے اب اللہ ہی میرا حامی و ناصر ہے، وہی مجھے موجودہ آزمائش میں کامیاب کرے گا۔ نبیٔ اکرم ﷺ کے فرامین سے توکل کا یہی مفہوم اُجاگر ہوتا ہے۔

[1] الطلاق 3:65.

بدشگونی کا فتنہ اور آزمائش بہت عظیم ہے۔ اس سے صرف وہی بچ سکتا ہے جسے اللہ بچائے اور اس سے نجات کا طریقہ صرف اللہ تعالیٰ پر توکل ہی میں پنہاں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ، اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ، ثَلَاثًا، وَمَا مِنَّا إِلَّا، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ»

''بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے، تین بار فرمایا، اور ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جسے (بدشگونی) کا خیال نہ آتا ہو مگر اللہ تعالیٰ توکل کی وجہ سے اسے ہم سے دور کر دیتا ہے۔''[1]

شیخ احمد بن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی عبارت محذوف ہے۔ اس کا کامل مفہوم یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کے دل میں اس قسم کا وہم ضرور پیدا ہوتا ہے لیکن جب ہم حصولِ منفعت اور دفع ضرر کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں تو اللہ وحدہٗ لا شریک اس توکل کی بنا پر اس بدشگونی اور بدفالی کا ضرر ہم سے دور فرما دیتا ہے۔[2]

میری بہن! شرک و بدعت اور بدشگونی وغیرہ کی مضرت رسانی سے خلاصی پانے کے لیے تجھے چاہیے کہ تو اپنے سلف کے عمل کو اپنے لیے مشعل راہ بنا لے۔ ذیل میں ہم سلف کے بعض نصیحت آموز واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

ابن عبدالحکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ مدینہ منورہ سے سفر

---

[1] سنن أبي داود، الكهانة والطيرة، باب في التطير، حديث: 3910، وجامع الترمذي، السير، باب ماجاء في الطيرة، حديث: 1614۔ [2] معاشرے کی مہلک بیماریاں اور ان کا علاج، ص: 143۔

کے لیے نکلنے لگے جبکہ چاند ان دنوں ''برج عقرب'' میں تھا۔ میں نے اس سے بدشگونی لیتے ہوئے ان کی اس وقت روانگی کو ناگوار سمجھا اور اُن سے کہا کہ آج رات چاند کیسی خوبصورتی سے چمک رہا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے چاند کی طرف دیکھا تو (میرا مقصد بھانپ گئے اور) فرمانے لگے کہ اس سے تمھاری مراد یہ ہے کہ چاند ''عقرب'' میں ہے اور مجھے اس وقت سفر کے لیے نہیں نکلنا چاہیے؟ تو سنو!

بلاشبہ ہم سورج کے بھروسے پر نکلتے ہیں نہ چاند کے بلکہ ہم تو اللہ وحدہ لاشریک پر، جو ہر چیز پر غالب و قادر ہے، بھروسا کر کے سفر کرتے ہیں۔ [1]

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ جب انھوں نے خوارج کے خلاف لڑائی کا پروگرام بنایا تو ایک نجومی آ کر کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! چاند ''عقرب'' میں ہے، لہٰذا آپ کے لیے اس وقت اپنے ساتھیوں کو لے کر لڑائی کے لیے نکلنا مناسب نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''میں تو اللہ پر توکل کرتے ہوئے ضرور سفر کروں گا تاکہ تیری تکذیب ہو۔'' چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لڑائی کے لیے کوچ فرمایا۔ اس لڑائی میں اکثر و بیشتر خارجی مارے گئے اور آپ کو فتح نصیب ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کامیابی پر بڑی خوشی ہوئی کیونکہ اس لڑائی کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی بھی موجود تھی جو پوری ہوئی۔ [2]

لاہور کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک دوست نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ آج تیار رہنا، کام سے واپسی پر فلاں جگہ دعوت پر

1 مجموع الفتاوٰی لابن تیمیۃ: 109/18۔ 2 مجموع الفتاوٰی: 109/18۔

جانا ہے۔ میری بیوی نے خوشی سے ہاں میں ہاں ملائی۔ مگر جب میں شام کو گھر پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ وہ دعوت پر جانے کے لیے تیار نہیں۔ میں نے پوچھا: کیا وجہ ہوئی؟ اس نے کہا: آج میں نے دو کالی بلیاں دیکھی ہیں ۔ میری امی کہا کرتی تھی کہ جس دن دو کالی بلیاں دیکھو اس دن بھول کر بھی گھر سے قدم باہر نہ نکالو کیونکہ اس دن نحوست اترتی ہے۔

میں نے کہا: ٹھیک ہے، تمھاری امی نے یہ کہا ہوگا لیکن ضروری نہیں کہ ان کا ہر کہا ہوا ٹھیک ہو۔ اگر ان کی بات قرآن و حدیث سے ثابت ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ان کی بات کی کوئی حقیقت نہیں۔ مگر میری بیوی اپنی ضد پر اڑی رہی اور مجھے اکیلے ہی جانا پڑا۔ میں اس روز جس طرح گیا تھا، الحمد للہ! اسی طرح صحیح سلامت واپس آ گیا۔ شاید میں بھی دعوت کے لیے نہ جاتا، کیونکہ اس دعوت میں جانا بہت ضروری بھی نہیں تھا، مگر میں اکیلا صرف اس لیے گیا تاکہ اپنی بیوی کو قائل کرسکوں کہ یہ شگون لینا توہماتی باتیں ہیں اور اسلامی عقائد کے منافی ہیں۔ لیکن اس کے بعد بھی بڑی محنت اور دلائل کے بعد جا کر میری توہم پرست بیوی کا عقیدہ ٹھیک ہوا۔[1]

میری بہن! تو بھی ان واقعات سے عبرت حاصل کر۔ بدشگونیاں لے کر در در کی ٹھوکریں نہ کھا بلکہ صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسا کر۔ یہی تیری کامیابی کا زینہ ہے۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرا یہ بدشگونیاں لینا اور طرح طرح کے فاسد اور بے بنیاد عقائد رکھنا شرک ہے؟ میری بہن! شرک وہ گناہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دو مقامات پر خبردار فرمایا ہے کہ وہ ہرگز شرک کو معاف نہیں کرے گا۔

1 هدية النسآء، ص:81.

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ۝﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے سوا جسے چاہے گا بخش دے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو بلاشبہ اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا ہے۔''[1]

میری بہن! تو کب تک ان فرسودہ عقائد، توہم پرستی اور بدشگونیوں میں پڑ کر شرک کی بھول بھلیوں میں بھٹکتی رہے گی؟

کیا ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ تو اللہ کا دامن تھام لے اور غیر اللہ سے اظہارِ براءت کر دے؟

میری بہن! اگر تو آخرت میں اپنے لیے جنت چاہتی ہے تو تجھے ان باتوں کو ترک کرنا ہو گا ورنہ یاد رکھ جنت کی بجائے تو جہنم کی زیادہ مستحق ہو گی۔

جب اللہ وحدہ لاشریک خود کہتا ہے کہ میں شرک معاف نہیں کروں گا، پھر تو لوگوں کے دھوکے میں کیوں آتی ہے؟ کیا وہ تجھے اللہ سے بخشوا دیں گے؟ کیا تیرے نزدیک وہ اللہ سے بڑھ کر طاقت ور ہیں؟ اگر تیرا دل اسی کا اعلان کرتا ہے، اور حقیقت بھی یہی ہے چاہے تو زبان سے اقرار کرے یا نہ کرے، تو تیری گمراہی اور بدقسمتی میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے؟

میری بہن! اس عیب سے چھٹکارا پانے کے منجملہ اسباب اور طریقوں میں سے

[1] النسآء 4:48.

ایک یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ سے مخلص ہو کر اس بات کی توفیق مانگ کہ وہ تجھے صراط مستقیم پر گامزن کرے اور شرک کی دلدل سے نکالے، نیز جب بھی تیرے دل میں کوئی توہم پرستی، بدشگونی، بدفالی یا کسی چیز کی نحوست گھر کرنے کی کوشش کرے تو تجھے ان دعاؤں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کو پکارنا چاہیے جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بدفالی اور بدشگونی کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَحْسَنُهَا الْفَأْلُ، وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا، فَإِذَا رَأٰى أَحَدُكُمْ مَّا يَكْرَهُ فَلْيَقُلْ»

''ان سب سے بہتر فال ہے (لیکن اس کی بھی کوئی تاثیر نہیں ہے) یہ کسی مسلمان کو اس کے مقصود سے روک نہ دے، چنانچہ جب کوئی شخص ناپسندیدہ چیز دیکھے تو یہ دعا کرے:

«اَللّٰهُمَّ! لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ»

''یا اللہ! تیرے سوا کوئی بھلائیاں لاسکتا ہے نہ کوئی برائیوں کو دور کرسکتا ہے اور تیری توفیق کے بغیر ہم میں بھلائی کی طاقت ہے نہ برائی سے بچنے کی ہمت۔''[1]

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ مِنْ حَاجَةٍ فَقَدْ أَشْرَكَ» قَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ!

[1] سنن أبي داود، الكهانة والتطير، باب في الطيرة، حديث: 3919.

مَا كَفَّارَةُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: «أَنْ يَّقُولَ أَحَدُهُمْ:»

”جو شخص اپنے کسی کام سے بدفالی کی بنا پر رک گیا تو اس نے شرک کیا۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس کا کفارہ یہ دعا ہے:

«اَللّٰهُمَّ! لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ وَلَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ»

”یا اللہ! تیری بھلائی کے علاوہ کوئی بھلائی نہیں۔ اور تیرے شگون کے علاوہ کوئی شگون نہیں۔ اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔“ [1]

[1] مسند أحمد: 220/2.

خاوند کی ناشکری اور نافرمانی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۝﴾

"احسان کی جزا تو احسان ہی ہے۔"[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَى امْرَأَةٍ لَّا تَشْكُرُ لِزَوْجِهَا وَهِيَ لَا تَسْتَغْنِي عَنْهُ»

"اللہ تعالیٰ اس عورت کو نظر رحمت سے نہیں دیکھتا جو اپنے خاوند کا شکر نہیں بجا لاتی، حالانکہ وہ اپنے خاوند سے مستغنی نہیں ہوسکتی۔"[2]

نیک و صالح مسلمان خاتون وہ ہے جو اپنے آپ پر اپنے خاوند کی نچھاور کی ہوئی نعمتوں اور آسائشوں کا شکر ادا کرتی ہے۔ یہ شکر و سپاس بیوی کے اپنے خاوند کے ساتھ برتاؤ اور حسنِ سلوک سے ظاہر ہوتا ہے۔

عورت اس وقت تک اپنے خاوند کی شکر گزار نہیں ہوسکتی جب تک اس کے دل میں یہ احساس پیدا نہ ہو کہ اس کے خاوند کا اس پر یہ بہت بڑا احسان اور انعام ہے کہ اس

---

1 الرحمٰن 55:60. 2 المستدرك للحاكم: 190/2، والسنن الكبرى للبيهقي: 294/7. شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھیے: السلسلة الصحيحة: 581/1، حديث: 289.

نے اُسے پاک دامن رہنے میں اس کی مدد کی۔ اسے خاوند ہی کی وجہ سے اولاد سے نوازا گیا۔ اسے ماں کا بلند مقام ملا اور اس نے ایک نیا خاندان تشکیل دیا۔

حقیقی معنوں میں خاوند کی مہیا کی ہوئی نعمتوں اور آسائشوں کا شکر ادا کرنے والی بیوی وہ ہے جس کا خاوند کوئی امانت اس کے سپرد کرے تو وہ امانت دار ثابت ہو۔ اگر وہ کم آمدنی کی وجہ سے اس کے اخراجات میں کمی کرے تو وہ تھوڑے پیسوں ہی پر خوش دلی سے قناعت کرنے والی ہو۔ اگر خاوند گھر سے غیر حاضر ہو تو وہ اس کی عزت کی محافظ بنے۔ اگر آسانی اور فراوانی ہو تو شکر کرے اور اگر تنگ دستی کے حالات ہوں ہو تو صبر اور وقار کا مظاہرہ کرے۔

خاوند کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والی خاتون کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ شوہر کی خدمت گزاری سے کبھی نہیں اُکتاتی۔ اور اس کے کاموں میں مدد کے لیے ہر آن مستعد رہتی ہے۔

خاوند کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والی خاتون کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ خاوند کو درپیش معاملات اور مشکلات حل کرنے میں اُس سے مخلصانہ تعاون کرتی ہے اور اُس پر کوئی مصیبت یا آزمائش آن پڑتی ہے تو اس کے ساتھ مل کر صبر کرتی ہے اور اس کے غم میں برابر کی شریک ہوتی ہے۔

خاوند کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر گزار خاتون کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ خاوند کے ہر طرزِ عمل پر فرحت اور اس کی گفتگو پر لطف و مسرت کا اظہار کرتی ہے۔ خاوند کی خوش بختی ہی میں اپنی خوش بختی اور سعادت سمجھتی ہے اور اس کی خوشیوں میں پوری طرح شریک ہوتی ہے۔

جہاں تک خاوند کی نعمتوں کا کفران اور ناشکری کرنے والی عورت کا تعلق ہے تو اس کی پہلی نشانی یہ کہ وہ خاوند کی نافرمانی کرتی ہے۔ اور یہ بات عورتوں کے ان عیوب میں سے ہے جن کا تذکرہ نبیٔ اکرم ﷺ نے بڑی صراحت سے فرمایا ہے اور اس قسم کے عیبوں والی عورت کو جہنمی قرار دیا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ ﷺ کا گزر عورتوں کے قریب سے ہوا۔ آپ نے انھیں ارشاد فرمایا:

«يَامَعْشَرَ النِّسَاءِ! تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي أُرِيتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ»

''اے خواتین کی جماعت! صدقہ کرو کیونکہ میں نے اہل جہنم میں تمھاری اکثریت دیکھی ہے۔''

مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«تَصَدَّقْنَ وَ أَكْثِرْنَ الْاِسْتِغْفَارَ»

''صدقہ کرو اور استغفار کثرت سے کرو۔''

فَقُلْنَ: وَبِمَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: «تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، مَا رَأَيْتُ مِنْ نَّاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِينٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ» قُلْنَ: وَمَا نُقْصَانُ دِينِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: «أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ؟» قُلْنَ: بَلٰى! قَالَ: «فَذٰلِكَ مِنْ نُّقْصَانِ عَقْلِهَا، أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟» قُلْنَ: بَلٰى! قَالَ: «فَذٰلِكَ مِنْ نُّقْصَانِ دِينِهَا»

''عورتوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! (جہنم میں عورتوں کی) اس کثرت کا

سبب کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم بکثرت لعنت ملامت کرتی ہو، خاوند کی نافرمانی کرتی ہو، میں نے تم جیسی کم عقل اور کم دین رکھنے والیوں سے بڑھ کر کسی عقل مند آدمی کی عقل لے اُڑنے والا کوئی نہیں دیکھا۔'' عورتوں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے دین اور عقل میں کیا نقص اور کمی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے مقابلے میں نصف نہیں ہے؟'' انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بے شک نصف ہے! آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ان کی عقل میں نقص کی وجہ سے ہے۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت کو حیض آتا ہے تو وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے؟'' انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بے شک! تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ان کے دین میں نقص ہے۔''[1]

اے مسلمان بہن! رسول اللہ ﷺ کے اِس ارشاد مبارک پر خوب اچھی طرح غور کر! نبیٔ اکرم ﷺ نے اس حدیث میں لعنت کا بکثرت ارتکاب کرنے سے ڈرانے کے بعد بیویوں کو خاوندوں کی نافرمانی سے ڈرایا اور فرمایا کہ تم خاوند کی نافرمانی کرتی ہو، یعنی تم خاوند کی اطاعت سے انکار کرتی ہو۔ عربی زبان میں خاوند کو ''عشیر'' (زندگی بسر کرنے والا) بھی کہا جاتا ہے کیونکہ خاوند بیوی کے ساتھ اور بیوی اس کے ساتھ زندگی بسر کرتی ہے۔

رشتۂ ازدواج درحقیقت مرد و زن کے مابین اُس شراکت اور تعلق کا نام ہے جس کا

1 صحيح البخاري، الحيض، باب ترك الحائض الصوم، حديث: 304، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان نقصان الإيمان بنقص الطاعات، حديث: 79.

مقصد ایک نئی نیک اور صالح نسل کی تشکیل ہے۔ ایسی نسل جو اپنے رب کی عبادت کرے اور دنیوی زندگی شرافت اور شائستگی سے بسر کرے۔

اسلام میں ''رشتۂ ازدواج'' کی حقیقت مرد اور عورت کے مابین محبت، الفت، پیار، ایثار اور جذبۂ قربانی پیدا ہونے کے علاوہ آپس میں ایک دوسرے کے نزدیک مستحسن ہونے کا نام ہے۔ مزید برآں شادی ایک معاشرتی بندھن، سماجی مقصد اور بقائے نسلِ انسانی کا سبب ہونے کے ساتھ ساتھ عبادت الٰہی بھی ہے۔ نکاح کے ذریعے سے مردوزن جہاں ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوتے ہیں، وہیں وہ اس کے ذریعے سے قربت الٰہی کی منازل بھی طے کرسکتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی نشانیوں میں شامل کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ﴾

''اور (یہ بھی) اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو، اور اس نے تمھارے درمیان محبت اور راحت پیدا کردی، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے عظیم نشانیاں ہیں جو غوروفکر کرتے ہیں۔''[1]

جب کوئی مرد اور عورت رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوجاتے ہیں تو دونوں ایک دوسرے کے لیے ناگزیر اور لازم وملزوم بن جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس رشتے کو گاڑی کے دو پہیوں سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ جیسے دو پہیے ہر اچھی بری حالت میں ایک

1 الروم 21:30.

دوسرے کے ساتھی ہوتے ہیں، اسی طرح میاں بیوی بھی دونوں دائمی طور پر ایک دوسرے سے مل جل کر زندگی بسر کرتے ہیں اور خوشی وغمی میں باہم شریک ہوتے ہیں۔لیکن بسا اوقات یہ رشتہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوجاتا ہے۔اس کے متعدد اسباب ہوسکتے ہیں۔ان اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ میاں بیوی میں سے کوئی ایک اپنے ان حقوق وفرائض میں افراط وتفریط سے کام لیتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے تفویض کیے ہیں۔

بلاشبہ اسلام فطرت سلیمہ سے کامل مطابقت رکھنے والا دین ہے۔اور فطرت سلیمہ اس بات کی متقاضی ہے کہ زندگی کی اس ہم سفر جوڑی میں سے کسی ایک ہی فرد پر تمام تر ذمہ داریاں نہ عائد کی جائیں بلکہ دونوں کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق اور کچھ فرائض ہوں۔اس لیے اسلام نے دونوں کے لیے حقوق اور فرائض مقرر کیے ہیں۔جب ان دونوں میں سے کوئی ایک ان حقوق وفرائض کے ضابطے سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے تو باہمی نزاع کے حالات پیدا ہوجاتے ہیں۔

عموماً ایسا اس وقت ہوتا ہے جب کوئی مرد عورت پر ظلم، زیادتی اور حق تلفی کرتا ہے یا عورت مرد کے حقِ حاکمیت کو چیلنج کرتی اور اسے تسلیم کرنے سے انکار کردیتی ہے۔

بلاشبہ اسلام نے مرد اور عورت دونوں کو مساوی حقوق دیے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾

"اور دستور کے مطابق عورتوں کے مردوں پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں

کے عورتوں پر ہیں۔“[1]

لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ مساوی حقوق عطا کرتے ہوئے مرد اور عورت دونوں کے فطری جذبات، جسمانی ساخت، قوتِ عمل، ذہنی رجحانات، روحانی صلاحیتیں اور دیگر امتیازات نظر انداز نہیں فرمائے۔ عورت جسمانی ساخت میں کمزور، متلون مزاج، اعتدال سے دور، جلد مشتعل ہونے والی اور عاقبت نااندیش ہوتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے قابل لطف و کرم، لائق انس و محبت اور باعث درگزر تو یقیناً قرار دیا ہے لیکن گھر کی صدارت اور حاکمیت مرد کے سپرد کی ہے۔

یہ ایک فطری قانون ہے۔ اگر دونوں میں سے ایک کو حاکم اور دوسرے کو ماتحت نہ بنایا جاتا اور دونوں کو من مانی کی اجازت دے دی جاتی تو معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا اور محبت و مرحمت کی آب و ہوا نفرت کی دُھول سے آلودہ ہو جاتی۔ اس لیے ایک کی حاکمیت ضروری تھی۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مرد کو منتخب کیا کیونکہ اپنی صلاحیتوں کی بنا پر وہی اس منصب کے لیے موزوں تھا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مرد اپنے اس عہدے کے لحاظ سے مطلق العنان ہے اور اس کی حیثیت آمر کی سی ہے۔ نہیں! بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ بیوی کو اپنا مشیر بنائے اور کوئی باہمی فیصلہ مشاورت کے بغیر نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بچے کو دودھ پلانے کے سلسلے میں فرمایا:

﴿ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ﴾

”اگر وہ دونوں باہم مشاورت اور رضامندی سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کسی قسم کا گناہ نہیں۔“[2]

1 البقرۃ 2:228۔ 2 البقرۃ 2:233۔

لہٰذا عورت مرد کی زندگی میں بے دست و پا ہو کر غلام کی حیثیت سے آتی ہے نہ وہ مرد پر حاکم ہوتی ہے بلکہ وہ مساوی حقوق لے کر خاوند کی زندگی کی ہم سفر بنتی ہے۔

اس سلسلے میں ایک فلاسفر نے بڑی عمدہ بات کہی ہے کہ اگر اللہ رب العزت کا مقصد یہ ہوتا کہ خاوند بیوی کی اجتماعی زندگی کی صدارت عورت کے حصے میں آئے تو وہ عورت کو مرد کے سر والے حصے سے پیدا کرتا اور اگر عورت کو خادمہ کے درجے پر رکھنا ہوتا تو اسے مرد کے پاؤں والے حصے سے وجود بخشتا مگر یہ دونوں مقاصد مقصود نہیں تھے۔ اصل مقصد یہ تھا کہ مرد اور عورت مساوات کی زندگی بسر کریں، دوستانہ برتاؤ قائم رکھیں اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی عزت اور محبت کو اپنے دل میں جگہ دے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کے پہلو سے پیدا کیا ہے۔ [1]

میری بہن! اگر تو چاہتی ہے کہ تیرا گھر آباد رہے اور تو داغِ طلاق سے محفوظ رہے تو تجھے اپنے خاوند کی حاکمیت تسلیم کر کے اس کی اطاعت کرنی اور اسے خوش رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اس گفتگو سے میرا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ مرد اپنی حاکمیت سے ناجائز فائدہ اٹھائے بلکہ مرد پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کے تمام حقوق کا خیال رکھے کیونکہ ادائے حقوق ہی سے یہ زندگی خوشی خوشی بسر ہو سکتی ہے۔ مرد کو معلوم ہونا چاہیے کہ عورتوں کے خاوندوں پر حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ان کی اس قدر تعلیم و تربیت کا اہتمام ضرور کریں جس کے ذریعے وہ صحیح دینی زندگی بسر کرنے کا سلیقہ سیکھ لیں اور انھیں نیکی اور بدی، حلال اور حرام، پاکی اور ناپاکی اور جائز و ناجائز کی اچھی طرح تمیز

[1] عفت و عصمت کا تحفظ از مولانا ظفیر الدین، ص:311.

ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴾

''اے ایمان والو! تم خود کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ اس پر تند مزاج اور سخت گیر فرشتے مقرر ہیں۔ اللہ انھیں جو حکم دے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ وہی کرتے ہیں جو انھیں حکم دیا جاتا ہے۔''[1]

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''عورتوں کو ادب سکھاؤ اور تعلیم دو۔''[2]

خاوند پر عورت کا ایک حق یہ ہے کہ خاوند اس کی پوری حفاظت کرے اور اس کی عزت کے معاملے میں غیرت مندی کا ثبوت دے۔

خاوند پر عورت کا ایک حق یہ بھی ہے کہ خاوند اس سے بددیانتی کرے نہ اس کی لغزشوں اور غلطیوں کی ٹوہ میں رہے۔

خاوند پر عورت کا ایک حق یہ بھی ہے کہ خاوند اس کے ساتھ دستور کے مطابق احسن انداز سے زندگی بسر کرے اور اس کے ساتھ محبت و مرحمت سے پیش آئے۔

خاوند پر عورت کا یہ بھی حق ہے کہ وہ اس کی رہائش، لباس، نان و نفقہ اور دیگر تمام قسم کے اخراجات کا انتظام کرے۔

1 التحريم 6:66. 2 تفسير الطبري.

ان حقوق کے علاوہ بھی ہماری سچی اور راست رو شریعت نے عورت کے لیے مرد پر حقوق رکھے ہیں لیکن ہم عنوان کی مناسبت سے متذکرہ بالا معروضات پر اکتفا کرتے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ شریعتِ اسلامیہ نے خاوند کے لیے عورت پر بھی متعدد حقوق رکھے ہیں۔ یہ حقوق ازدواجی زندگی میں عورت کی کامیابی کا پیمانہ ہیں۔ عورت خاوند کے حقوق کی جس قدر پاسداری کرے گی اسی قدر اس کی زندگی کامیاب ہوگی اور اس کا اپنے خاوند سے خوب نبھاؤ ہوگا۔

بیوی کا فرض ہے کہ وہ اپنے خاوند کی رضامندی اور اس کا دل خوشیوں اور مسرتوں سے معمور کرنے کے لیے سخت محنت اور کوشش کرے۔ اسے چاہیے کہ اپنے خاوند سے صرف اچھی اور پر لطف گفتگو کرے اور اسے پاکیزہ عادات کے عطر سے مہکا دے کہ ان کا گھر پرسکون اور متحد رہے۔

عورت پر خاوند کا یہ بھی حق ہے کہ وہ اس کی جنسی ضرورت اور خواہش کی پاسداری کرے۔ جب بھی خاوند بلائے، وہ اپنی تمام مصروفیات چھوڑ کر شوہر کی اطاعت کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ، وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّورِ»

”جب شوہر اپنی ضرورت کے لیے اپنی بیوی کو بلائے تو اسے چاہیے کہ اس کے پاس حاضر ہو جائے، چاہے وہ تنور پر (روٹیاں ہی پکا رہی) ہو۔“[1]

میری بہن! ذرا غور کر! دیکھ کیا حکم ہے کہ اگر تنور میں روٹی تیار ہو اور اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ بھی ہو، تب بھی فوقیت خاوند ہی کے حکم کو ہے۔ لیکن اگر تو بلا وجہ شوہر کی

[1] جامع الترمذي، الرضاع، باب ماجاء في حق الزوج على المرأة، حديث: 1160.

خواہش رد کرتی ہے تب تیرا انجام کیا ہوگا؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلٰى فِرَاشِهٖ فَأَبَتْ أَنْ تَجِيءَ لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ»

''جب شوہر بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کردے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔''[1]

دوسری حدیث میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ! مَا مِنْ رَجُلٍ يَّدْعُو امْرَأَتَهُ إِلٰى فِرَاشِهَا، فَتَأْبٰى عَلَيْهِ إِلَّا كَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا»

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جس عورت کو بھی اس کا خاوند بستر کی طرف بلائے اور وہ انکار کردے تو وہ ذات (اللہ تعالیٰ) جو آسمان میں ہے، اس وقت تک اس پر ناراض رہتی ہے جب تک خاوند بیوی سے راضی نہ ہو جائے۔''[2]

خاوند کا یہ حق بھی ہے کہ بیوی خاوند کے گھر سے باہر اس کی اجازت کے بغیر قدم رکھے نہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو اس کے گھر میں داخل ہونے دے۔

---

1 صحيح البخاري، النكاح، باب إذا باتت المرأة مهاجرة……، حديث: 5193، و صحيح مسلم، النكاح، باب تحريم امتناعها من فراش زوجها، حديث: 1436. 2 صحيح مسلم، النكاح، باب تحريم امتناعها من فراش زوجها، حديث: 1436.

بیوی پر خاوند کا یہ حق بھی ہے کہ شوہر گھر میں داخل ہو تو بیوی تبسم آمیز چہرے اور خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کی مسکراہٹ میں عجیب قوت اور تاثیر رکھی ہے۔ اگر مرد تکان سے نڈھال اور حالات سے پریشان حال ہو اور بیوی متبسم چہرے سے اس کا خیر مقدم کرے، خوشگوار گفتگو کرے اور اس کی دل جوئی کا اہتمام کرے تو خاوند تازہ دم اور حوصلہ مند ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر بیوی منہ بسور کر خاوند کا استقبال کرے، اُس کی تکان اور پریشانی کا مداوا نہ کرے بلکہ گھر میں داخل ہوتے ہی اپنے فضول مطالبات لے کر بیٹھ جائے تو خاوند اس سے متنفر ہو جاتا ہے۔ اس طرح جنت نظیر گھرانہ جہنم بن جاتا ہے۔ اسی لیے نبیٔ اکرم ﷺ سے جب پوچھا گیا کہ بہترین عورت کون سی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَلَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ، وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ، وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ»

”(بہترین عورت وہ ہے کہ) جب اُس کا شوہر اسے دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے، جب وہ اسے کسی کام کا حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اور اپنے مال و جان (کے معاملے) میں شوہر کی ایسی مخالفت نہ کرے جسے خاوند ناپسند کرتا ہو۔“[1]

بیوی پر خاوند کا یہ حق بھی ہے کہ وہ اس کے مال کی حفاظت کرے اور اسے بتائے بغیر اس میں سے کوئی چیز خرچ نہ کرے۔

بیوی پر خاوند کا یہ حق بھی ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر کا نظم و نسق سنبھالے، گھریلو اُمور اور معاشی معاملات کا خیال رکھے۔

[1] سنن النسائي، النكاح، باب أي النسآء خير، حديث: 3233.

بیوی پر خاوند کا یہ بھی حق ہے کہ وہ خاوند کے گھر والوں اور عزیز و اقارب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔

بیوی پر خاوند کا یہ حق بھی ہے کہ وہ اس کا بستر نہ چھوڑے کیونکہ یہ کبیرہ گناہ ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ مُهَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تَرْجِعَ»

"جب عورت اپنے خاوند کا بستر چھوڑ کر رات بسر کرتی ہے تو فرشتے اس پر اس وقت تک لعنت کرتے رہتے ہیں جب تک وہ واپس بستر پر لوٹ کر نہ آجائے۔"[1]

بیوی پر خاوند کا یہ حق بھی ہے کہ وہ خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے نہ اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزے رکھے کیونکہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُومَ وَ زَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَلَا تَأْذَنُ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ»

"کسی عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر روزے رکھے اور نہ وہ اپنے خاوند کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر کسی کو داخل ہونے کی اجازت دے۔"[2]

1 صحيح البخاري، النكاح، باب إذا باتت المرأة.....، حديث: 5194. 2 صحيح البخاري، النكاح، باب لا تأذن المرأة في بيت ......، حديث: 5195، و صحيح مسلم، الزكاة، باب ما أنفق العبد من مال مولاه، حديث: 1026.

بیوی پر خاوند کا یہ حق بھی ہے کہ وہ خاوند کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرے اور اس کی تنگدستی، غربت اور سختی کو صبر سے برداشت کرے۔

میری بہن! تجھ پر تیرے خاوند کے بہت زیادہ حقوق ہیں، لہٰذا تجھے چاہیے کہ تو اپنے خاوند کی شکر گزار بنے اور اس کی اطاعت کرے۔ اس کی تھوڑی سی خدمت کر کے یہ مت سمجھ کہ تو نے اس کا حق ادا کر دیا کیونکہ خاوند کا حق بہت زیادہ ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

«حَقُّ الزَّوْجِ عَلٰی زَوْجَتِہٖ: لَوْکَانَتْ بِہٖ قُرْحَۃٌ فَلَحَسَتْھَا، أَوِانْتَثَر مَنْخَرَاہُ صَدِیدًا أَوْ دَمًا ثُمَّ ابْتَلَعَتْہُ مَا أَدَّتْ حَقَّہٗ»

''بیوی پر خاوند کا اتنا حق ہے کہ اگر خاوند کے جسم پر کوئی زخم ہو اور وہ اسے چاٹ لے یا خاوند کے نتھنوں سے پیپ یا خون بہہ رہا ہو اور عورت اسے نگل لے تب بھی وہ خاوند کا حق ادا نہیں کرسکتی۔''[1]

لہٰذا میری بہن! اپنے خاوند کے حقوق کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھ اور انھیں ادا کرنے کی کوشش کر اور یاد رکھ کہ جس قدر خاوند محسوس کرے گا کہ اس کی بیوی اس کے حقوق بھرپور طور پر ادا کرتی ہے، اسی قدر اس کے دل میں بیوی کی قدر و منزلت اور الفت بڑھے گی۔ مزید برآں جب بیوی خاوند کے ساتھ حسنِ معاشرت سے پیش آئے گی تو وہ اپنے رب کی جنت کے قریب ہو جائے گی۔

میری مسلمان بہن! اپنی عاقبت سنوارنے کے لیے اس حدیث نبوی پر غور کر۔ حضرت

[1] كشف الأستار عن زوائد البزار، حديث: 1465، وصحيح الترغيب والترهيب للألباني، حديث: 1934، و الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان، حديث: 4164.

حصین بن محصن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ان کی پھوپھی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اپنی کسی ضرورت کے لیے آئی۔ جب وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہو گئی تو نبی اکرم ﷺ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا:

«أَذَاتُ زَوْجٍ أَنْتِ؟» قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: «كَيْفَ أَنْتِ لَهُ؟» قَالَتْ: مَا آلُوهُ إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ، قَالَ: «فَانْظُرِي أَيْنَ أَنْتِ مِنْهُ، فَإِنَّمَا هُوَ جَنَّتُكِ وَنَارُكِ»

''کیا تو خاوند والی ہے؟'' اس نے جواب دیا: جی ہاں! اے اللہ کے رسول! نبی اکرم ﷺ نے پوچھا: ''تو اس کے حق میں کیسی ہے؟'' اس نے جواب دیا: میں اس کا خیال رکھنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتی سوائے ایسے معاملے کے جس کی میں استطاعت نہیں رکھتی ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ جائزہ لے کہ تو اپنے خاوند کے حق میں کیسی ہے؟ کیونکہ یقیناً وہی تیری جنت اور جہنم ہے۔''[1]

بیوی کے لیے خاوند کے جنت یا جہنم ہونے سے مراد یہ ہے کہ حصولِ جنت کے متعدد اسباب میں سے ایک سبب اطاعت خاوند بھی ہے، لہٰذا عورت اس کی فرماں برداری کر کے جنت تک پہنچ سکتی ہے اور اس کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے جہنم میں داخل ہو گی، لہٰذا جس طرح نیک لوگ حصول جنت کے مختلف اسباب کی تکمیل کے لیے محنت کرتے ہیں، اسی طرح خواتین کو بھی چاہیے کہ وہ خاوند کی اطاعت کر کے حصول جنت کو یقینی بنانے کی کوشش کریں۔

[1] مسند أحمد: 341/4 و 419/6، و المستدرك للحاكم: 189/2. اسے شیخ البانی رحمہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے۔ دیکھیے: صحیح الجامع الصغیر: 316/1، حدیث: 1509.

جیسا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا، قِيلَ لَهَا: اُدْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ»

''جب عورت پنج وقتہ نماز پڑھے، اپنے مہینے (رمضان) کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو اسے کہا جائے گا: تو جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جا۔''[1]

دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا:

«أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَّاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ، دَخَلَتِ الْجَنَّةَ»

''جو عورت اس حالت میں فوت ہو کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو تو وہ عورت جنت میں داخل ہوگی۔''[2]

میری بہن! نہ جانے کتنی خواتین ایسی ہیں جو اپنے خاوند کی ناشکری، نافرمانی، بدسلوکی، ان کے بارے میں بے سروپا باتیں اور ان کے حقوق تلف کر کے اپنے لیے جہنم کا سامان تیار کر رہی ہیں اور جنت سے محرومی کی راہ پر چل رہی ہیں ...... غور کر ایسا نہ ہو کہ تو بھی انھی میں شامل ہو۔

میری بہن! ذرا ٹھنڈے دل و دماغ اور گہری نظر سے مندرجہ ذیل امور پر غور کر کہ کیا یہ امور تیرے شایانِ شان ہیں؟ اور کیا یہ خاوند کی فرماں برداری کے زمرے میں

---

① مسند أحمد: 191/1. ② جامع الترمذي، الرضاع، باب ماجاء في حق الزوج على المرأة، حديث: 1161، و سنن ابن ماجه، النكاح، باب حق الزوج على المرأة، حديث: 1854.

آتے ہیں یا نافرمانی کے؟ اور کیا حصول جنت کا راستہ انھیں ترک کرنے میں ہے یا اختیار کرنے میں؟

کیا خاوند کی بے ادبی، احسان فراموشی اوراس کی ناراضی تیری فرماں برداری اور شکرگزاری کے زمرے میں آتی ہے یا ناشکری اورنافرمانی میں؟ کیا تو اس ذریعے سے جنت کی مستحق بن سکتی ہے؟

کیا تیری نت نئی فرمائشیں، سامان آرائش و زیبائش کے لیے فضول خرچیاں اور خاوند کی استطاعت سے بڑھ کر تیرے اخراجات تیرے خاوند کو پرسکون کرنے کا باعث ہیں یا بے چین کرنے کا؟ کیا تو خاوند کو بے قرار کرکے جنت میں جاسکے گی؟

تیرا اپنے خاوند سے سسرال والوں، ساس اور نندوں کی شکایات کرنا، اپنے میکے کی تعریف کرنا اور بار بار میکے جانے کا مطالبہ کرنا کیا یہی شکرگزاری ہے؟

اپنے رویے پرنظر ثانی کر! ذرا سوچ کہ کیا ساس اورسسر کی خدمت سے انکار اوران کی توہین کرنے سے تیرا خاوند تجھ سے خوش ہوگا؟ اور کیا اس طرح تیرے لیے جنت کی راہ ہموار ہوگی؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ تو سیدھا جہنم جانے کا راستہ ہے۔ میں تجھے یہ بھی بتاتا چلوں کہ بفرض محال تیرا خاوند تیری باتوں میں آکر اپنے والدین کی توہین اور نافرمانی کے باوجود تجھ سے راضی ہوگیا تو تب تیرے اور تیرے خاوند دونوں کے لیے جہنم ہے۔

کیا تیرے حیلہ گر، چالاک، مکار اور بہانے باز ہونے میں اپنے خاوند کا ادب پنہاں ہے یا توہین؟ پھر تیرا اپنے خاوند کودھوکا دے کر دوسری خواتین کوفخر یہ بیان کرنا تجھے جنت میں لے جانے والا عمل ہے یا جہنم میں لے جانے والا؟

میری بہن! تیری عزت، تیری کامیابی اور جنت خاوند کی فرماں برداری ہی میں ہے۔ اگر تیرا خاوند تجھ سے راضی ہوگیا تو تیری یہ زندگی بھی پرسکون اور جنت نظیر ہوگی اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ تجھ پر اپنا لطف وکرم فرمائے گا اور تجھے جنت کے سدا بہار باغوں میں بھیج دے گا۔

میری بہن! عمل کی نیت سے ذرا اس نصیحت پر غور کر۔ یہ قیمتی نصیحت اسماء بنت خارجہ فزاری نے اپنی بیٹی کو اُس کی سہاگ رات پر کی تھی: اے میری بیٹی! بے شک تو اس آشیانے سے نکل رہی ہے جس میں تو نے درجہ بدرجہ پرورش پائی اور پروان چڑھی۔ اب تو ایسے بستر کی طرف جا رہی ہے جسے تو پہچانتی نہیں۔ ایسے جیون ساتھی کے پاس جا رہی ہے جس سے تو مانوس نہیں۔ میری بچی! تو اس کے لیے زمین بن جا، وہ تیرے لیے آسمان بن جائے گا۔ تو اس کے لیے بچھونا بن جا وہ تیرے لیے ستون بن جائے گا۔ تو اس کی لونڈی بن جا، وہ تیرا غلام بن جائے گا۔ اس کے پیچھے پڑ کر اپنے مطالبات منوانے کی ضد نہ کرنا ورنہ وہ تجھے ناپسند کرنے لگے گا۔ اس سے اتنی قریب نہ ہونا کہ وہ تجھ سے اکتا جائے، نہ اس قدر دور ہونا کہ وہ تجھے بھول جائے۔ وہ تیرے قریب ہو تو تجھے بھی اُس کے قریب ہو جانا چاہیے۔ جب وہ تجھ سے دور ہو تو تجھے بھی اس سے پیچھے ہٹ جانا چاہیے۔ اس کی ناک، کانوں اور آنکھوں کی حفاظت کرنا۔ اس مقصد کے لیے اپنا ظاہر و باطن خوب چمکا لے۔ وہ تجھے سونگھے تو خوشبو سونگھے، تجھ سے بات کرے تو تیری زبان سے اچھی بات ہی سنے اور تجھے دیکھے تو سراپا حسن و جمال ہی دیکھے۔

میری بہن! ذرا اپنی عقل اور ضمیر سے پوچھ کہ کیا اس شخص کی عزت، احترام،

اطاعت اور شکر گزاری تجھ پر لازم نہیں جس نے تیری محبت میں اپنے آپ کو سرشار کرلیا، تیرے سکون کے لیے اپنا سکون تج دیا اور اپنی کمائی تیرے آرام و عافیت کے لیے تیرے قدموں میں ڈال دی۔ میری عزیز بہن! تیری زندگی کا رفیقِ سفر تجھ سے زبانِ حال سے کہتا ہے: میں باہر کی دنیا میں محنت ومشقت کرکے تیری خدمت کرتا ہوں، تو مجھے گھر کی چادر دیواری میں متاعِ راحت وسکون فراہم کر اور اُمورِ خانہ داری خوش اسلوبی سے انجام دے!

خاوند کی نافرمانی کا علاج

میری مسلمان بہن! خاوند کی نافرمانی خواتین کو جہنم میں لے جانے والے جملہ عیوب میں سے ایک عیب ہے اور ہر عورت کو اس عیب سے خلاصی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ اس عیب سے خلاصی ہی میں ان کی جنت ہے۔

دنیا میں ہر انسان کی یہ خواہش ہے کہ وہ ایسی تمام صفات سے متصف ہو جائے کہ وہ لوگوں کے ہاں محبوب بن جائے اور اسے لوگ اپنے لیے نمونہ اور آئیڈیل سمجھیں، لوگ اس کے طرز زندگی کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں اور اسے مثالی شخصیت قرار دیں۔

میری مسلمان بہن! کیا تو نہیں چاہتی کہ تو بھی ایک مثالی خاتون بنے، دیگر خواتین تیرے طرز زندگی کو اپنانے کی کوشش کریں اور ہر جگہ مثبت الفاظ میں تیری تعریف کریں؟

ہاں! میں جانتا ہوں کہ فطرت انسانی کی بنا پر ضرور تیرے دل میں یہ ارمان انگڑائیاں لیتے ہوں گے لیکن کبھی تو نے سوچا ہے کہ آئیڈیل، مثالی اور بہترین خاتون کون ہے اور وہ کون کون سی صفات سے متصف ہوتی ہے؟ کیا تو اس خاتون کو مثالی اور آئیڈیل خاتون سمجھتی ہے جو اپنے خاوند کو ترکی بہ ترکی جواب دیتی ہے، جو اپنے خاوند کی ضروریات کا خیال کرتی ہے نہ اس کی عزت اور احترام کرتی ہے؟

بلاشبہ موجودہ دور میں ایسی خاتون ہی کو آئیڈیل سمجھا جاتا ہے جو چالاک، فتنہ گر اور

مکار ہو اور ایک کی دوستانی ہو لیکن کیا تجھے معلوم ہے کہ اس کائنات میں سب سے زیادہ، بالکل سچا، پکا اور یقینی علم رکھنے والی شخصیت حضرت محمد ﷺ نے بہترین خاتون کسے قرار دیا ہے؟

میری بہن! اچھی طرح سمجھ لے! اگر تو چاہتی ہے کہ تو اللہ کے حضور مثالی خاتون بنے تو اپنی زندگی کو اس حدیث کی تعلیمات کے مطابق ڈھال لے۔ ایک مرتبہ نبیٔ اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ بہترین عورت کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَلَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ، وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ»

"(بہترین عورت وہ ہے کہ اُس کا) شوہر جب اسے دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے، جب وہ اسے کسی کام کا حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور اپنی جان اور مال (معاملے) میں شوہر کی ایسی مخالفت نہ کرے جسے خاوند ناپسند کرتا ہو۔"[1]

میری بہن! حالات چاہے کیسے بھی ہوں، تجھے صبر کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔ خاوند کی کامل اطاعت کرنی چاہیے۔ ممکن ہے کہ بسا اوقات تیرے اور تیرے شوہر کے مابین کسی معاملے پر اختلاف کے پہلو نکل آئیں اور جھگڑے کی صورت پیدا ہو جائے، تو یہ تیری ذمہ داری ہے کہ تو بہر حال اور بہر طور اس جھگڑے کا خاتمہ کرے اور صلح کرلے۔ صلح صفائی بہت اچھی بات ہے۔ بہت ممکن ہے کہ کسی مسئلے پر تو ہی سچی ہو اور تیرا ہی موقف ٹھیک ہو۔ لیکن اس کے باوجود تجھے اپنے خاوند سے نرمی اور نوازش ہی سے پیش آنا چاہیے۔ ترشی کا جواب ترشی سے نہیں دینا چاہیے۔ خاوند کی آتش غضب کو

1 سنن النسائي، النكاح، باب أي النساء خير، حديث: 3233.

بھڑکانا نہیں چاہیے کیونکہ اس وقت ضرورت خاوند کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی ہے، اپنی بات منوانے کی نہیں ہے۔ جب خاوند کا غصہ ختم ہو جائے تو اس وقت اپنی رائے خوش اسلوبی اور احسن انداز سے پیش کر اور اپنے موقف کے مثبت پہلو وضاحت سے بیان کر۔ اس طرح وہ یقیناً تیرے موقف کی تائید پر مجبور ہو جائے گا۔ اگر کسی بات پر خود تیرا غصہ ہی قابو میں نہ آئے تو ان سوالات پر غور کر اور اپنے دل سے پوچھ:

تیرے خاوند نے جو باتیں کہیں وہ کیوں کہیں؟ اُسے ان باتوں پر کس نے مجبور کیا؟ کس نے ان کی ترغیب دلائی؟ کس نے اسے اس فعل کے ارتکاب پر اُکسایا؟

کیا یہ اچھی بات نہیں تھی کہ تو اپنے خاوند کو مہذب لہجے سے مخاطب کرتی؟ یا بحث و تکرار سے باز آ جاتی اور خاموش رہتی؟

اپنے خاوند کا محاسبہ کرنے سے پہلے خود اپنا محاسبہ کر۔ خود اپنی ہی گھات میں بیٹھ جا۔ اپنے رویوں کا ایک ایک پہلو ٹٹول ٹٹول کر دیکھ اور جذبات سے بالا تر رہ کر اس امر کا جائزہ لے کہ پانی کہاں پڑ رہا ہے؟ اس بات کا کامل یقین رکھ کہ تیری یہ بے لاگ خود احتسابی اور سچا غور و فکر تیرے لیے بڑا مفید ہے۔ اِس کا نتیجہ تیرے لیے بہت سی بھلائیوں کی صورت میں نکلے گا۔ لیکن اگر تو نے اپنے اشتعال اور جذبات پر قابو نہ پایا اور اپنے خاوند کی فوقیت تسلیم نہ کی تو یقیناً دونوں طرف سے برہمی بڑھے گی، اجتماعی زندگی کا اطمینان جاتا رہے گا اور یوں یہ چھوٹا سا خاندان برباد ہو جائے گا۔

بسا اوقات ایسی لڑائیوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عورت میکے جا کر بیٹھ جاتی ہے اور پھر بات طلاق تک جا پہنچتی ہے۔

میری بہن! کیا تو یہ چاہتی ہے کہ اپنے ماتھے پر طلاق کا ٹیکہ لگا کر زندگی بسر کرے؟

کیا تو چاہتی ہے کہ معاشرہ تیرے بارے میں یہ رائے قائم کرے کہ تو نہایت بدزبان اور جھگڑالو عورت ہے؟

کیا تو یہ چاہتی ہے کہ طلاق کے دھبے سے تو اپنے آپ کو، اپنے والدین اور اپنے کنبے قبیلے کو رُسوا کرے اور کوئی گھرانہ تیرے خاندان میں شادی بیاہ کرنے پر تیار نہ ہو۔ سب تجھ سے اور تیرے گھرانے سے دور بھاگیں؟

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر عورت بذات خود طلاق کا مطالبہ کر دیتی ہے اور اسے اپنا حق سمجھتی ہے۔ یہ بہت بڑا جرم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

«أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا فِي غَيْرِ مَا بَأْسٍ، فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ»

''جو عورت بغیر کسی وجہ کے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے، اُس پر جنت کی خوشبو (بھی) حرام ہے۔''[1]

میری بہن! اس حدیث پر غور کر اور جناب رسول اللہ ﷺ کا انتباہ ملاحظہ کر کہ اللہ تعالیٰ نے طلاق مانگنے والی عورت پر جنت میں داخلہ تو درکنار اس کی خوشبو بھی حرام قرار دے دی ہے۔ پس میری دینی بہن تو اس فعل سے باز آجا تاکہ تیری عاقبت سنور سکے۔

میری بہن! تو پڑھ چکی ہے کہ فرمان رسول ﷺ کے مطابق تیری جنت اور جہنم تیرا خاوند ہے۔ تیری عاقبت تیرے خاوند کی رضامندی پر منحصر ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ کے

1. سنن أبي داود، الطلاق، باب في الخلع، حديث: 2226، و جامع الترمذي، الطلاق، باب ماجاء في المختلعات، حديث: 1187.

حضور تیری عبادت بھی اس وقت تک قبول نہیں جب تک تیرا خاوند تجھ سے راضی نہ ہو۔ تو پڑھ چکی ہے کہ عورت کے لیے خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا بھی ممنوع ہے۔ یعنی اگر خاوند راضی ہوگا تو تیرا نفلی روزہ مقبول ہے ورنہ نہیں۔ اس سے زیادہ صراحت ایک دوسری حدیث میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ثَلَاثَةٌ لَّا تَرْتَفِعُ صَلَاتُهُمْ فَوْقَ رُؤُوسِهِمْ شِبْرًا: رَجُلٌ أَمَّ قَوْمًا وَّهُمْ لَهٗ كَارِهُونَ، وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ، وَأَخَوَانِ مُتَصَارِمَانِ»

"تین افراد ایسے ہیں جن کی نمازیں ان کے سروں سے ایک بالشت بھی اُونچی نہیں ہوتیں: ایک وہ آدمی جو کسی قوم کی امامت کرائے جبکہ وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں، دوسری وہ عورت جو اس حالت میں رات گزارے کہ اس کا خاوند اس سے ناراض ہو اور تیسرے وہ دو بھائی جو آپس میں قطع تعلق کیے ہوئے ہوں۔"[1]

میری بہن! اگر تو شب زندہ دار بھی ہے لیکن تو اپنے خاوند سے روٹھ کر اپنے گھر یا میکے میں بیٹھی ہے اور تیرا خاوند تجھ سے خفا ہے تو جان لے تیرا یہ رات کو جاگنا اور اللہ کی عبادت کرنا یکسر فضول ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس وقت تک اس کی کوئی وقعت نہیں جب تک کہ تیرا خاوند تجھ سے راضی نہ ہو جائے۔

میری بہن! بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ خاوند حسب ونسب، تعلیم یا مال و دولت میں بیوی سے کم تر ہوتا ہے۔ یہ صورت حال نہایت احتیاط کی متقاضی ہوتی ہے کیونکہ

---

1 سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات

شیطان لعین، بیوی کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ تو اپنے خاوند سے برتر اور بہتر ہے کیونکہ تو تہی دست نہیں کہ خاوند کے نان و نفقے کی محتاج ہو، لہٰذا تو خاوند کی خدمت کرنے سے انکار کر دے۔

نہیں، میری بہن! یہ شیطان کا دھوکا ہے۔ اس دھوکے میں نہ آ۔ کیونکہ تیری حقیقی بھلائی اور عزت خاوند کی خدمت میں ہے۔ اگر کبھی تیرے دل میں یہ وسوسہ انگڑائی لے تو عالمِ انسانیت کی سب سے بڑی شخصیت حضرت محمد ﷺ کی صاحبزادی سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حالاتِ زندگی اپنے ذہن میں دہرا لیا کر اور اپنے دل پر دستک دے کر پوچھ کہ کیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی اعلیٰ اور افضل ہے کہ اپنے خاوند کی خدمت نہیں کر سکتی؟ جبکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خواتینِ جنت کی سردار ہونے کے باوجود اپنے شوہر گرامی رضی اللہ عنہ کی خدمت اور گھر کے کام کاج کیا کرتی تھیں۔ وہ بذاتِ خود چکی سے آٹا پیسا کرتی تھیں۔ اسی وجہ سے ان کے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے۔ ایک مرتبہ نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس غلام آئے تو آپ بھی غلام لینے حاضر ہوئیں لیکن نبیٔ اکرم ﷺ آپ کو نہ مل سکے۔ آپ نے اپنا مدعا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا اور انھوں نے وہ مدعا نبیٔ اکرم ﷺ کی آمد پر ان کے گوش گزار کر دیا۔ تو نبیٔ اکرم ﷺ اسی وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ نے انھیں فرمایا کہ خادم سے بہتر یہ ہے کہ تم جب بستر پر لیٹ جاؤ تو 33 بار سبحان اللہ، 33 بار الحمد للہ اور 34 بار اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔[1]

[1] صحيح البخاري، فرض الخمس، باب الدليل على أن الخمس لنوائب رسول الله ﷺ ...... حديث : 3113 ، وصحيح مسلم ، الذكر والدعاء ، باب التسبيح أول النهار وعند النوم ، حديث: 2727.

میری بہن! نبیٔ اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہیں ڈانٹا کہ تو میری بیٹی سے مشقت کیوں لیتا ہے۔ نہ اپنی بیٹی کو کام کرنے سے روکا۔ بلکہ آپ ﷺ کے فرمان کا واضح مطلب یہ ہے کہ بیٹی! خاوند کی خدمت تجھ پر فرض ہے۔ اس فریضے کی بجا آوری میں تجھے جو تکالیف بھی برداشت کرنی پڑیں تجھے برداشت کرنی چاہئیں۔ رہا ان تکالیف کا مداوا تو وہ غلام سے نہیں بلکہ اللہ کے ذکر ہی سے ہوسکتا ہے۔

میری بہن! اگر تو رئیس زادی ہے تو مکہ و مدینہ کے رئیس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی زندگی پر نظر دوڑا کہ جس کی خاندانی عظمت و شرافت اور حسب نسب میں کوئی شک ہے نہ ان کے باپ کی دولت مندی میں کوئی شبہ۔ جب اس رئیس زادی کا نکاح حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے ہوا تو وہ اپنے خاوند کے گھر کے تمام کام کاج کرتی تھیں۔ اپنے خاوند کی خدمت کرتی تھیں۔ ان سے مروی ہے کہ جب زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے نکاح کیا تو ان کے پاس کوئی زمین تھی نہ غلام۔ پانی لانے والی ایک اونٹنی اور ایک گھوڑے کے سوا ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ ان کے گھوڑے کے لیے میں ہی چارا تیار کرتی، پانی لے کر آتی، مشکیزہ بھی بذات خود سیتی اور آٹا گوندھتی تھی۔ مجھے صحیح طریقے سے روٹی پکانی بھی نہ آتی تھی، لہٰذا میری ہمسائیاں ہماری روٹیاں پکا دیتی تھیں۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو زمین کا جو حصہ بطور جاگیر عطا کیا تھا، وہاں سے میں اپنے سر پر گٹھلیاں لے کر آتی تھی۔ یہ جاگیر 6 میل کے فاصلے پر تھی۔ میں خود ہی اونٹنی کے لیے ان گٹھلیوں کو کوٹتی تھی۔ [1]

---

[1] صحيح البخاري، النكاح، باب الغيرة، حديث:5224، وصحيح مسلم، السلام، باب جواز إرداف المرأة ......، حديث:2182.

میری بہن! ان واقعات سے سبق حاصل کر اور انھیں اپنے لیے مشعل راہ بنا۔ خاوند کی اطاعت کرنے اور شکر گزار بننے کے لیے مندرجہ ذیل نصیحتوں پر عمل کر:

1 جو باتیں تیرا خاوند پسند کرتا ہے، اُن میں سے بعض باتیں تجھے ناپسند بھی ہوں تب بھی تجھے چاہیے کہ اپنے خاوند کے ساتھ اظہار محبت و یگانگت کرتے ہوئے اس کی پسند کو ترجیح دے اور اُس کے پسندیدہ کام انجام دینے میں کوتاہی نہ کر۔

2 اپنے خاوند کے ساتھ ایسا طرزِ عمل اختیار کر گویا اس کے بغیر تو کسی صورت رہ ہی نہیں سکتی۔

3 وسعت قلبی اور اعلیٰ ظرفی اختیار کر۔ جب تک نکاح کا بندھن ٹوٹنے کا خطرہ پیدا نہ ہو، تجھے چاہیے کہ تیرے خاوند کی طرف سے جو بھی منفی رجحانات تیرے سامنے آئیں، تو انھیں بُھلا دے۔

4 خاوند سے کوئی غلطی سرزد ہوجائے تو اسے خبردار کرنے کے لیے تجھے مناسب وقت، مناسب موقع، مناسب انداز اور مناسب جگہ اختیار کرنی چاہیے۔ جس غلطی کا اس نے ارتکاب کیا ہے، اس کی اصلاح کے لیے جلدی مت کر اور عفو و درگزر کا دامن تھامے رکھ۔ اسماء بنت خارجہ کے خاوند نے ایک مرتبہ اسے نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا:

> میرے معاملے میں عفو و درگزر کا دامن تھامے رکھنا، تم ہمیشہ میری محبت کے سائے میں رہو گی۔ جب میں آتش غضب میں جل رہا ہوں تو مجھ سے گفتگو مت کرنا۔ مجھ پر کبھی اس طرح چوٹ نہ کرنا جس طرح دف بجاتے ہوئے اس پر چوٹ لگائی جاتی ہے کیونکہ تجھے نہیں معلوم کہ خاوند کی دوری کس قدر تکلیف دہ ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ جب دل میں محبت اور نفرت اکٹھی ہوجائے تو محبت

وہاں سے چلی جاتی ہے۔[1]

- جو امور اور واجبات تجھ پر لازم ہیں ان کے بارے میں اس بات کا انتظار مت کر کہ خاوند یاد دلائے گا تو پھر تو انھیں انجام دے گی۔
- اپنے خاوند کے شعور میں یہ بات ہمیشہ اُجاگر رکھ کہ تیرے نزدیک وہ بہت عظیم انسان ہے اور تو اس کی محتاج اور اشد ضرورت مند ہے۔
- یہ بات اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے کہ تو اپنے خاوند کی غیر حاضری میں اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلے۔ اگر تو اس کی تائید اور اجازت کے بغیر باہر نکلتی ہے، جبکہ وہ اپنی غیر حاضری کی وجہ سے تیرے اس طرح نکلنے سے بے خبر ہے، تو پھر تو گناہ میں غوطہ زن ہوتی ہے، اپنی پاک دامنی برباد کرنے کا عمل انجام دیتی ہے اور تجھے اس گناہ کا شعور بھی نہیں ہوتا۔
- جس طرح تو اپنے خاوند کی موجودگی میں اس کے حقوق پہچانتی اور ان کی پاسداری کرتی ہے، اسی طرح اس کی غیر حاضری میں بھی اس کے حقوق کی پاسداری کر۔ اور جس طرح تو اس کی موجودگی میں اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کرتی ہے، اسی طرح اس کی غیر موجودگی میں بھی اپنی عفت وعصمت کی پوری حفاظت کر۔
- جب بھی تیرا شوہر تیری طرف دیکھے، تیرے ہونٹوں پر دائمی مسکراہٹ پائے۔ مسکراہٹ میں عجیب تاثیر ہے۔ مسکراہٹ چاہے لمحے بھر ہی کے لیے ہونٹوں کا احاطہ کرے، اس کا اثر بڑا خوش گوار اور دیرپا ہوتا ہے۔ تیرا شوہر تیرے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی جلوہ گری پائے گا تو وہ جہاں بھی ہوگا تیرا ہنستا مسکراتا چہرہ اُس کے خیالوں میں

[1] المجالس: 56/3، و محاضرات الأدباء: 33/2.

جگمگاتا رہے گا۔ اس طرح تو ہمیشہ اُس کے دل کی ملکہ بنی رہے گی۔ اس کا اثر اور یاد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تیرے خاوند کے حافظے میں نقش ہو جائے گی۔ جب وہ گھر میں داخل ہوگا یا گھر سے غائب ہوگا تو یہ مسکراہٹ اسے تیری یاد دلائے گی۔

لعنت و ملامت کرنا اور گالی دینا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي أَضْحٰى أَوْفِطْرٍ إِلَى الْمُصَلّٰى، فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ، فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ! تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي أُرِيتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ»

''رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے دن عید گاہ کی جانب نکلے۔ آپ کا گزر عورتوں کے قریب سے ہوا تو آپ ﷺ نے انھیں ارشاد فرمایا:

''اے خواتین کی جماعت! صدقہ کرو کیونکہ میں نے اہل جہنم میں تمھاری اکثریت دیکھی ہے۔'' مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ نے فرمایا:

«تَصَدَّقْنَ وَأَكْثِرْنَ الْاِسْتِغْفَارَ»

''صدقہ کرو اور استغفار کثرت سے کرو۔''

فَقُلْنَ: وَبِمَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: «تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، مَا رَأَيْتُ مِنْ نَّاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِينٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ» قُلْنَ: وَمَا نُقْصَانُ دِينِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: «أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ؟» قُلْنَ: بَلٰى! قَالَ:

«فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا، أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟» قُلْنَ: بَلٰى! قَالَ: «فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِينِهَا»

اُن عورتوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ (اہل جہنم میں ہماری) اس کثرت کا) سبب کیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم بکثرت لعنت و ملامت کرتی ہو اور خاوند کی نافرمانی کرتی ہو۔ میں نے تم جیسی عقل اور دین کم رکھنے والیوں سے بڑھ کر کسی عقل مند اور دور اندیش آدمی کی عقل کو لے جانے والا (اور اسے بے وقوف بنانے والا) کوئی نہیں دیکھا۔''

انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارے دین اور عقل میں کیا نقص اور کمی ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے مقابلے میں نصف نہیں ہے؟'' انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! بے شک نصف ہے! آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ان کی عقل میں نقص کی وجہ سے ہے۔ (پھر فرمایا:) کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت کو حیض آتا ہے تو وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے؟'' انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بے شک ایسا ہی ہے! تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ان کے دین میں نقص ہے۔''[1]

اس حدیث مبارکہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو ان کے

1 صحيح البخاري، الحيض، باب ترك الحائض الصوم، حديث: 304، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان نقصان الإيمان بنقص الطاعات، حديث: 79.

نسوانی عیوب میں سے دو عیبوں سے ڈرایا ہے۔ ان میں سے پہلا عیب عورتوں کا بکثرت لعنت ملامت کرنا اور بد دعا دینا ہے۔ یہ لعنت ملامت بسا اوقات وہ اپنی اولاد پر کرتی ہیں اور جب کبھی پڑوسیوں، رشتہ داروں یا خاوند کے ساتھ کوئی جھگڑا اور اختلاف پیدا ہو جائے تو اس وقت انھیں لعنت ملامت کرتی اور بد دعا دیتی ہیں۔

یقیناً عورت جس کے حق میں لعنت کرتی ہے، وہ اکثر لعنتوں کا مستحق نہیں ہوتا۔

میری مسلمان بہن! حق یہ ہے کہ کسی بھی مسلمان خاتون کو قطعی طور پر لعنت ملامت کرنے والا ہونا ہی نہیں چاہیے۔

تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ لعنت، یعنی خیر اور بھلائی سے دُور دھکیلنا اور دوسروں کو برا کہنا اور بد دعا کرنا ایک ہی بات ہے۔ مومن خاتون لعنت کرنے والی ہوتی ہے نہ طعنہ زنی کرنے والی، نہ وہ فحش گو اور بے حیا ہوتی ہے۔

ہر اس عورت کی یہی جبلت اور فطرت ہے جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے آخری رسول اور نبی ہونے پر ایمان رکھتی ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے اپنے اس فرمان میں یہی ایمانی جبلت اور فطرت واضح فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ»

''مومن طعنہ زنی کرنے والا ہوتا ہے نہ لعنت ملامت کرنے والا، وہ فحش گو ہوتا ہے نہ بے حیا۔ نہ وہ بدزبان ہوتا ہے۔''[1]

[1] جامع الترمذي، البر والصلة، باب ما جاء في اللعنة، حديث: 1977، و مسند أحمد: 405/1۔ اسے شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے، الصحيحة، حديث: 320.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يَنْبَغِي لِصِدِّيقٍ أَنْ يَّكُونَ لَعَّانًا»

''کسی صدیق (سچے مومن) کے لائق نہیں کہ وہ لعنت گر ہو۔''[1]

میری مسلمان بہن! بلاشبہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے:

«وَمَنْ لَّعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهِ»

''جس نے کسی مومن کو لعنت کی تو یہ چیز اسے قتل کرنے کی مانند ہے۔''[2]

اس کا سبب یہ ہے کہ ایک قاتل مقتول سے دنیا کے منافع اور فوائد منقطع کر دیتا ہے۔ اور جو شخص مومن پر لعنت کرتا ہے وہ دراصل چاہتا ہے کہ اس سے آخرت کو منقطع اور اللہ تعالیٰ کی اس رحمت سے دور کر دے جو ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے، لہٰذا یہ ایسا ہی ہے جیسے وہ کسی مومن کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان خاتون کو چاہیے کہ وہ کسی کو لعنت ملامت نہ کرے۔

اے لعنت گر خاتون! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ جو عورتیں بکثرت لعنت کرتی ہیں، چاہے وہ کتنی ہی نیک ہوں، وہ روزِ قیامت دوسروں کے حق میں شفاعت کرنے کے عظیم منصب سے محروم ہو جائیں گی۔

حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان حضرت ام درداء رحمہا اللہ کو پیغام بھجواتے تو وہ آپ رحمہ اللہ کی خواتین کے پاس رات بسر کرتی تھیں اور خواتین

---

1 صحيح مسلم، البر والصلة، باب النهي عن لعن...، حديث: 2597. 2 صحيح البخاري، الأدب، باب ما ينهى من السباب واللعن، حديث: 6047، و صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان غلظ تحريم قتل...، حديث: 110.

آپ سے دینی مسائل پوچھا کرتی تھیں۔ ایک رات عبدالملک اٹھا۔ اس نے اپنی خادمہ کو آواز دی۔ اس نے آنے میں تاخیر کر دی۔ عبدالملک نے اس پر لعنت کی تو حضرت ام درداء رحمہا اللہ نے فرمایا: ''لعنت مت کر کیونکہ مجھے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے بتایا تھا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

«لَا يَكُونُ اللَّعَّانُونَ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

''بلاشبہ بکثرت لعنت کرنے والے روزِ قیامت سفارشی بن سکیں گے نہ گواہ۔''[1]

میری بہن! ذرا ان سلف صالحین کے کردار پر غور کر تاکہ تو اس بدترین بُرائی سے پرہیز کر سکے۔ حضرت سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کبھی کسی خادم کو لعنت نہیں کی، صرف ایک مرتبہ ایک غلام کو لعنت کی تو (اس پر نادم ہو کر) اسے آزاد کر دیا۔''

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے کسی غلام پر لعنت کر رہے تھے، اسی دوران میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

«يَا أَبَا بَكْرٍ! أَللَّعَّانِينَ وَ صِدِّيقِينَ؟ كَلَّا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ»

''اے ابوبکر! کیا صدیق (سچے لوگ) اور لعنت کرنے والے لوگ، یہ صفات اکٹھی ہو سکتی ہیں؟ (پھر خود ہی فرمانے لگے:) رب کعبہ کی قسم! ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر وہ غلام اسی دن آزاد کر دیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

1 صحیح مسلم، البر و الصلة، باب النهي عن لعن الدواب وغيرها، حديث :2598.

خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ”میں دوبارہ یہ کام نہیں کروں گا۔“ [1]

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«كُنَّا إِذَا رَأَيْنَا الرَّجُلَ يَلْعَنُ أَخَاهُ، رَأَيْنَا أَنْ قَدْ أَتَى بَابًا مِّنَ الْكَبَائِرِ»

”جب ہم کسی آدمی کو اپنے کسی (مسلمان) بھائی پر لعنت کرتے دیکھتے تو ہم اس کے بارے میں یہ خیال کرتے تھے کہ وہ کسی کبیرہ گناہ کے دروازے پر آ گیا ہے (اس نے کبیرہ گناہوں میں سے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔)“ [2]

دوسروں پر لعنت کرنے والی خاتون! کیا تو نے اس لعنت کی قباحت اور ہلاکت کا اندازہ لگانے کی کوشش کی ہے کہ لعنت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر ناگوار ہے؟ اس کی شناعت کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو جاتا ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے۔ ایک انصاری خاتون ایک اونٹنی پر سوار تھی۔ (تو اونٹنی کے نہ چلنے کی بنا پر یا کسی اور وجہ سے) اس انصاری خاتون نے اسے ڈانٹا اور اس پر لعنت کی۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لعنت سنی تو فرمایا:

«خُذُوا مَا عَلَيْهَا وَدَعُوهَا، فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ»

”اونٹنی پر جو سامان ہے، اسے اتار لو اور اونٹنی کو چھوڑ دو کیونکہ یہ ملعون (لعنت زدہ) ہے۔“

حضرت عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ سماں اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے

---

1 الأدب المفرد، حديث: 319، وشعب الإيمان: 4/294 و 4/515. 2 صحيح الترغيب والترهيب: 3/61.

کہ اونٹنی لوگوں میں پھرتی تھی اور کوئی اس سے تعرض نہیں کرتا تھا۔ [1]

جب لعنت زدہ اونٹنی نبیٔ اکرم ﷺ کو پسند نہیں تو لعنت کرنے والی خاتون اور اس کا یہ فعل شنیع آپ ﷺ کو کس قدر ناگوار ہوگا؟

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ کے متعلق ایک واقعہ منقول ہے کہ آپ نے لکڑیاں خریدیں۔ لکڑیوں والے نے اپنے گدھے پر لعنت بھیجی تو حضرت وہب رحمہ اللہ نے فرمایا: میرے گھر میں لعنت زدہ جانور داخل نہیں ہوگا۔ (اور آپ نے اس سے لکڑیاں اٹھوانے سے انکار کر دیا۔) [2]

میری بہن! بلاشبہ فطرت انسانی کی بنا پر انسان سے خطائیں سرزد ہوتی رہتی ہیں اور بسا اوقات خطا کار انسان پر لوگوں کو غصہ بھی آتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ لوگ اس پر لعنت کرنا شروع کر دیں بلکہ انھیں چاہیے کہ وہ اسے سمجھائیں اور اس کے حق میں دعا کریں، لہٰذا ہر عورت کا فرض ہے کہ وہ اپنی کسی بہن، بیٹی یا عزیزہ کی کوتاہی پر اسے سرزنش کرے تو وہ سرزنش لعنت سے پاک ہونی چاہیے اور اس کا مقصد بھی دعوت الی اللہ ہونا چاہیے۔

مزید برآں تجھے یہ بات بھی ہر وقت ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ تجھ سے بھی خطا سرزد ہوسکتی ہے۔ اگر تو اب تک اس خطا سے بچی ہوئی ہے تو یہ تجھ پر اللہ کا احسان ہے۔ تجھے اس پر اللہ کا شکر کرنا چاہیے اور لعنت گری کی عادت بد سے پرہیز کرنا چاہیے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”جب تم دیکھو کہ تمھارا کوئی بھائی گناہ کر رہا ہے تو اس کے خلاف شیطان کے

[1] صحيح مسلم، البر والصلة، باب النهي......، حديث: 2595. [2] شرح السنة للبغوي: 136/13.

مددگار نہ بنو کہ تم اسے کہنے لگو: اے اللہ! اسے رسوا کر دے، اے اللہ! اس پر لعنت بھیج۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو۔ بلاشبہ ہم (حضرت محمد ﷺ کے صحابہ) اس وقت تک کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہتے تھے جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جاتا کہ اسے کس حالت پر موت آئی ہے۔ اگر اس کا انجام خیر کے ساتھ ہوتا تھا تو ہمیں معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ بھلائی کو پہنچ گیا ہے۔ اگر اس کا انجام برا ہوتا تو ہم اس کے عمل سے ڈرنے لگتے تھے۔"[1]

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جس نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا تھا اور لوگ اسے سبّ و شتم کر رہے تھے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے فرمایا: "اگر تم اسے کنویں میں گرا ہوا پاؤ تو کیا تم اسے نہیں نکالو گے؟"

انھوں نے جواب دیا: کیوں نہیں! حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "پس تم اپنے بھائی کو سب و شتم نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی اس بات پر حمد و ثنا کرو کہ اس نے تمھیں اس گناہ سے عافیت دی اور بچایا۔" انھوں نے پوچھا: کیا آپ کو اس پر غصہ نہیں آتا؟ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "یقیناً مجھے اس کے عمل پر غصہ آتا ہے اور اس کے عمل سے مجھے نفرت ہے۔ اگر یہ آدمی اس گناہ کو ترک کر دے تو یہ میرا بھائی ہے۔"[2]

میری مسلمان بہن! گزشتہ گفتگو سے یہ بات واضح ہو چکی ہو گی کہ لعنت کرنا نہایت بُری بات ہے۔ اس سے ہمیشہ دور رہنا چاہیے۔

یہاں میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ لعنت گری سے ملتا جلتا ایک دوسرا عیب گالی دینا ہے۔ اگرچہ ہمارے ہاں گالی نکالنا زیادہ قبیح عمل نہیں سمجھا جاتا لیکن درحقیقت یہ گناہ

1. شرح السنة: 137/13، حدیث: 3559. 2. شرح السنة: 137/13.

بھی لعنت کرنے سے کم نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اسے بھی لعنت قرار دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَّلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ» قِيلَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: «يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ [فَيَسُبُّ أُمَّهُ]»

"بلاشبہ بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت کرے۔" آپ ﷺ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آدمی اپنے والدین پر کیسے لعنت کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"آدمی کسی دوسرے آدمی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ یہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔"[1]

اس حدیث میں افصح العرب ﷺ نے لعنت اور گالی کو ایک دوسرے کے مترادف قرار دیا ہے۔ پچھلے صفحات میں لعنت کی قباحت واضح کی جاچکی ہے، لہٰذا جس طرح لعنت ممنوع ہے، اسی طرح گالی دینا بھی حرام ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

«سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَّقِتَالُهُ كُفْرٌ»

"کسی مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے لڑنا جھگڑنا اور جنگ و جدل کرنا کفر ہے۔"[2]

[1] صحيح البخاري، الأدب، باب لا يسب الرجل والديه، حديث: 5973. [2] صحيح البخاري، الإيمان، باب خوف المؤمن من......، حديث: 48، و صحيح مسلم، الإيمان، باب قول النبي ﷺ «سباب المسلم......»، حديث: 64.

یاد رہے کہ یہاں گالی سے مراد کسی کو برا کہنا یا کسی کے والدین کو برا کہنا ہے، یعنی کسی کو یہ کہنا کہ تو زانی، شرابی، دیوث یا کمینہ ہے...... سب وشتم کے عربی زبان میں یہی معنی ہیں۔ رہا کسی کو فحش گالی بکنا جو بہت سے افراد کا تکیہ کلام ہے تو یہ سب وشتم سے بھی بڑھ کر گھناؤنا جرم ہے۔ یہی چیز بدزبانی کہلاتی ہے۔ اور ایسے شخص کو رسول اللہ ﷺ مؤمن نہیں مانتے جیسا کہ ابھی اوپر یہ حدیث بیان کی گئی ہے۔

میری بہن! اگر کوئی عورت تجھے برا بھلا کہے یا گالی دے تو تب بھی تجھے زیب نہیں دیتا کہ تو اسے انتقاماً گالی دے کیونکہ اسلام انتقام کی بجائے درگزر اور عفو کو ترجیح دیتا ہے۔ مزید برآں تیرا یہ عفو اور صبر کرنا تیرے لیے اجر کی فراوانی کا باعث ہے۔ ابوتمیمہ ہجیمی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَإِنْ سَبَّكَ رَجُلٌ بِشَيْءٍ يَّعْلَمُهُ فِيكَ وَأَنْتَ تَعْلَمُ فِيهِ نَحْوَهُ فَلَا تَسُبَّهُ فَيَكُونُ أَجْرُهُ لَكَ وَوِزْرُهُ عَلَيْهِ»

''اگر کوئی شخص تیرے کسی عمل کے متعلق اپنے علم کی بنا پر تجھے برا کہے تو تجھے اس کے کسی عمل کے متعلق اپنے علم کی بنا پر اسے برا نہیں کہنا چاہیے کیونکہ اس (صبر اور عفو) کا اجر تیرے لیے ہے اور اس (گالی) کا وبال اس پر ہے جس نے گالی بکی ہے۔''[1]

میری بہن! جب انتقاماً اور بدلے کے طور پر گالی دینا یا برا کہنا بھی قابل ستائش نہیں تو تیرے لیے یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ تو کسی کو بلاوجہ اپنی گالی کا نشانہ بنائے؟

میری بہن! شیطان کے اس فتنے اور وسوسے سے بھی اپنا دامن بچا لے۔ وہ تجھے

[1] مسند أحمد: 483/3.

اس وسوسے میں مبتلا کرے گا کہ تو کون سا بلاوجہ اسے برا کہہ رہی ہے بلکہ تو اس میں پائے جانے والے ایک عمل شنیع ہی کی بنا پر اسے برا کہتی ہے۔

میری بہن! تجھے چاہیے کہ مندرجہ بالا حدیث کے مندرجات کو اپنی نگاہوں میں رکھے اور اس بات سے ڈرے کہ کہیں تو اس کی مصداق نہ بن جائے۔ کیونکہ یہ حدیث عمل شنیع کے مرتکب کو برا کہنے والے شخص پر گناہ کی وعید سناتی ہے اور اُسے وبال کا مستحق قرار دیتی ہے۔

مزید برآں تو کسی عورت کو برا کہے گی تو وہ بھی جواباً تجھے برا کہے گی۔ جو بات تو اس سے منسوب کرے گی، وہ اس میں مزید جھوٹ سچ کا اضافہ کر کے اسے تیرے سر تھوپ دے گی۔ یوں یہ بات بجائے کم ہونے کے بڑھتی ہی چلی جائے گی اور بالآخر لڑائی جھگڑے اور ناراضی تک جا پہنچے گی۔ پھر جوں جوں ارتکابِ گناہ ہوگا اسی نسبت سے انجام بھی برا ہوتا چلا جائے گا۔ اگر معاملہ آپس میں سالہا سال کی ناراضی تک جا پہنچا تو اللہ تعالیٰ تجھے ہرگز معاف نہیں کرے گا۔

اس خطرناک بیماری کے علاج اور اس کی دوا کے بارے میں گفتگو کرنے سے پہلے میں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ مضبوط، طاقتور اور بہادر وہ عورت نہیں ہے جو غصے سے مغلوب ہو کر دوسروں کو گالیاں دینے لگے بلکہ وہ عورت ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھتی ہے۔

اس عیب سے نجات پانے کے لیے ضروری ہے کہ تو خوب ذہن نشین کر لے کہ مومن خاتون اپنی زبان کی حفاظت کرتی ہے، وہ انتہائی پاکیزہ باتیں کرتی ہے اور انتہائی پاکیزہ باتیں ہی سنتی ہے۔

اے دوسروں پر لعنت کرنے والی خاتون! اس بھول میں نہ رہ کہ تیرے اس فعل کی کوئی گرفت نہیں کر سکتا۔ یاد رکھ تیری یہ تمام لعنتیں لکھی جا رہی ہیں اور قیامت کے دن ان کی تجھ سے جواب طلبی کی جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝﴾

''انسان جو بات بھی منہ سے نکالتا ہے، اسے لکھنے کو اس کے پاس ایک نگران (فرشتہ) تیار ہوتا ہے۔''[1]

---

[1] قٓ 18:50.

لہٰذا اس سے پہلے کہ ان مبنی بر لعنت الفاظ کے بارے میں تیرا محاسبہ کیا جائے، یہ بات تیرے لیے زیادہ بہتر ہے کہ تو بذاتِ خود اپنی گفتگو کا محاسبہ کر لے۔

میری بہن! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تیری لعنتیں رب ارض و سما کے غضب کو دعوت دیتی ہیں، تیرے اعمال نامے میں مزید برائیاں لکھے جانے کا سبب بنتی ہیں اور تجھے تیار کرتی ہیں کہ اہل حقوق تجھ سے اپنا اپنا بدلہ لے لیں۔ کوئی آدمی آئے وہ بھی تیری نیکیاں لے جائے اور کوئی عورت آئے وہ بھی تیری نیکیاں لے جائے اور تو خالی ہاتھ ملتی رہ جائے۔ یہ سب کچھ تیری زبان کی لغزشوں کی وجہ سے ہوگا۔

جب بھی تجھے اپنی زبان کی لغزشیں یاد آئیں تو تجھے بکثرت توبہ و استغفار کرنا چاہیے، فرض نمازیں اور نوافل پڑھنے چاہئیں اور صدقہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ نیکیاں برائیوں کو مٹا ڈالیں گی۔ مزید برآں روزِ قیامت ان نیکیوں کی وجہ سے بندوں کو رضامند کر لیا جائے گا۔

اے لعنت گر خاتون! کیا تو نے کبھی سوچا ہے کہ تیری بھیجی ہوئی لعنت کہاں جاتی ہے؟ کیا وہ واقعی تیری لعنت کردہ خاتون پر پڑتی ہے یا اس کی پھٹکار تیرے اوپر پلٹ آتی ہے؟ میں بتاتا ہوں کہ یہ لعنت کہاں جاتی ہے۔ رہبر کائنات ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ إِلَى السَّمَاءِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ دُونَهَا، ثُمَّ تَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُهَا دُونَهَا، ثُمَّ تَأْخُذُ يَمِينًا وَّشِمَالًا فَإِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَّجَعَتْ إِلَى الَّذِي لُعِنَ فَإِنْ كَانَ لِذٰلِكَ أَهْلًا وَّ إِلَّا رَجَعَتْ إِلٰى قَائِلِهَا»

”جب کوئی بندہ کسی پر لعنت بھیجتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھ جاتی

مفسرین نے ﴿ قِنطَارًا ﴾ ''خزانہ'' کی مقدار کے بارے میں مختلف آراء دی ہیں لیکن ان سب کا حاصل یہ ہے کہ قنطار سے مراد بہت زیادہ مال ہے۔

گھوڑوں سے محبت کی تین اقسام ہیں: بسا اوقات گھوڑے پالنے والے انھیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے کی غرض سے باندھتے ہیں کہ جب بھی ان کی ضرورت پیش آئے گی تو وہ ان گھوڑوں پر سوار ہو کر کفار سے جہاد کریں گے ایسے لوگوں کو اجر و ثواب سے نوازا جاتا ہے۔ بسا اوقات گھوڑوں کو فخر اور اہل اسلام کی مخالفت کے لیے باندھا جاتا ہے۔ گھوڑوں کی یہ قسم اپنے مالکوں کے اوپر وبال اور بوجھ ہے۔ بسا اوقات گھوڑوں کو ان کی نسل بچانے اور ان کی حفاظت کی غرض سے پالا جاتا ہے اور ان کی گردنوں پر جو اللہ کا حق واجب ہوتا ہے اسے بھلایا نہیں جاتا۔ پس گھوڑوں کی یہ قسم اپنے مالک کے لیے پردہ ہے۔

﴿ اَلْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ ﴾ میں نشان زدہ سے مراد ان کی چمک دار پیشانی اور چاروں کلیانوں کی سفیدی ہے۔ ﴿ وَالْاَنْعَامِ ﴾ سے مراد اونٹ، گائے اور بکریاں ہیں۔ ﴿ وَالْحَرْثِ ﴾ سے مراد وہ زمین ہے جسے بونے اور کاشت کرنے کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ یعنی یہ تمام اشیاء دنیاوی زندگی کی چمک دمک، متاع اور اس کی فانی اور زائل ہونے والی زینت ہیں۔ ﴿ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے ہاں عمدہ ٹھکانا اور بہترین اجر و ثواب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ﴾ یعنی اے نبی! لوگوں

ہے۔ آسمان کے دروازے اس کے لیے بند کردیے جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ لعنت زمین کی طرف اتر کر آتی ہے تو اس کے لیے زمین کے دروازے بھی بند کردیے جاتے ہیں۔ پھر وہ دائیں اور بائیں جانب راستہ ڈھونڈتی ہے۔ جب وہ کوئی راہ نہیں پاتی تو اس کی طرف پلٹ جاتی ہے جس پر لعنت کی گئی ہوتی ہے۔ اگر وہ شخصیت اس کی مستحق ہوتی ہے (تو اس پر پڑتی ہے) ورنہ وہ الٹی لعنت کرنے والے پر جاپڑتی ہے۔''[1]

اے لعنت گر بہن! لعنت کی قباحت اور شناعت پر غور کر۔ لعنت کو آسمان و زمین اور افق میں سے کوئی بھی قبول نہیں کرتا اور لعنت بذات خود بھی نہیں چاہتی کہ وہ لعنت زدہ فرد کی طرف جائے بلکہ وہ زمین و آسمان میں ہر جگہ سر چھپانے کی جگہ ڈھونڈتی ہے۔ جب اسے کوئی جگہ نہیں ملتی تو وہ لعنت زدہ شخص کی طرف جاتی ہے، اگر وہ بھی اس گناہ کا مرتکب نہ ہو اور اس لعنت سے مبرا ہو تو اسے وہاں بھی ٹھکانا نہیں ملتا، چنانچہ وہ لوٹ کر تجھ پر آپڑتی ہے۔

میری بہن! تجھ سے بہتر تو تیری بھیجی ہوئی لعنت ہے۔ وہ بندوں کا لحاظ کرتی ہے لیکن تو نہیں کرتی۔ اس لعنت کا کیا فائدہ جو پلٹ کر تجھی پر آپڑتی ہے اور تجھے دوگنا نقصان پہنچاتی ہے۔ ایک تو تیرے نامۂ اعمال میں لعنت گری کے گناہ کا اضافہ ہوتا ہے، پھر اس کے ساتھ ساتھ وہ لعنت بھی تجھی پر پڑتی ہے۔ اور جب تو لعنت پڑنے کی وجہ سے ملعون ہو جاتی ہے تو اس درجے گری ہوئی بدترین عورت بن جاتی ہے کہ اگر اس لعنت کو کوئی محسوس کرنے والا ہوتو وہ کبھی تجھے اپنے پاس بھی نہ پھٹکنے دے اور تجھے

[1] سنن أبي داود، الأدب، باب في اللعن، حديث: 4905.

نبیٔ اکرم ﷺ کے دور کی ملعون اونٹنی کی مانند رُوئے زمین پر سر چھپانے کی جگہ بھی نہ ملے، نہ تجھے کوئی اپنانے والا ہو جیسا کہ تو ابھی اس لعنت زدہ اونٹنی کے بارے میں پڑھ آئی ہے جس پر لعنت کی گئی تو کوئی اسے چُھونے کا روادار بھی نہ تھا۔ یہ تو ہے تیرا دنیاوی انجام۔ رہا آخرت کا انجام تو بلاشبہ وہ دنیاوی عذاب سے بدرجہا سخت اور تکلیف دہ ہے۔

میری بہن! جہاں تک لعنت گری سے مشابہت اور قربت رکھنے والے دوسرے عیب، گالی دینے کا تعلق ہے، تجھے اُس سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ ان دونوں عیبوں سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ تو اپنے غصے اور نفرت کے جذبات پر کنٹرول کر۔ کیونکہ غصہ ہی وہ چیز ہے جو تیری زبان کو بے لگام کر دیتا ہے۔

اگر کوئی عورت تجھے نقصان پہنچاتی ہے یا کوئی ایسا فعل انجام دیتی ہے جو تجھے ناگوار گزرتا ہے تو اس پر صبر کر اور اس کے لیے ہدایت کی دعا کر۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب تو گالی بکتی ہے تو تیرے ساتھ شیطان ہوتا ہے جو تیرے غصے کی آگ بھڑکاتا رہتا ہے۔

کیا تو یہ چاہتی ہے کہ تیرا ساتھی رحمت الٰہی سے دھتکارا ہوا شیطان بنے جو تیرا ابدی دشمن ہے اور تجھے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا چاہتا ہے۔

ذرا اس واقعے پر نگاہ عبرت ڈال جسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبیٔ اکرم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص آیا۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا کہنے لگا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ یہ صورتِ حال دیکھ کر مسکراتے اور صبرِ ابوبکر سے محظوظ ہوتے رہے۔ جب اس نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حد سے زیادہ برا کہا تو انھوں نے بھی اسے جواب دے دیا۔ نبیٔ اکرم ﷺ یہ سن کر ناراض

ہو گئے اور اٹھ کر چلے گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے پیچھے گئے۔ آپ ﷺ سے ملے اور کہا کہ وہ شخص مجھے برا کہتا رہا تو آپ ﷺ تشریف فرما رہے اور جب میں نے اسے جواب دیا تو آپ ناراض ہو کر چلے آئے...... آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّهُ كَانَ مَعَكَ مَلَكٌ يَرُدُّ عَنْكَ، فَلَمَّا رَدَدْتَ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهِ وَقَعَ الشَّيْطَانُ فَلَمْ أَكُنْ لِأَ قْعُدَ مَعَ الشَّيْطَانِ»

''بلاشبہ تیرے ساتھ فرشتہ تھا جو تیری طرف سے اسے جواب دے رہا تھا۔ جب تو نے اسے اس کی بعض باتوں کا جواب دیا تو اس معاملے میں شیطان پڑ گیا اور میں شیطان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا۔''[1]

اے میری بہن! کیا تو بھی شیطان کی معیت چاہتی ہے؟ کیا تو بھی فرشتے کی پھٹکار اور جواب کی مستحق بننا چاہتی ہے؟

اے مسلمان بہن! جب تو کسی کو بُرا کہتی ہے تو تیرے مقابلے میں موجود بہن کی طرف سے فرشتے تجھے جواب دیتے ہیں اور شیطان تیرا ساتھ دیتا ہے اور تیری آتش غضب کو انگیخت کرتا ہے۔

اے بہن! ذرا سوچ کیا تو اس بات کے انجام کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتی ہے کہ دوسری عورت کو بُرا کہنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے تیرے خلاف بولیں، تجھے بُرا کہیں اور لعنت ملامت کریں۔ جب اللہ تعالیٰ ہی تیرے خلاف فرشتوں کو لعنت ملامت کی اجازت دے رہا ہے تو بتا پھر تجھے کون اپنی پناہ میں لے گا؟ ہاں! ایک ذات تجھے اپنی پناہ میں لیتی ہے اور وہ ہے شیطان، جس کی پناہ سراسر دھوکا ہے۔

1. سنن أبي داود، الأدب، باب الانتصار، حديث: 4896، ومسند أحمد: 436/2 واللفظ له.

لہٰذا میری بہن! سنبھل جا شیطان کی رفاقت سے بچ جا اور دوسروں کو برا کہنے سے اپنی زبان کو اسی دنیا میں روک لے ورنہ قیامت کے دن کا سماں بڑا عجیب ہوگا۔ تیری نیکیاں ان لوگوں کو دے دی جائیں گی جنھیں تو نے دنیا میں گالی دی تھی یا ان پر لعنت کی تھی، پھر تیرا کیا حال ہوگا؟ ذرا اس حدیث کی روشنی میں اپنے آپ کو قیامت کے دن میں موجود تصور کر۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے پوچھا: ''کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟'' صحابۂ کرام نے جواب دیا: ہم میں سے مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس مال و متاع نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَّأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَّصِيَامٍ وَّزَكَاةٍ، وَّيَأْتِي، قَدْ شَتَمَ هٰذَا، وَقَذَفَ هٰذَا، وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا، وَضَرَبَ هٰذَا، فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ، أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ»

''بلاشبہ میری امت کا مفلس شخص وہ ہے جو روز قیامت نماز، روزے اور زکاۃ لے کر آئے گا۔ وہ آئے گا تو صورت حال یہ ہوگی کہ (دنیا میں) اس نے کسی کو گالی دی ہے، کسی پر تہمت لگائی ہے، کسی کا مال ہڑپ کیا ہے، کسی کا خون بہایا ہے اور کسی کو مارا ہے، چنانچہ ان مظلوم لوگوں میں سے ایک ایک کو اس کی نیکیوں میں سے (اس کے ظلم کے مطابق) نیکیاں دی جائیں گی۔ اگر اس کی نیکیاں اس کے جرائم کا بدلہ چکائے جانے سے پہلے ختم ہوگئیں تو ستم رسیدہ

لوگوں کی خطائیں اور گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے۔ پھر اُسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔"[1]

اے لعنت گر اور گالی دینے والی خاتون! نگاہ عبرت سے اس حدیث کو بار بار پڑھ اور چشم تصور سے روز قیامت کا وہ منظر دیکھ جب تو دربار الٰہی میں کھڑی ہوگی اور لوگ اپنے اوپر ڈھائے گئے تیرے مظالم، تیری لعنتوں اور گالیوں کا مقدمہ اس شہنشاہِ حقیقی کے دربار میں پیش کریں گے جس سے بڑھ کر علم رکھنے والا ہے نہ کوئی منصف، جس سے بڑھ کر کوئی مظالم کا بدلہ دلوانے پر قادر ہے نہ کوئی اس سے ظالم کو بچانے والا، چنانچہ ان کی دادرسی کی جائے گی اور تو اپنی ٹوٹی پھوٹی نیکیوں سے محروم کر دی جائے گی اور ان ستم رسیدہ لوگوں کے گناہوں کے بوجھ تلے جہنم میں پھینک دی جائے گی۔

---

1 صحیح مسلم، البر والصلة، باب تحریم الظلم، حدیث:2581.

فضول خرچی اور زیب وزینت

خواتین کے عیوب میں سے ایک بدترین عیب فضول خرچی ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

وَالْفَقْرُ أَحْمَدُ مِنْ مَّالٍ تُبَذِّرُهُ
إِنَّ افْتِقَارَكَ مَأْمُونٌ بِهِ السَّرَفُ

''فقیری اور تنگ دستی ایسے مال سے زیادہ قابلِ حمد وستائش ہے جسے تو فضول خرچ کرتا ہے کیونکہ تیری تنگ دستی کی وجہ سے اسراف اور فضول خرچی محفوظ ہوتی ہے۔''

اس شعر میں شاعر نے دو عیوب کا تقابل کیا ہے: ایک مال کا نہ ہونا، دوم مال آجانے پر اسے فضول برباد کرنا۔ اور پھر شاعر نے مال کے نہ ہونے کو فضول خرچی پر ترجیح دی ہے، یعنی دونوں عیوب میں سے بدترین عیب فضول خرچی ہے کیونکہ فقیری اور تنگ دستی وہبی چیز ہے اور فضول خرچی کسبی عیب ہے۔ کسبی عیب بدتر ہوتا ہے۔

اسراف اور فضول خرچی کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے ضرورت سے زیادہ خرچ کرے، اللّوں تللّوں میں مال اڑائے اور ناجائز کاموں میں اسے صرف کرے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم محمد ﷺ کے ساتھی آپس میں کہا کرتے تھے کہ مال کو ناحق خرچ کرنا فضول خرچی ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فضول خرچی سے منع فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۖ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ۝﴾

''اور فضول خرچی سے مال نہ اڑا۔ بے شک فضول خرچ شیاطین کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا سخت ناشکرا ہے۔''[2]

نیز فرمایا:

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۝﴾

''اور کھاؤ اور پیو اور بے جا نہ اڑاؤ، بے شک اللہ بے جا اڑانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''[3]

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ»

''اور (اللہ تعالیٰ نے) تمھارے لیے بری اور فضول باتوں، کثرت سوال اور دولت کے ضیاع کو ناپسند کیا ہے۔''[4]

میری بہن! ان آیات کریمہ اور حدیث نبوی میں فضول خرچی سے نہ صرف منع فرمایا گیا ہے بلکہ اس کی قباحت بھی بیان کی گئی ہے کہ ایسا انسان شیطان کا بھائی ہے

1 تفسير الطبري: 73/15، والدرالمنثور: 274/5. 2 بنی إسرآء يل 17:26. 3 الأعراف 7:31. 4 صحيح البخاري، الاستقراض، باب ما ينهى عن إضاعة المال، حديث: 2408.

اور اللہ تعالیٰ ایسے انسان کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ دین اسلام جہاں اس بات سے منع کرتا ہے کہ فضول خرچی نہ کی جائے، وہیں وہ کنجوسی اور بخل کو بھی پسند نہیں کرتا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَاتَّقُوا الشُّحَّ، فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ»

''اور کنجوسی اور بخل سے بچو کیونکہ کنجوسی اور بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔''[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

«وَلَا يَجْتَمِعُ الشُّحُّ وَالْإِيمَانُ فِي قَلْبِ عَبْدٍ أَبَدًا»

''کسی بندے کے دل میں ایمان اور کنجوسی دونوں کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔''[2]

میری مسلمان بہن! میں نے دو انتہاؤں کا تذکرہ کیا ہے جن میں آج ہماری بیشتر خواتین مبتلا ہیں۔ ہماری بعض بہنیں تو وہ ہیں جن کے پاس جتنا مال آ جائے وہ چند دنوں بلکہ چند لمحوں میں فضول خرید و فروخت میں اڑا دیتی ہیں۔ پھر بڑے فخر سے شیخیاں مارتی ہیں کہ ہم نے اتنی رقم کی شاپنگ کی۔

ان کی یہ فضول خرچی عموماً جدید فیشن پر مبنی ملبوسات، ان ملبوسات سے میچنگ رکھنے والے سینڈل، میک اپ کے سامان اور گھریلو آرائش و زیبائش کی تکمیل کے لیے ہوتی ہے۔ یہ تمام چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کسی عورت کو قیامت تک بھی زندگی عطا کر دی

---

1 صحيح مسلم، البر والصلة، باب تحريم الظلم، حديث: 2578. 2 سنن النسائي، الجهاد، باب فضل من عمل في سبيل الله، حديث: 3113,3112.

جائے اور دنیا کی تمام دولت اس کے قدموں میں ڈال دی جائے، تب بھی وہ اپنی متلون مزاج طبیعت کی بنا پر ان چیزوں سے سیر نہیں ہوگی بلکہ نت نئے فیشنوں کی تلاش میں خوار، اپنے چہرے کو جدید بے ہودہ نقش و نگار سے آلودہ کرنے، اپنے گھر کو نئی ترتیب دینے اور آرائش وزیبائش کے لیے پریشان ہوتی رہے گی۔

ایسی خواتین کا عالم یہ ہے کہ ان کا لباس اور میک اپ وغیرہ چاہے سب سے اچھا ہو، تب بھی وہ دوسروں کے لباس، جیولری اور میک اپ وغیرہ کو دیکھ کر احساس کمتری کا شکار ہو جاتی ہیں اور دوسری خواتین کی تقلید میں اپنی اچھی بھلی شخصیت کو بھدا اور داغ دار بنا لیتی ہیں۔

ایسی خواتین کے گھروں میں جوتوں، لباس اور جیولری وغیرہ کی بھرمار ہوتی ہے اور شیخی مارنے والی یہ عورت دوسری خواتین کو فخر سے بتاتی ہے کہ میرے پاس فلاں فلاں چیز اتنی تعداد اور مقدار میں موجود ہے۔ اور اگر کوئی خاتون ایسی عورت سے یہ کہہ دے کہ اس کے پاس مذکورہ چیز اس کی نسبت زیادہ تعداد میں موجود ہے تو اُس کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ پھر وہ اپنے خاوند کے پیچھے پڑ جاتی ہے، سینہ کوبی کرتی ہے اور ناشکری کرتے ہوئے کہتی ہے کہ مجھے تیرے گھر سے کبھی کچھ نصیب نہیں ہوا۔

ایسی خواتین عموماً امیر طبقے سے تعلق رکھتی ہیں لیکن یہ فطرت اور عیب درمیانے درجے کی خواتین میں بھی پایا جاتا ہے، وہ بھی حتی المقدور اپنی یہ بے مقصد خواہش پوری کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

اسی طرح ہماری بعض بہنیں دوسری انتہا پر قائم ہیں اور وہ ہے کنجوسی، جسے وہ

بسا اوقات کفایت شعاری قرار دیتی ہیں، حالانکہ ان کے اس بخل کا کفایت شعاری سے کوئی تعلق نہیں۔

یہ ایسی خواتین ہیں کہ ان کا ایک ایک لباس کئی کئی سال چلتا ہے اور اپنے خاوندوں کے لیے جائز زیب وزینت بھی اختیار نہیں کرتیں۔ ان کے گھر سے فرسودگی عیاں ہوتی ہے۔ ایسی عورتیں کسی دکان پر چلی جائیں تو دکان داروں سے فضول تکرار کرتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ انھیں وہ چیز مفت ہی مل جائے۔

یہ خواتین تحائف لینے کو ہر دم تیار رہتی ہیں لیکن تحفہ دینا انھیں کبھی گوارا نہیں ہوتا۔ ایسی خواتین کبھی کسی کو کوئی چیز دینے پر راضی ہی نہیں ہوتیں اور اگر کبھی کسی کو کچھ دے بھی دیں تو اپنے اس احسان کا برسوں ڈھنڈورا پیٹتی ہیں۔

ایسی خواتین اپنی صحت اور حسن و آرائش کا قطعاً خیال نہیں رکھتیں اور موسمی پھلوں اور دیگر مرغوبات زندگی سے کبھی لطف اندوز نہیں ہوتیں۔ بیمار پڑ جائیں تو ان کی ابتدائی خواہش یہی ہوتی ہے کہ دوا نہ لینی پڑے۔ اگر ڈاکٹر یا حکیم سے دوائی لے بھی لیں تو طبیب یا ڈاکٹر کے نسخے کو مکمل طور پر استعمال نہیں کرتیں۔

ایسی خواتین عموماً درمیانے درجے سے تعلق رکھتی ہیں جسے سفید پوش طبقہ کہا جاتا ہے۔ میری اس گفتگو سے مراد ایسی خواتین ہرگز نہیں جو نچلے طبقے سے تعلق رکھتی ہیں، انھیں اہم ضروریاتِ زندگی کا سامان بھی بمشکل میسر آتا ہے اور ان کی زندگی کے اکثر ایام فاقوں میں بسر ہوتے ہیں بلکہ میری اس گفتگو سے مراد وہ خواتین ہیں جو ضروریاتِ زندگی سے زیادہ مال رکھتی ہیں اور ان کی آمدنی ان کے اخراجات سے زیادہ ہوتی ہے لیکن وہ پھر بھی کنجوسی کرتی ہیں۔ ان میں اگرچہ اکثریت سفید پوش طبقے

کی ہے لیکن بعض امیر گھرانے کی خواتین بھی کنجوسی میں مبتلا ہیں۔ یہ وہ خواتین ہیں جو اللہ کے راستے میں کچھ بھی خرچ نہیں کرتیں۔

میری بہن! اسلام ان دونوں انتہاؤں سے مبرا اور پاک ہے اور وہ اعتدال اور میانہ روی کا قائل ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسے جس قدر دیا ہے وہ اسے استعمال کرے اور اللہ کی نعمتوں کے اثرات سے اپنی ذات کو مزین کرے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

إِذَا وَسَّعَ اللّٰهُ فَأَوْسِعُوا

"جب اللہ تعالیٰ تم پر (مال و دولت کی) وسعت کر دے تو تم بھی (لباس وغیرہ کے معاملے میں) وسعت اختیار کرو۔"[1]

میری بہن! جو بھی تیری روش ہو، خواہ تو عیاش اور فضول خرچ ہو یا کنجوس، دونوں صورتوں میں تجھ پر اپنی اصلاح واجب ہے۔ تجھے چاہیے کہ تعلیماتِ اسلامیہ کو حرز جان بنا لے کیونکہ اسی میں ساری دنیاوی مصیبتوں اور مشکلات کا مداوا ہے اور یہی آخرت میں حصول جنت کا ذریعہ ہے۔

اسلام ذاتی معاملات میں کنجوسی قبول کر کے رہبانیت کو فروغ دینا چاہتا ہے نہ فضول خرچی اور اسراف کی اجازت دے کر انسان کو شیطان کا بھائی بنانے کی خواہش رکھتا ہے بلکہ اسلام اعتدال کی دولت دیتا ہے اور تاکید کرتا ہے کہ اپنی ضروریات سے کم خرچ کرو نہ زیادہ۔ جس جگہ جتنی ضرورت ہو اتنا ہی خرچ کرو۔

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

1. صحیح البخاري، الصلاة، باب الصلاة في القمیص……، حدیث: 365.

«اَلسَّمْتُ الْحَسَنُ وَالتُّؤَدَةُ وَالِاقْتِصَادُ جُزْءٌ مِّنْ أَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِينَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ»

''عمدہ طور طریقہ، ٹھہراؤ، کام میں سوچ بچار اور میانہ روی نبوت کا چوبیسواں حصہ ہے۔''[1]

کسی شاعر نے کہا ہے:

وَلَا تَغْلُ فِي شَيْءٍ مِّنَ الْأَمْرِ وَاقْتَصِدْ

كِلَا طَرَفَيْ قَصْدِ الْأُمُورِ ذَمِيمُ

''کسی بھی معاملے میں ذرہ بھر غلو اور زیادتی نہ کر۔ میانہ روی اختیار کر۔ اعتدال اور میانہ روی کے دونوں انتہائی اطراف مذموم ہیں۔''

میری بہن! اسلام مطالبہ کرتا ہے کہ مال کو خرچ کرتے وقت سمجھ بوجھ سے کام لیا جائے۔ پس جہاں ضرورت ہو وہاں بقدر ضرورت خرچ کر اور اپنے ذرائع آمدنی اور اخراجات کے مابین ایسی منصوبہ بندی کر کہ تجھے دنیا میں کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے نہ آخرت میں ندامت اٹھانی پڑے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حُسْنُ التَّقْدِيرِ فِي الْمَعِيشَةِ أَفْضَلُ مِنْ نِّصْفِ الْكَسْبِ

''اپنی معیشت اور اسبابِ زندگی میں عمدہ منصوبہ بندی آدھی کمائی سے بہتر ہے۔''[2]

میری بہن! اعتدال کو اپنا۔ فضول خرچی کو ترک کر دے۔ کیونکہ فضول خرچی

---

1 جامع الترمذي، البر والصلة، باب ما جاء في التأني والعجلة، حديث: 2010. 2 عيون الأخبار: 331/3.

روز قیامت تیرے لیے ندامت کا سبب بنے گی۔ یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے آسائشیں حاصل کرنے اور آرزوؤں کی تکمیل کے لیے نہیں بنائی بلکہ یہ تو آخرت کی تیاری کے لیے ایک امتحان گاہ ہے۔ تیری خواہشوں کی تکمیل اور ارمان پورے ہونے کا اہتمام جنت ہی میں ہوسکتا ہے، لہٰذا اس کی تیاری کر۔

اسراف کرنے والی خاتون! کیا تجھے ابھی اپنی فضول خرچی اور اسراف کا احساس نہیں ہوا جبکہ تیرا اسراف اور فضول خرچی حد سے بڑھ چکی ہے؟

مجھے بتا کہ زندگی کا وہ کون سا لمحہ ہے جب تو اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے اسراف اور زیادتی نہیں کرتی۔ صبح ہوتی ہے تو فضول خرچی میں، شام ہوتی ہے تو فضول خرچی میں، کھانا، پینا، لباس اور آرام غرضیکہ تجھ سے تعلق رکھنے والی ہر چیز اسراف اور فضول خرچی کی تصویر بنی ہوئی ہے۔

میری بہن! کیا ابھی تک وہ لمحہ نہیں آیا کہ تو اپنی فضول خرچی سے توبہ کرلے اور اپنے لباس، زیب وزینت، آرائش و زیبائش، جیولری، سامان خورونوش، ذرائع راحت وسکون وغیرہ ہر چیز میں وہ میانہ روی اپنا لے جو ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سمجھائی ہے۔

میری بہن! میں تجھے منع نہیں کرتا عمدہ لباس پہننے سے،

میں منع نہیں کرتا جائز زیب وزینت اختیار کرنے سے،

میں منع نہیں کرتا آنکھوں کے کاجل اور رخساروں کے غازے سے،

میں منع نہیں کرتا عمدہ خوراک کھانے اور صحیح اور مفید چیزیں پڑھنے اور سننے سے،

میں مخل نہیں ہونا چاہتا تیرے راحت وسکون میں،

میں منع کرتا ہوں اسراف، زیادتی اور فضول خرچی سے۔ فضول خرچی فوراً ترک

کر دے۔

میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ مندرجہ بالا تمام امور ٹھیک ہیں۔ بے شک تیرا حق بنتا ہے کہ تُو اس دنیا کی حیاتِ مستعار میں ان چیزوں سے محظوظ ہو۔ لیکن میری بہن! ذرا اعتدال کا دامن تھام! ان چیزوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے حدِ اعتدال سے آگے نہ بڑھ!

میری بہن! آ میں تجھے بتاتا ہوں کہ تو نے کہاں کہاں فضول خرچی کے ہاتھوں زک اٹھائی ہے اور کہاں کہاں ٹھوکر کھائی ہے۔

میری بہن! یہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں لباس جیسی نعمت سے نوازا۔ اس کی بنا پر آج ہم بہت سے جسمانی عیوب چھپائے پھرتے ہیں۔ نیز یہ لباس عفت اور پاک دامنی کے حصول اور فحاشی، عریانی اور بے حیائی کا سدباب کرنے کا نہایت اہم ذریعہ ہے۔

ہمیں اس کی اہمیت سے انکار نہیں لیکن جب یہ لباس پردے کے تقاضے پورے نہ کرے تو اس پر اعتراض پیدا ہو جاتا ہے۔

میری بہن! تو نے لباس کے معاملے میں بڑا اسراف کیا ہے۔ تُو نت نئے ڈیزائنوں اور فیشنوں کی متوالی ہے۔ نئے فیشنوں پر بڑی رقم برباد کرتی ہے۔ نت نئے فیشنوں میں پڑ کر دن بہ دن اپنے لباس کو فٹنگ کے نام پر تنگ سے تنگ تر اور چھوٹے سے چھوٹا کیے جا رہی ہے۔

کہیں تو اپنی قبا کے چاک اونچے رکھواتی ہے۔ کہیں اس کے پائنچے اوپر اٹھاتی ہے۔ کہیں تیرے ہاف آستینوں والے عریاں بازو لوگوں کو دعوت نظارہ دیتے ہیں۔

یہ بہت بُری بات ہے۔ عریاں بازوؤں سے گھٹیا جذبات انگیخت ہو سکتے ہیں۔ یوں لباس کے معاملے میں تیرا اسراف ستم بالائے ستم کے مترادف ہے۔ ایک طرف یہ باعث گناہ ہے اور دوسری طرف مختلف ڈیزائنوں کی تخلیق میں وقت اور مال دونوں فضول برباد ہوتے ہیں۔

میری بہن! تیری غیرت کہاں کھو گئی؟ تیری حمیت کیوں سو گئی؟ بھلا تیرا وہ لباس، لباس کہلانے کا حق دار کیوں کر ہو سکتا ہے جس سے تیرا نسوانی حسن جھلکتا ہو، انگ انگ نمایاں ہوتا ہو اور تو اس لباس میں مردوں کے لیے وجۂ آزمائش بنی ہوئی ہو؟

میری بہن! کیا تو نے کپڑے خریدنے کے لیے بازار جانے سے پہلے کبھی اپنا وارڈروب (کپڑوں والی الماری) چیک کیا ہے کہ اس میں تیرے کتنے جوڑے ایسے پڑے ہیں جنھیں تو نے شاید ایک مرتبہ بھی نہیں پہنا؟

کیا یہ فضول خرچی نہیں ہے کہ تو ہر جوڑے کو صرف ایک دفعہ یا چند مرتبہ پہن کر ترک کر دے اور پھر نئے کپڑے سلوانے کے لیے بے تاب ہو جائے؟

میری بہن! تو ان باتوں پر کب غور کرے گی؟ ہاں! تیرے پاس وقت بھی کہاں ہے کہ تو یہ باتیں سوچے۔ سہیلیوں کے پاس بیٹھ کر اپنے قیمتی ملبوسات کے بارے میں شیخیاں مارنے اور فخریہ گفتگو کرنے سے وقت ملے تو پھر تو اپنی اس تباہی کے متعلق سوچے جو دنیا میں پیسہ فضول برباد کرنے کی پاداش میں تیری طرف چلی آرہی ہے اور تیری آخرت کا ستیاناس کر رہی ہے۔

میری بہن! یہی حال تیرے جوتوں کا ہے۔ تو کپڑوں سے میچ کرنے والے جوتے پہننا پسند کرتی ہے اور ایسے جوتوں کی تلاش میں کئی کئی دن سرگرداں رہتی ہے۔

میری بہن! کیا یہ وقت برباد کرنے والی بات نہیں؟ اگر جوتے کپڑوں سے مشابہت نہ رکھتے ہوں تو تیرا کیا بگڑتا ہے؟ کیا تو عیب دار بن جاتی ہے؟ اگر حقیقتاً ایسا ہی ہے کہ تو لباس اور جوتے کی عدم مشابہت کی بنا پر اپنے آپ کو عیب دار سمجھتی ہے تو افسوس ہے تجھ پر! تو نے چند لمحات کے عیب کو آخرت کے ابدی عیب پر ترجیح دے رکھی ہے۔ قیامت کے دن تیرا فضول پیسہ بہانے اور وقت برباد کرنے کا عمل تجھے معیوب بنا دے گا۔

میری بہن! جوتوں کی کپڑوں کے ساتھ مشابہت کا رواج آخر کتنا پرانا ہے؟ یہی کوئی دس پندرہ سال ہی سے یہ رواج چل نکلا ہے ورنہ اس سے پہلے یہ رواج ناپید تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سے پہلے جو خواتین اس کا اہتمام نہیں کرتی تھیں، آخر وہ عیب دار کیوں نہ بنیں؟ اور آج میچنگ نہ ہونے کی بنا پر تو کس طرح عیب دار بن جائے گی؟

میری بہن! اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ محض شیطان کی طرف سے ایک دھوکا ہے۔ وہ تجھے جھانسہ دے کر اپنی بہن بنانا چاہتا ہے اور تو شیطان کی اندھی تقلید کرتے ہوئے اسراف اور فضول خرچی کر کے اس کی بہن بنتی چلی جا رہی ہے۔

یہ صورتحال تیری ذہنی خرابی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ تو نے ایک خیالی بُت بنالیا ہے اور رواج کے نام پر اسے بے سوچے سمجھے پوجے جا رہی ہے۔

میری بہن! ذرا اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول ﷺ کے اس فرمان عالی پر غور کر کہیں تو اس حکم کی نافرمانی تو نہیں کر رہی؟ نوٹ کر لے کہ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی درحقیقت عذابِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«كُلُوا وَاشْرَبُوا وَتَصَدَّقُوا وَالْبَسُوا مَالَمْ يُخَالِطْهُ إِسْرَافٌ

أَوْ مَخِيلَةٌ»

''اس وقت تک کھاؤ، پیو، صدقہ دو اور لباس پہنو جب تک اس میں اسراف (فضول خرچی) اور تکبر کی ملاوٹ نہ ہو۔''[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''اپنی مرضی کا کھانا کھا اور اپنی مرضی کے مطابق لباس پہن بشرطیکہ دو چیزیں نہ ہوں: فضول خرچی اور تکبر۔''[2]

میری بہن! اس حدیث پر عمل کر۔ لباس فاخرہ سے احتراز کر۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہی قیمتی لباس قیامت کے دن تیرے گناہوں کا گواہ بن جائے۔

میری بہن! اس گفتگو کا مقصود یہ ہے کہ تو میانہ روی کا چلن اپنالے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تو لباس کی بہتات ترک کر کے ایک ہی لباس پر گزارا کر۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق میانہ روی سے اپنے لیے موزوں لباس بنالے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں! اس معاملے میں مثبت یا منفی طور پر انتہا پسندی یقیناً ممنوع ہے۔

لباس کے معاملے میں کنجوسی برتنے کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے ایک واقعہ مروی ہے۔ امیر گھرانوں سے تعلق رکھنے والی ہر خاتون کو یہ واقعہ ضرور مدنظر رکھنا چاہیے۔

حضرت مالک بن نضلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرا لباس گھٹیا سا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ ''تمھارے پاس مال ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں! ہر قسم کا مال ہے۔ آپ نے پوچھا: ''کون سا مال ہے؟'' میں

[1] سنن ابن ماجه، اللباس، باب البس ماشئت......، حديث: 3605 وذكره البخاري معلقاً، اللباس، باب قول الله تعالى: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ....﴾، قبل حديث: 5783. [2] صحيح البخاري، اللباس، باب قول الله تعالى: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ....﴾، قبل حديث:5783 معلقًا.

نے کہا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹوں، بکریوں، گھوڑوں اور غلاموں سے نوازا ہوا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَإِذَا آتَاكَ اللّٰهُ مَالًا فَلْيُرَ عَلَيْكَ أَثَرُ نِعْمَةِ اللّٰهِ وَكَرَامَتِهِ»

''جب اللہ تعالیٰ نے تجھے مال عطا کیا ہے تو اللہ کی اس نعمت اور فضل وکرم کے اثرات تیرے سراپے سے ظاہر بھی ہونے چاہئیں۔''[1]

حضرت زہیر بن ابوعلقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبیٔ اکرم ﷺ کی مجلس میں نہایت بُری حالت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس سے اس کے مال کے متعلق پوچھا۔ اس نے مال موجود ہونے کا اقرار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«فَلْيُرَ عَلَيْكَ، فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُحِبُّ أَنْ يَّرٰى أَثَرَهُ عَلٰى عَبْدِهٖ حُسْنًا وَلَا يُحِبُّ الْبُؤْسَ وَالتَّبَاؤُسَ»

''اس مال کا اثر تجھ پر ظاہر ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ بات پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے پر اس (کی نعمت) کے اچھے اثرات ظاہر ہوں اور وہ خستہ حالت کو پسند کرتا ہے نہ خستہ حالت اور غربت کے مظاہرے کو۔''[2]

بعض خواتین کھانے پینے کے معاملے میں بہت فضول خرچ ہوتی ہیں۔ کھانے پینے کے معاملے میں ان کی فضول خرچی کی متعدد صورتیں ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

1 بعض خواتین علاقائی اور مذہبی تہواروں کے موقع پر، مہمانوں کی آمد پر،

---

1 سنن أبي داود، اللباس، باب في الخلقان ......، حديث 4063، وسنن النسائي، الزينة، الجلاجل، حديث:5226 واللفظ له. 2 المعجم الكبير للطبراني:273/5، حديث :5308، و السلسلة الصحيحة:310/3، حديث :1320.

رمضان المبارک کے ایام میں یا اسی قسم کے دیگر مواقع پر متنوع کھانے بنانے اور مختلف ڈشیں تیار کرنے کی عادی ہوتی ہیں اور اسے اپنے لیے باعث فخر سمجھتی ہیں۔ وہ اپنی مجلسوں میں برملا کہتی ہیں کہ فلاں سہیلی کی آمد پر، افطاری کے وقت یا عید کے موقع پر ہم نے فلاں فلاں ڈش تیار کی تھی۔ ہمارا تو تین چار مختلف قسم کے کھانوں سے جی ہی نہیں بھرتا بلکہ اس وقت سکون ملتا ہے جب ڈائننگ ٹیبل پر دس بارہ ڈشیں سجی ہوئی ہوں۔

میری بہن! یہ سب فضول خرچی ہے۔ انسان بقدر استطاعت ہی کھا سکتا ہے اور ایک دو ڈشوں سے ہی اس کا پیٹ بھر جاتا ہے جبکہ باقی سارا کھانا ضائع ہو جاتا ہے۔

2 بعض خواتین اس بات میں فخر محسوس کرتی ہیں کہ وہ جدید سے جدید تر کھانے تیار کریں۔ اس مقصد کے لیے وہ بازاروں میں کھانے پکانے کے عنوان پر پائی جانے والی کتابیں خریدتی رہتی ہیں۔

ایسی خواتین کی خواہش ہوتی ہے کہ کھانے پکانے کے متعلق ہر نئی کتاب ان کے پاس ہونی چاہیے۔ اس خواہش کی تکمیل میں وہ بھاری سرمایہ برباد کرتی ہیں۔

3 بعض خواتین اپنی سہیلیوں اور قریبی رشتہ داروں وغیرہ سے یہ معلوم کرنے کے لیے بے تاب رہتی ہیں کہ وہ آج کیا پکا رہی ہیں، چنانچہ وہ کسی سہیلی کو فون کرتی ہیں اور گھنٹہ گھنٹہ اسی تبصرے میں گزار دیتی ہیں کہ کھانا کون سا پکایا جائے، کیسے پکایا جائے، اور اس کا طریقۂ کار کیا ہونا چاہیے۔

ایسی خواتین ٹیلی ویژن یا ریڈیو کے کھانے پکانے کے پروگراموں کی منتظر رہتی ہیں اور انھیں سننے میں بڑا قیمتی وقت برباد کرتی ہیں۔ بسا اوقات وہ ان پروگراموں کو پیش کرنے والے افراد کو ٹیلی فون بھی کر دیتی ہیں اور ان سے چٹخارے دار کھانوں کی

معلومات لیتی ہیں۔

4 بعض خواتین اپنے خاوندوں کو مجبور کر کے ہوٹلوں میں اعلیٰ سے اعلیٰ کھانے کھاتی ہیں۔ ان کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ ہر بار انھیں کوئی ایسی نئی ڈش کھانے کو ملے جو انھوں نے کبھی نہ کھائی ہو اور پھر وہ اس بات پر فخر کرتی ہیں۔

یہ سب فضول باتیں ہیں لیکن ہماری بہنیں بس انھی کاموں میں منہمک رہتی ہیں۔ انھیں کوئی پروا نہیں کہ ان امور میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی کیا تعلیمات ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝﴾

''اور کھاؤ اور پیو اور بے جا نہ اڑاؤ۔ بے شک اللہ بے جا اڑانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اس حد تک کھانے پینے کو حلال قرار دیا ہے جب تک اس میں اسراف، فضول خرچی اور تکبر شامل نہ ہو۔[2]

رسول اکرم ﷺ کی کھانے پینے اور لباس کے معاملے میں اسراف سے ممانعت کی جو حدیث ابھی بیان کی گئی ہے، میں اسے دہرانا نہیں چاہتا لیکن میں ایک اور نہایت اہم معاملے کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری بعض بہنیں بسیار خوری کی بھی عادی ہوتی ہیں اور اسے عموماً فضول خرچی نہیں سمجھتیں، حالانکہ بسیار خوری بھی اسراف کے زمرے میں آتی ہے اور روز قیامت یہ چیز بھی آدمی کے عذاب کا باعث بنے گی۔

1 الأعراف 31:7۔ 2 تفسیر ابن أبي حاتم، تفسیر سورۃ الأعراف 31:7۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ڈکار لی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كُفَّ عَنَّا جُشَاءَكَ فَإِنَّ أَكْثَرَهُمْ شِبَعًا فِي الدُّنْيَا أَطْوَلُهُمْ جُوعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

''ہم سے اپنی ڈکار روک لے کیونکہ دنیا میں زیادہ پیٹ بھر کر کھانے والے قیامت کے دن سب سے زیادہ طویل بھوک والے ہوں گے۔''[1]

دوسری حدیث میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کی اس مقدار کا تذکرہ کیا ہے جو اسراف اور فضول خرچی سے پاک ہوتی ہے۔ حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

«مَامَلَأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِّنْ بَطْنٍ، بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلَاتٌ يُّقِمْنَ صُلْبَهُ، فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ فَثُلُثٌ لِّطَعَامِهِ وَثُلُثٌ لِّشَرَابِهِ وَثُلُثٌ لِّنَفَسِهِ»

''آدمی نے پیٹ سے برا کوئی برتن نہیں بھرا۔ آدم کے بیٹے کے لیے صرف وہی چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھیں۔ اگر اس سے زیادہ ہی کھانا ہے تو (پھر اتنا ضرور ہو کہ) اس کے پیٹ کا ایک حصہ کھانے کے لیے، ایک حصہ پانی کے لیے اور ایک حصہ سانس لینے کے لیے ہونا چاہیے۔''[2]

1 جامع الترمذي، صفة القيامة، باب حديث أكثرهم شبعا......حديث: 2478، وسنن ابن ماجه، الأطعمة، باب الاقتصاد في الأكل......، حديث: 3349. 2 جامع الترمذي، الزهد، باب ماجاء في كراهية كثرة الأكل، حديث: 2380.

اے بسیار خوری کی عادی خاتون! تجھے کیا معلوم کہ بسیار خوری کے کیسے کیسے شدید نقصانات ہیں اور کم کھانے کے کس قدر فائدے ہیں۔ ذرا عبرت پذیری کے لیے درج ذیل واقعہ پڑھ تاکہ تیرا ایمان تازہ ہو جائے اور بسیار خوری والی عادت بھی چھوٹ جائے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے علماء نے فرمایا: اگر بقراط بھی قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ سن لیتا تو وہ بھی اس زبردست حکمت اور دانائی کی بات پر حیران ہو جاتا:

﴿وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝﴾

''اور کھاؤ اور پیو اور بے جا نہ اڑاؤ۔ بے شک اللہ بے جا اڑانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''[1]

کہا جاتا ہے کہ ہارون الرشید کے پاس ایک نہایت حاذق نصرانی طبیب تھا۔ اس نے علی بن حسین رحمہ اللہ سے کہا: تمھاری مقدس کتاب میں علم طب کے بارے میں کچھ نہیں ہے، حالانکہ علم دو قسم کے ہیں: ایک علمِ ادیان اور دوسرا علم ابدان۔ تو علی رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ہماری مقدس کتاب کی صرف آدھی آیت ہی میں ساری حکمت اور طب جمع کر دی ہے۔ نصرانی طبیب نے حیرت سے پوچھا: وہ کون سی آیت ہے؟ علی رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝﴾

''اور کھاؤ اور پیو اور بے جا نہ اڑاؤ۔ بے شک اللہ بے جا اڑانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''[2]

---

1 الأعراف 31:7. 2 الأعراف 31:7.

یہ سن کر نصرانی (عیسائی) طبیب کہنے لگا: ''یقیناً تمھاری کتاب اور تمھارے نبی ﷺ نے جالینوس کے لیے طب میں کوئی حصہ نہیں چھوڑا۔''[1]

ایک شاعر اسی طبی نکتے کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

أَقْلِلْ طَعَامَكَ مَا اسْتَطَعْتَ فَإِنَّهٗ
نَفْعُ الْجُسُومِ وَ صِحَّةُ الْأَبْدَانِ

''تو اپنی خوراک جس قدر کم کر سکتا ہے کر لے کیونکہ اسی میں جسم کا فائدہ اور صحت ہے۔''

لَا تَحْشُ بَطْنَكَ بِالطَّعَامِ تَسَمُّنًا
فَجُسُومُ أَهْلِ الْعِلْمِ غَيْرُ سِمَانِ

''موٹا ہونے کے لیے اپنا پیٹ مت بھر کیونکہ اہل علم کے جسم موٹے نہیں ہوتے۔''

حاتم طائی کہتا ہے:

وَ إِنَّكَ مَهْمَا تُعْطِ بَطْنَكَ سُؤْلَهٗ
وَفَرْجَكَ نَالَا مُنْتَهَى الذَّمِّ أَجْمَعَا

''اگر تو اپنے پیٹ اور شرم گاہ کو ان کی طلب عطا کرے گا تو وہ دونوں مذمت کی انتہا پا جائیں گے۔''

میری مسلمان بہن! اسلام کی مندرجہ بالا تعلیمات حلال اشیاء کے بارے میں ہیں ورنہ حرام اشیاء، مثلاً: شراب نوشی، سود اور سور خوری وغیرہ تو مطلق ممنوع ہے۔ افسوس!

[1] الجامع لأحكام القرآن: 192/7.

آج یہی چیزیں مرغوب ہوتی جا رہی ہیں۔ لازم ہے کہ حرام اشیاء کے قریب بھی نہ پھٹکا جائے اور حلال اشیاء ضرورت سے زیادہ استعمال نہ کی جائیں۔

میری مسلمان بہن! فضول اور لایعنی چیزوں میں سے ایک چیز آپ کا سامان آرائش وزیبائش اور جدید فیشن کے مطابق بناؤ سنگھار ہے۔

بلاشبہ زیب وزینت اختیار کرنا عورت کا حق ہے بلکہ خاوند کے لیے بناؤ سنگھار کرنا تو اس پر فرض ہے۔ اسلام اس سے منع نہیں کرتا بلکہ وہ تو اس کی ترغیب دیتا ہے کیونکہ خاوند حصول معاش کے لیے نہایت محنت اور مشقت کرتا ہے اور بسااوقات اس محنت کی وجہ سے ذہنی اور جسمانی طور پر تھکاوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ گھر آئے اور بیوی کو آراستہ اور حسین وجمیل صورت میں دیکھے تو اس کی ساری جسمانی وذہنی تھکاوٹ لمحہ بھر میں زائل ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر وہ دیکھے کہ اس کی بیوی کے کپڑے گرد آلود، چہرہ پراگندہ اور بال الجھے ہوئے میلے چکٹ ہیں تو اسے کوفت ہونے لگے گی اور بیوی سے متنفر ہو جائے گا۔

یہ تمام باتیں ٹھیک ہیں لیکن اسلام اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ عورت میک اپ کا سامان خریدنے میں فضول خرچی سے کام لے۔

ہماری خواتین کی وجہ سے گھریلو بجٹ کا ایک بڑا حصہ ان کے سامانِ آرائش کی نذر ہو جاتا ہے۔ یہ تو ہم عام خاتون کے بارے میں بات کر رہے ہیں ورنہ وہ خواتین جو بیوٹی پارلروں میں جا کر اپنا میک اپ اور آرائش کراتی ہیں ان کے اخراجات تو بہت زیادہ ہیں۔

میک اپ وغیرہ کے سلسلے میں کئی طرح کی محرمات کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ مثلاً:

1 میک اپ کے سلسلے میں خواتین اپنا بہت سا قیمتی وقت برباد کرتی ہیں۔ میک اپ کی دلدادہ خواتین ہر وقت بال سنوارنے، سرخی پاؤڈر لگانے، پلکنگ کرنے اور بال رنگنے ہی میں مصروف رہتی ہیں۔ ان کی تمام تر توجہ اپنے میک اپ پر ہوتی ہے۔ گھر کی انھیں ذرہ بھر پروا نہیں ہوتی۔ انھیں فکر ہوتی ہے تو صرف اس بات کی کہ کہیں ان کی سرخی کا رنگ ماند نہ پڑ جائے، ان کے بالوں کا سٹائل خراب نہ ہو جائے، ان کے چہرے کا غازہ اور کریم اتر نہ جائے اور ان کی جیولری کی چمک مدھم نہ ہو جائے۔

ایسی خواتین کو کسی بھی محفل میں دیکھیں، کبھی وہ اپنا پلو صحیح کر رہی ہوں گی، کبھی لپ اسٹک، کبھی آئینہ دیکھ کر اپنے بال سہلا رہی ہوں گی اور کبھی چہرے کا غازہ درست کر رہی ہوں گی۔ ایسی خواتین کو ہر وقت یہی خدشہ لگا رہتا ہے کہ کہیں ان کا میک اپ نہ اتر جائے۔

2 بعض خواتین ایسے فیشن اور میک اپ اختیار کرتی ہیں جس کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا، مثلاً: پلکنگ کرنا، پلاسٹک سرجری کرانا، مردانہ خوشبوؤں کا استعمال کرنا اور نیل پالش لگانا وغیرہ۔

3 بعض خواتین میک اپ کے بعد عبادت الٰہی سے دور ہو جاتی ہیں۔ بالخصوص شادی بیاہ کے موقع پر جب خواتین آدھا آدھا دن لگا کر تیار ہوتی ہیں تو پھر انھیں نماز پڑھنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی کیونکہ وضو کرنے سے ان کا سارا میک اپ ضائع ہو جاتا ہے۔

آہ بہن! تیرا کیا بنے گا؟ تجھے اپنے میک اپ پر کی جانے والی محنت کا تو شدید احساس ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت کا کوئی خیال ہی نہیں۔

چونکہ دلہن کو خاص طور پر تیار کیا جاتا ہے اور اس پر ہزاروں روپے برباد کیے جاتے

ہیں، لہٰذا دلہن اپنا میک اپ بچانے کے لیے نمازیں ترک کر دیتی ہے یا کسی نیم مفتی کے فتوے پر عمل کرتے ہوئے تیمّم کر کے نماز پڑھتی ہے۔ بلاشبہ ہم سب نماز کی اہمیت وضرورت اور اس کی شرائط بخوبی جانتے ہیں لیکن پھر بھی ''نیم ملا خطرۂ ایمان'' والے نیم مفتی کے فتوے کو سند جواز بناتے ہیں اور اپنا ایمان برباد کر لیتے ہیں۔

دلہنوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ اپنی نئی زندگی کا آغاز کس انداز سے کر رہی ہیں؟ غور کا مقام ہے کہ جس کام کا آغاز ہی اللہ کی نافرمانی سے ہو اس کا انجام کیونکر اچھا ہو سکتا ہے؟ پھر کہا جاتا ہے کہ ہمارا گھر برباد ہو گیا۔ ہمارا سکون تباہ ہو گیا۔ خاوند ہماری بات نہیں سنتا۔ وہ ہمارے ساتھ نہایت ناروا سلوک کرتا ہے۔

میری بہن! جب تو اپنی اس نئی زندگی کا آغاز ہی اللہ کے احکام توڑ کر کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی تیرے رشتے کو شکست وریخت کا شکار بنا دیتا ہے۔

تجھے تو چاہیے تھا کہ تو وہ دن اللہ کی خوشنودی میں بسر کرتی۔ اللہ کی عبادت کرتی۔ لیکن تو نے اس کی نافرمانی کی تو اللہ تیرے اور تیرے شوہر کے مابین الفت ومحبت کا رشتہ کیوں قائم کرتا؟

میری بہن! یہ ٹھیک ہے کہ خاوند کے لیے زیب وزینت اور آرائش اختیار کرنی چاہیے لیکن یہ اجازت محدود ہے۔ اس کی حد یہ ہے کہ یہ آرائش اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کی قیمت پر نہیں ہونی چاہیے۔

میری بہن! اگر تیرا خاوند بھی تجھے ایسی زیب وزینت پر مجبور کرے جو اسلامی تعلیمات کے منافی ہو، تب بھی تیرے لیے اس کا کوئی جواز نہیں۔

میری بہن! ذرا اس حدیث کو غور سے پڑھ۔ اس میں تیرے اس استدلال کی تردید

موجود ہے جو تو ناجائز زیب و زینت اختیار کرنے کے لیے پیش کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں نے تو اپنے خاوند کی خوشی کے لیے یہ زینت اختیار کی اور یہ میک اپ کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک انصاری خاتون نے اپنی بیٹی کی شادی کی۔ بیماری کی وجہ سے اس لڑکی کے بال گر گئے۔ وہ خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ کو تمام قصہ سُنایا۔ پھر کہنے لگی کہ میری بیٹی کا خاوند مجھ سے کہتا ہے کہ میں اس کے بالوں کے ساتھ (وگ جیسی صورت میں) دوسرے بال لگا دوں۔"

یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا، إِنَّهُ قَدْ لُعِنَ الْمُوصِلَاتُ»

"نہیں! بلاشبہ بال جوڑنے والی عورت پر لعنت کی گئی ہے۔"[1]

میری بہن! اگر تو چاہتی ہے کہ اس لعنت سے بچ جائے تو پھر زیب و زینت کے وہ سب طور طریقے یک قلم ترک کر دے جن میں اللہ کی نافرمانی پوشیدہ ہے۔

مندرجہ بالا صورتوں کے علاوہ بھی بہت سی صورتیں ہیں جن میں خواتین فضول خرچی کرتی ہیں، مثلاً: جیولری، گھر کی آرائش، شادی بیاہ کی فرسودہ رسوم ...... لیکن ہم انھی چند صورتوں پر اکتفا کرتے ہیں اور اب فضول خرچی کے سیلاب کی روک تھام کے لیے کچھ گفتگو کرتے ہیں۔

1 صحيح البخاري، النكاح، باب لا تطيع المرأة زوجها...... حديث: 5205، وصحيح مسلم، اللباس، باب تحريم فعل الواصلة...... حديث: 2123.

فضول خرچی کا علاج

میری بہن! فضول خرچی کے دو اسباب ہیں: ① بعض خواتین کی فضول خرچی کا سبب انانیت، تکبر اور دوسروں کو اپنی دولت کی نمائش سے مرعوب کرنا ہوتا ہے۔

② خواتین کا آخرت سے غافل ہونا ہے۔

اگر کوئی خاتون ان دونوں اسباب سے خلاصی حاصل کر لے تو اس کے لیے فضول خرچی سے بچنا بہت آسان ہے۔

جہاں تک پہلے سبب کا تعلق ہے تو اس کے علاج کے لیے مسلمان خاتون کو چاہیے کہ قارون کا واقعہ بار بار پڑھے اور اس سے عبرت حاصل کرے۔

میری بہن! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں قارون کے جن اوصاف کا تذکرہ کر کے اسے دردناک سزا کا حکم سنایا اور جو فرد جرم عائد کر کے اسے زمین میں دھنسانے کی سزا دی ہے وہ اوصاف آج تجھ میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قارون کو وسیع دولت سے نوازا تھا، لہٰذا اسے چاہیے تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق کو پہچانتا، اس کا شکر بجا لاتا اور اس دولت کو اللہ کے راستے میں خرچ کرتا لیکن اس نے سرکشی کی راہ اختیار کی۔ وہ متکبر بن بیٹھا۔ قوم کے دانا لوگوں نے اسے سمجھایا۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی نصیحت کو نقل کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ○ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ○ قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِي ۚ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا ۚ وَلَا يُسْأَلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ○﴾

”بے شک قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا، پھر اس نے ان پر ظلم کیا، اور ہم نے اسے اس قدر خزانے دیے تھے کہ بلاشبہ اس کی چابیاں طاقتور مردوں کی ایک جماعت کو تھکا دیتی تھیں، (یاد کرو) جب اس کی قوم نے اس سے کہا: تو اترا مت، بے شک اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے، تو اس سے آخرت کا گھر تلاش کر، اور تو دنیا میں بھی اپنا حصہ مت بھول، اور تو (لوگوں سے) اسی طرح احسان کر جس طرح اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے، اور تو زمین میں فساد نہ کر، بے شک اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔ قارون نے کہا: مجھے تو یہ (مال) محض اس علم کی بنا پر دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ بے شک اللہ نے اس سے پہلے ایسے بہت سے لوگ ہلاک کر دیے تھے جو قوت میں اس سے زیادہ تھے اور مال (یا جماعت) میں (اس سے) بڑھ کر تھے اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے

بارے میں نہیں پوچھا جاتا۔“ [1]

قارون نے اس دولت کو اپنی قابلیت کی کمائی سمجھا اور اسے اللہ کے راستے کی بجائے فضول خرچیوں میں اڑا کر زمین میں فساد مچایا۔ اس نے منعم حقیقی کو فراموش کر دیا اور اس کی نعمتوں سے جی لگا بیٹھا۔ جب اسے نصیحت کی گئی تو غرور و تکبر کی بنا پر اس نے نصیحت قبول نہ کی۔ وہ خود پسندی میں مبتلا تھا اور شیطان نے اسے دھوکے میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝﴾

”پھر وہ اپنے پورے کروفر کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلا، (تو) جو لوگ دنیا کی زندگی چاہتے تھے، کہنے لگے: کاش ہمارے لیے بھی وہ سب کچھ ہوتا جو قارون کو دیا گیا ہے، بلاشبہ وہ بڑے نصیبے والا ہے۔ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا انھوں نے کہا: افسوس تم پر! اس شخص کے لیے اللہ کا ثواب بہتر ہے جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے، اور یہ بات صبر کرنے والوں ہی کو سکھائی جاتی ہے۔“ [2]

قارون مال دار لوگوں کی طرح، نہایت زیب و زینت اختیار کر کے بڑے ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ انتہائی سج دھج کر باہر نکلا۔ جیسا کہ امیر زادوں اور امیر زادیوں کا ایسی

---

1 القصص 28:76-78۔ 2 القصص 28:79,80۔

سج دھج اور زیب و زینت اختیار کرنے کا مقصد صرف لوگوں کو مرعوب کرنا ہوتا ہے، اس لیے قارون کی زیبائش بھی انتہائی مرعوب کن تھی۔ اس میں دنیاوی زیب و زینت، خوبصورتی، شان و شوکت، آسودگی اور تفاخر وغیرہ سب چیزیں شامل تھیں، چنانچہ دنیا دار لوگ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور انھوں نے بھی اس جیسا مالدار بننے کی خواہش کرنی شروع کردی جبکہ اہل دانش نے اس کے اس مال کو سبب ہلاکت سمجھا اور دوسروں کو سمجھانے کی کوشش کی۔

جب قارون کی سرکشی، تکبر اور نمائش زیب و زینت انتہا کو پہنچ گئی اور دنیا اس کے سامنے پوری طرح آراستہ ہوگئی تو اچانک اسے اللہ کے عذاب نے آلیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۣ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۤ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ۝ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۭ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝﴾

”چنانچہ ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، پھر اس کے لیے (اس کے حامیوں کی) کوئی ایسی جماعت نہ تھی جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود ہی بدلہ لے سکا۔ اور جنھوں نے کل اس کے مرتبے کی تمنا کی تھی، وہ (صبح اٹھ کر) کہنے لگے: ہائے شامت! اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے اور (جس کے لیے چاہے) تنگ کرتا ہے، اگر اللہ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو یقیناً وہ ہمیں بھی دھنسا دیتا،

ہائے شامت! کافر فلاح نہیں پاتے۔‘‘ [1]

میری مسلمان بہن! کیا تو اپنے آپ میں وہی صفات نہیں پاتی جو قارون میں پائی جاتی تھیں؟ اگر تجھے شاپنگ، آرائش و زیبائش، ملبوسات کے انتخاب اوران کی ڈیزائننگ سے فرصت ملے تو اپنے اندر جھانک اوراپنی ایک ایک خصلتِ بد کو شمار کر کے دیکھ۔ تجھے اپنی ذات میں قارون کی تمام صفات مل جائیں گی۔

کیا آج تجھے بھی قارون کی مانند اپنی دولت پر فخر نہیں ہے اور کیا تو دولت کے نشے میں اترا کر نہیں چلتی؟

کیا قارون کی مانند تو اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال کو اپنی یا اپنے آباء و اجداد کی ذاتی کدوکاوش اور فہم و فراست کا نتیجہ نہیں سمجھتی؟

کیا تو اس رزقِ وافر کی بنا پر فضول خرچی کے ذریعے سے حدود اللہ کو پامال نہیں کرتی اور زمین میں بگاڑ اور فساد کا سبب نہیں بنتی؟

کیا تو قارون کی مانند فقراء، مساکین اور دیگر مستحقین پر خرچ کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرنے سے انکار نہیں کرتی؟

کیا تو قارون کی مانند بازاروں میں اور دیگر پبلک مقامات پر انتہائی کروفر، زیب و زینت اور بناؤ سنگھار کر کے عمدہ ملبوسات زیب تن کر کے نہیں نکلتی؟

کیا لوگ تیرے کروفر اور بناؤ سنگھار کو دیکھ کر اسی طرح حسرت نہیں کرتے جس طرح لوگوں نے قارون کے زمانے میں قارون کے کروفر پر کی تھی؟

میری بہن! اس فضول خرچی کے باعث اگر تجھ میں قارون کی تمام صفات موجود

---

1 القصص 28:81،82.

ہیں تو جان لے کہ تیرا انجام کیا ہوگا۔

اگر اللہ تعالیٰ قارون جیسے مال دار اور صاحب ثروت کو زمین میں دھنسا سکتا ہے تو پھر تو کس کھیت کی مولی ہے کہ وہ تجھے قارون کے انجام سے محفوظ رکھے گا؟

اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے ڈر۔ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت سے بھر۔ اسے دین حق کا عادی اور پیروکار بنا کیونکہ دین حق کو اس کی تمام قیود و شرائط کے ساتھ مانے بغیر انسان کی کوئی حیثیت نہیں ۔ یہ مال و دولت، حسن اور حسب نسب چند دن کا کھیل ہیں۔ ان پر فخر و غرور کرنا اور اکڑنا باعث ذلت و ندامت ہے۔

کسی شاعر نے کہا ہے:

لَعَمْرُكَ مَا الْإِنْسَانُ إِلَّا بِدِينِهِ

فَلَا تَتْرُكِ التَّقْوٰى اِتِّكَالًا عَلَى النَّسَبِ

''تیری عمر کی قسم! انسان اپنے دین کے بغیر کچھ بھی نہیں، لہٰذا حسب نسب پر بھروسا کرتے ہوئے تقویٰ کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دے۔''

میری بہن! فضول خرچی اور اسراف کفرانِ نعمت کا سبب ہے، چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بلاشبہ فضول خرچی اور اسراف، جسے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو غیر مستحق اور غلط مصارف میں خرچ کرنے سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے انعامات کے انکار اور کفران نعمت سے ہے اور یہ چیز اللہ کے شکر و سپاس کے منافی ہے۔[1]

میری بہن! اس عیب سے خلاصی کا ایک معتدل طریقہ یہ ہے کہ اپنے دل کو مردہ مت ہونے دے اور اسے اتنا سخت ہونے سے بچا کہ کوئی نصیحت اس پر اثر ہی نہ کرے۔

[1] روح المعاني: 63/15 .

قارون کی بری صفات میں ایک چیز یہ بھی تھی کہ اس کا دل مردہ اور سخت ہو چکا تھا اور اس پر نصیحت کرنے والوں کی کوئی نصیحت اثر انداز نہیں ہوتی تھی۔

دل کو نرم کرنے کا ایک مؤثر طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ سے زیادہ یاد کر اور اس کا خوف دل میں بٹھا لے۔ اور یاد رکھ اگر تو نے اسے بے لگام چھوڑ دیا تو یہ گناہوں اور خواہشات میں مبتلا ہو کر سخت سے سخت تر ہوتا چلا جائے گا کیونکہ گناہوں کی کثرت اور خواہش پرستی، جو اسراف اور فضول خرچی کا سبب ہے، جس قدر زیادہ ہو گی اسی قدر دل مردہ ہو گا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتَ الذُّنُوبَ تُمِيتُ الْقُلُوبَ
وَقَدْ يُورِثُ الذُّلَّ إِدْمَانُهَا

''میں نے دیکھا ہے کہ گناہ دلوں کو مردہ کر دیتے ہیں اور گناہوں میں ہمیشہ ڈوبے رہنا انسان کو ذلت کا وارث بنا دیتا ہے۔''

سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''شکم پُری اور بسیار خوری سے بچو کیونکہ یہ دل کو سخت کر دیتی ہے۔''

بسیار خوری کے بارے میں پہلے ہی عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ بھی اسراف ہی کی ایک شکل ہے۔

میری بہن! تو اپنی خواہشات کو جتنا کنٹرول کرے گی، اسی قدر خواہشات تیری پابند ہوتی چلی جائیں گی اور جس قدر تو انھیں ڈھیل دے گی، یہ اسی قدر بڑھتی چلی جائیں گی۔

شاعر نے کہا ہے:

فَالنَّفْسُ إِنْ أَعْطَيْتَهَا هَوَاهَا

فَاغِرَةٌ نَحْوَ هَوَاهَا فَاهَا

''اگر تو نے اپنے نفس کو اس کی خواہش سے نواز دیا، یعنی اس کی خواہش پوری کر دی) تو وہ اپنی مزید خواہشات کے لیے اپنا جبڑا اور زیادہ کھول دے گا۔''

ابو ذویب ہذلی شاعر کہتا ہے:

وَالنَّفْسُ رَاغِبَةٌ إِذَا رَغَّبْتَهَا

وَإِذَا تُرَدُّ إِلٰى قَلِيلٍ تَقْنَعُ

''نفس کا معاملہ یہ ہے کہ اگر تو نفس کو خواہشات کی تکمیل کی ترغیب دلائے تو وہ خواہشات ہی کی تکمیل کی رغبت رکھنے والا بن جاتا ہے اور جب اسے تھوڑی چیز کی طرف موڑ دیا جائے تو وہ قناعت پسند ہو جاتا ہے۔''

ایک اور شاعر نے کہا ہے:

وَالنَّفْسُ كَالطِّفْلِ إِنْ تُمْهِلْهُ شَبَّ عَلٰى

حُبِّ الرَّضَاعِ وَإِنْ تَفْطِمْهُ يَنْفَطِمُ

''نفس بچے کی مانند ہے۔ اگر تو اسے ڈھیل دے اور آزاد چھوڑ دے تو وہ دودھ پینے کی طلب اور محبت پر جوان ہو جائے گا اور اگر تو اس کا دودھ چھڑا دے تو وہ دودھ چھوڑ دے گا۔''

میری بہن! اپنے نفس کو آزاد مت چھوڑ! اس کی خواہشات کی لونڈی مت بن

بلکہ اپنے نفس کو دین اسلام کی مقدس تعلیمات کا عادی بنا اور اس وقت کے آنے سے پہلے پہلے اپنا محاسبہ کر لے جب تو اللہ تعالیٰ کے حضور اس حالت میں کھڑی ہوگی کہ تیرا کوئی مددگار ہوگا نہ کوئی ترجمان، اللہ تجھ سے پانچ سوال کرے گا اور اس وقت تک تیری ہرگز جان بخشی نہیں ہوگی جب تک تو ان باتوں کا جواب نہ دے گی۔

حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ [يَوْمَ الْقِيَامَةِ] حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهٖ فِيمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهٖ فِيمَا فَعَلَ، وَعَنْ مَّالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيمَا أَنْفَقَهٗ، وَعَنْ جِسْمِهٖ فِيمَا أَبْلَاهُ»

''روز قیامت اس وقت تک بندے کے پاؤں اپنی جگہ سے نہیں ہل سکیں گے جب تک اس سے ان باتوں کی جواب طلبی نہ کی جائے کہ اس نے اپنی عمر کن کاموں میں بسر کی ہے؟ اپنے علم پر کتنا عمل کیا ہے؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور اپنے بدن کو کن امور میں بوسیدہ کر دیا؟''[1]

اور جس عورت سے اللہ تعالیٰ یہ سوال پوچھنے لگے جبکہ وہ انسان کے ایک ایک لمحے کے گناہوں، لغزشوں اور اسراف کو جانتا ہے تو کیا خیال ہے ...... کیا وہ خاتون بچ جائے گی؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ»

''(روز قیامت) جس شخص سے اس کے حساب کتاب کی جانچ پڑتال کی گئی وہ

1 جامع الترمذي، صفة القيامة، باب في القيامة، حديث: 2417.

عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔"[1]

میری بہن! بات بڑی واضح ہے کہ فضول خرچی اور تکبر وہ گناہ ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بسا اوقات دنیا ہی میں سزا دے دیتا ہے جیسا کہ قارون کے واقعے سے واضح ہوتا ہے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ ۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ؀﴾

"اور ہم نے کتنی ہی بستیاں ہلاک کر دیں جو اپنی معیشت پر اتراتی تھیں، چنانچہ ان کے گھر ان کے بعد بہت تھوڑے ہی آباد ہوئے اور ہم ہی ان سب کے وارث ہوئے۔"[2]

بسا اوقات انسان دنیا میں تو عذابِ الٰہی سے بچا لیا جاتا ہے لیکن آخرت میں اسے پکڑ لیا جائے گا، لہٰذا میری بہن! اب بھی وقت ہے، فرصتِ ہستی کو غنیمت جان، اپنا محاسبہ کر اور عذابِ الٰہی سے بچنے کی کوشش کر۔

فضول خرچی سے نجات حاصل کرنے کے لیے سلف صالحین کا اسوہ مدنظر رکھنا بہت مفید ہے۔

یسار بن نمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا: "ہم نے اپنے اس حج کے موقع پر کتنا خرچ کیا ہے؟" میں نے جواب دیا: 15 یا 17 دینار۔ یہ سُن کر انھوں نے فرمایا: "بلاشبہ ہم نے مال میں اسراف کیا ہے۔"[3]

---

1 صحيح البخاري، العلم، باب من سمع شيئًا فراجع……، حديث: 103، وصحيح مسلم، الجنة ونعيمها، باب إثبات الحساب، حديث: 2876. 2 القصص 28:58. 3 أخبار عمر بن الخطاب وأخبار عبدالله بن عمر لعلي الطنطاوي وناجي الطنطاوي، ص: 326.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی طرح اپنے اخراجات کا محاسبہ کرتے تھے۔ ذرا بھی زیادہ خرچہ ہو جاتا تو اسے اسراف سمجھتے تھے۔ یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سفر حج کے مکمل دورانیے میں 15 یا 17 دینار خرچ ہونے کو اسراف ٹھہرایا ہے، حالانکہ یہ خرچ عمر رضی اللہ عنہ نے صرف اپنی ذات پر نہیں کیا تھا۔ سو لازم ہے کہ ہم فضول خرچی سے قطعی طور پر اجتناب کریں۔

میری بہن! اپنے میک اپ اور افزائش حسن کے معاملے میں شیطان کے اِس چکمے میں مت آ کہ تو اپنے خاوند کے لیے زینت اختیار کرتی ہے، کیونکہ خاوند کے لیے زیبائش کی اجازت بھی ایک مخصوص حد تک ہی ہے اور وہ حد ہے محرمات کا عدمِ ارتکاب۔

میری بہن! خاوند کا دل جیتنے کا طریقہ صرف خوبصورتی اور میک اپ ہی نہیں ہے بلکہ خاوند کا دل لبھانے کے لیے بنیادی چیز تیرا حسن سلوک ہے۔ اکثر بیویاں اپنے خاوند کے لیے تیار ہوتے وقت افزائش حسن کے سارے طریقے اختیار کرتی ہیں لیکن خاوند کی اصلی دلجوئی سے غافل رہتی ہیں۔ خاوند تھکا ماندا گھر لوٹتا ہے تو آتے ہی اسے بیوی کے چہرے پر مسکراہٹ دکھائی دیتی ہے نہ لبوں پر دو (2) میٹھے بول، اس کی بجائے اسے یک بیک بیوی کے لمبے چوڑے مطالبے سننے پڑتے ہیں۔ اس صورتحال سے اکثر اوقات بہت سے افراد جھلا اُٹھتے ہیں اور اپنی بیویوں سے ناراض ہو جاتے ہیں۔

اس لیے میری بہن! اگر تو کفایت شعاری اور اعتدال کے اوصاف اپنا لے، شوہر کے لیے معتدل طور پر اپنی آرائش کر لے، اپنی شخصیت میں اخلاقِ حمیدہ اور اپنے لبوں پر مسکراہٹ سجا لے اور پھر شوہر سے میٹھے لب و لہجے میں اچھی باتیں کرے تو تیرے شوہر کی ساری تھکاوٹ ختم ہو جائے گی اور اس کا دل خوشی سے جھوم اٹھے گا۔

میری بہن! خاوند کے نزدیک تیرا عمدہ اخلاق تیرے خوبصورت لباس، عمدہ میک اپ اور اعلیٰ جیولری سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اس سے اس کے دل میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ تو نے اس کے ساتھ اس کے مال و دولت یا عیش و آرام کی وجہ سے رشتہ نہیں جوڑا بلکہ اس کی نہایت مخلصانہ محبت ہی کی وجہ سے تو اس کی رفیقۂ زندگی ہے۔ اور اس کے لیے تیرا جذبۂ محبت نہایت پاکیزہ اور دھن دولت سے ماورا ہے۔

اے افزائش حسن کی دلدادہ خاتون! تجھے فضول خرچی سے روکنے میں یہ احساسِ حقیقت بھی بڑی مدد دے گا کہ تیرا جسمانی حسن و جمال ابدی نہیں، فانی ہے۔ اس کی مدت چند روزہ ہے۔ ایک وقت آئے گا جب تو خود بھی اپنی شکل دیکھنا پسند نہیں کرے گی۔ تو بڑھاپے کے نرغے میں ہوگی اور تیرے چہرے پر جھریوں کا بسیرا ہوگا۔ میں پوچھتا ہوں کہ بڑھاپے کی بنا پر جھریاں پڑ جائیں یا (اللہ محفوظ رکھے) تیرا چہرہ ایکسیڈنٹ یا آگ وغیرہ سے جھلس جائے تو پھر اپنے حسن و جمال پر تیرا نازنخرہ کہاں جائے گا؟ اور تو اپنے ماضی کی خوبصورتی کہاں سے لائے گی؟

میری بہن! اللہ تجھے ہر بری گھڑی سے بچائے۔ اگر یہ سب کچھ نہ بھی ہو اور تو پلاسٹک سرجری کرا کے اپنے آپ کو جوان ثابت کرتی پھرے، تب بھی اس اٹل حقیقت سے تو کوئی جائے فرار نہیں کہ تجھے ایک نہ ایک دن مرنا ہے، پھر تیرا گھر وہ گھر ہوگا جسے قبر کہا جاتا ہے۔ جہاں حسینوں، نازنینوں، مہہ جبینوں اور حسن کی پری کہلانے والی شہزادیوں کا حسن بھیانک اور ہیبت ناک معلوم ہوتا ہے۔

آج جمال آرا خواتین جن لوگوں کی ہوس رانی اور دل لبھانے کے لیے دن رات میک اپ میں مست رہتی ہیں، وہ مرنے کے بعد بہت پشیمان ہوں گی۔ قبر میں ان کا

کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا۔ وہاں ان کے حسن کی داد سانپ بچھو اور کیڑے مکوڑے دیں گے۔ جب انھیں قبر کے حوالے کیا جائے گا اُس وقت کوئی ان کا میک اپ نہیں کرے گا۔ محترم خواتین کو ابھی سے سوچ لینا چاہیے کہ اُس وقت ان کی ساری آرائش و زیبائش دھری رہ جائے گی؟

جن مکرم خواتین نے دنیا میں اللہ کی رضا والے کام انجام دیے ہوں گے، ان کے لیے قبر آرام وسکون کی جگہ ہوگی۔ بصورت دیگر قبر عذاب کا گڑھا بن جائے گی۔

میری بہن! اب یہ فیصلہ تیرے ہاتھ میں ہے کہ تو اپنی قبر کو آرام وسکون کی جگہ بناتی ہے یا عذاب کا گڑھا!

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

أَيَا رُبَّ وَجْهٍ فِي التُّرَابِ رَقِيقُ

وَيَا رُبَّ حُسْنٍ فِي التُّرَابِ عَتِيقُ

''ارے! غور کر! کیسے کیسے نرم ونازک حسین چہروں والے مٹی میں مل چکے ہیں، ارے! یہ بھی سوچ لے کیسی کیسی نفیس اور بے مثل حسن والی صورتوں کو قبر کی خاک چاٹ رہی ہے۔''

فَقُلْ لِقَرِيبِ الدَّارِ إِنَّكَ رَاحِلٌ

إِلٰى مَنْزِلٍ نَائِي الْمَحَلِّ سَحِيقُ

''اس قریب کے گھر والے کو کہہ دے کہ تو بھی کوچ کرنے والا ہے اور اپنے اس مقام سے دور بہت دور...... ایک ''ابدی گھر'' کی طرف جانے والا ہے۔''

وَمَا النَّاسُ إِلَّا هَالِكٌ وَابْنُ هَالِكٍ
وَذُو نَسَبٍ فِي الْهَالِكِينَ عَرِيقُ

"اور لوگ تو صرف ہلاک ہونے والے ہیں اور ہلاک ہونے والوں کے بیٹے ہیں اور قدیمی عظمت والا صاحب نسبت آدمی بھی انھی ہلاک شدگان میں شامل ہے۔"

إِذَا امْتَحَنَ الدُّنْيَا لَبِيبٌ تَكَشَّفَتْ
لَهُ عَنْ عَدُوٍّ فِي ثِيَابِ صَدِيقِ

"جب کوئی صاحبِ فراست اور دور اندیش آدمی اس دنیا کا بنظرِ غائر جائزہ لے گا تو اسے دوستی کے لباس کے پیچھے دشمن بھی نظر آ جائیں گے۔"

میری بہن! تیرا یہ جسم باقی رہنے والا ہے نہ حسن۔ جو باقی رہنے والی چیز ہے وہ صرف تیرے اعمال ہیں جن کا تعلق تیری روح کے ساتھ ہے۔ اس لیے اگر تو افزائشِ حسن چاہتی ہے تو اپنی روحانیت کی اصلاح کر کیونکہ روح کی شگفتگی اور خوبصورتی حادثات، عمر رسیدگی یا بیماریوں سے فنا نہیں ہوتی۔

کسی شاعر نے کہا ہے:

يَا خَادِمَ الْجِسْمِ كَمْ تَسْعَى لِخِدْمَتِهِ
أَتَطْلُبُ الرِّبْحَ مِمَّا فِيهِ خُسْرَانُ
أَقْبِلْ عَلَى النَّفْسِ فَاسْتَكْمِلْ فَضَائِلَهَا
فَأَنْتَ بِالنَّفْسِ لَا بِالْجِسْمِ إِنْسَانُ

"اے جسم کے خادم! تو امید کی خدمت گزاری میں کہاں تک کوشاں رہے گا؟ کیا تو اس سے نفع کی اُمید لگائے ہوئے ہے جس میں خسارہ ہی خسارہ ہے؟ ذرا روح کی بھی فکر کر اور اس کے اعلیٰ درجات حاصل کر لے، کیونکہ روح ہی کے بل بوتے پر تو انسانیت کے مقام پر فائز ہے، جسم کی وجہ سے نہیں۔"

تکبر

میری مسلمان بہن! خواتین کے سنگین عیوب میں سے ایک عیب تکبر اور خود پسندی ہے۔اس کے بارے میں نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

«شَرُّ نِسَاءِ كُمُ الْمُتَبَرِّجَاتُ الْمُتَخَيِّلَاتُ»

''تمھاری بدترین خواتین وہ ہیں جو بے پردہ ہیں اور تکبر کرتی ہیں۔''[1]

بے پردہ خواتین کے بارے میں ہم عنقریب آئندہ صفحات میں گفتگو کریں گے۔ یہاں صرف متکبر اور مغرور خواتین کے بارے میں گفتگو ہو گی۔ میری بہن! تکبر اور خود پسندی نہایت گھٹیا اور گھناؤنی خصلتیں ہیں۔ ان بدترین عادتوں میں صرف وہی خواتین مبتلا ہوتی ہیں جو جاہل، اکھڑ، بیچ اور گھٹیا فطرت کی مالک اور کم ظرف ہوتی ہیں اور انھیں ان کے ظرف سے زیادہ دولت، حسن، حسب نسب یا علم مل جاتا ہے۔ یہ وہ خواتین ہیں جو اپنے افعال اور اقوال میں اپنی بڑائی اور خود پسندی کا اعلان و اظہار کرتی ہیں۔

قرآن کریم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ غرور اور تکبر کی صفت انسان میں اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کرتا ہے، اللہ کے راستے سے ہٹ

[1] السنن الکبرٰی للبیهقي: 82/7.

جاتا ہے، اس کے فرائض میں کوتاہی کرتا ہے اوراس کا باغی بن جاتا ہے۔ اس موقع پر انسان اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کے متعلق غلط فہمی کا شکار ہو جاتا ہے کہ یہ مال و دولت، حسب نسب، تعلیم، مقام و مرتبہ، جاہ و حشمت وغیرہ سب کچھ اس نے اپنے دست و بازو سے حاصل کیا ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ یہ تو اس پر صرف اللہ تعالیٰ ہی کا انعام اور احسان ہے۔

تکبر کی دو قسمیں ہیں:

- **اوّل:** آدمی کا اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تکبر کرنا۔ یہ سب سے بڑا تکبر ہے۔
- **دوم:** آدمی کا بندوں کے مقابلے میں تکبر کرنا، حالانکہ وہ بھی بذات خود انھی میں سے ایک ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«اَلْكِبْرُ: بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمطُ النَّاسِ»

''حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا تکبر ہے۔''[1]

جہاں تک کسی مسلمان خاتون کا اللہ تعالیٰ سے تکبر کرنے کا تعلق ہے تو اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ نماز اور حجاب کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت ترک کر دیتی ہے اور فانی دنیاوی خواہشوں اور لذتوں کے حصول کے لیے منہج الٰہی کا خیال نہیں کرتی بلکہ احکام الٰہی سے روگردانی پر وجۂ جواز پیدا کرنے کے لیے مختلف حیلے بہانے تراشتی ہے اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوتا ہے ان کا ارتکاب کر کے لاپروائی کا مظاہرہ کرتی ہے۔

بندوں کے ساتھ تکبر کے معاملے میں عصر حاضر کی متکبر خواتین کئی قسم کی ہیں۔

1 صحيح مسلم، الإيمان، باب تحريم الكبر و بيانه، حديث: 91.

بعض وہ خواتین ہیں جو اپنے حسب نسب پر تکبر کرتی ہیں، بعض وہ ہیں جو اپنے حسن و جمال پر نازاں ہیں، بعض وہ ہیں جو اپنے مال و دولت کو وجہ افتخار سمجھتی ہیں اور بعض خواتین وہ ہیں جو اپنی تعلیمی قابلیت اور ڈگریوں کی بدولت غرور میں مبتلا ہیں۔

جہاں تک ان عورتوں کا تعلق ہے جو اپنے حسب نسب کی وجہ سے تکبر کرتی ہیں تو یہ وہ خواتین ہیں جن کا نسب دوسروں سے برتر اور ممتاز ہوتا ہے۔ ایسی خواتین اپنے سے کم تر یا ماتحت لوگوں کو غلام اور لونڈیاں سمجھتی ہیں۔ یہ خواتین دیگر عورتوں سے میل ملاپ سے گریز کرتی ہیں۔ ناک بھوں چڑھاتی ہیں اور متنفر رہتی ہیں۔ اپنے حسب نسب کی وجہ سے غرور کرتی ہیں۔ دوسری عورتوں پر فخر جتلاتی ہیں اور باہمی نزاع کا موقع نکل آئے تو اپنے مدمقابل خواتین کے حسب نسب میں کیڑے نکالتی اور عار دلاتی ہیں۔

یہ تمام جاہلانہ باتیں ہماری بعض مسلمان بہنوں میں پائی جاتی ہیں۔ جبکہ ہمارا دین اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ یہاں کسی سفید کو کالے پر اور کسی مال دار کو کسی فقیر پر کوئی فضیلت نہیں، ماسوا اس صورت کے کہ کسی کے پاس ایمان اور تقویٰ زیادہ ہو تو اسے فضیلت مل سکتی ہے۔

کسی متکبر خاتون کا اپنی ہم مشرب بہن سے کوئی اختلاف یا نزاع پیدا ہو جائے تو وہ لپک کر کہتی ہے:

میں معاشرے میں نہایت اعلیٰ مقام پر فائز ہوں، میں نسلی اور نسبی اعتبار سے اونچی اور تجھ سے معزز ہوں، میں فلاں بن فلاں کی بیٹی ہوں۔ رہی تو، تو بھلا تو کیا بیچتی ہے اور تیری کیا حیثیت ہے؟ تو ایسی ہے، تیرا باپ ایسا ہے، تو یہ ہے، تو وہ ہے، تیرے جیسی عورتیں تو میرے پاس پھٹکنے کے قابل بھی نہیں! تو میری جوتی کے برابر بھی نہیں!

تو کون ہوتی ہے کہ مجھ سے بات کرنے کی جرأت کرے؟

وہ خاتون جو اپنے حسن و جمال کی وجہ سے تکبر کرتی ہے، اس کی عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ حسن و جمال میں اپنے سے کمتر خواتین کو حقیر سمجھتی ہے، انھیں عار دلاتی ہے، انھیں برا بھلا کہتی ہے، ان کی قباحت اور بدصورتی پر انھیں طعنے دیتی ہے اور شب و روز خفیہ اور اعلانیہ ان کا مذاق اڑاتی ہے۔

جو خاتون اپنے مال و دولت اور جائداد کی وجہ سے تکبر کرتی ہے تو وہ دوسری خواتین سے گفتگو میں اپنے مال و دولت کا بڑا چرچا کرتی ہے۔ کوئی خاتون اُس سے اختلاف رائے کا اظہار کر دے تو اُس کی عزت پر حملہ آور ہوتی ہے۔ وہ اپنے شاندار اور قیمتی کپڑے زیب تن کر کے اپنے مال و دولت کے اظہار کے لیے اترا اترا کر، مٹک مٹک کر بڑے غرور سے چلتی ہے۔

ہمارے دینِ حنیف نے متکبروں کی مذمت کی ہے، اس لیے ہمارے سلف صالحین امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے متکبروں کا بڑی سختی سے مواخذہ کرتے تھے اور انھیں شدت سے غرور و تکبر سے روکتے تھے۔

ایک مرتبہ سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ رونق افروز تھے۔ اسی دوران ابن اہتم ان کے قریب سے گزرا۔ اس نے ریشمی کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے جو ایک دوسرے کے اوپر تہ بہ تہ بڑی ترتیب کے ساتھ اس کی پنڈلی تک لٹک رہے تھے۔ ریشمی لباس سے اس کی قباء کشادہ محسوس ہوتی تھی اور وہ بہت اترا اترا کر چل رہا تھا۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی نظر پڑی تو فرمایا: اف! اف! اے احمق! تو بڑا ناک چڑھا، مغرور، منہ پھیرنے والا، بے رخی برتنے والا ہے۔ بڑی خود پسندی کا اظہار کر رہا ہے۔ تو ایسی

نعمتوں پر اترا رہا ہے جن کا شکر ادا کیا گیا ہے نہ ذکر۔ نہ اُن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو ملحوظ رکھا گیا ہے نہ ان میں اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا گیا ہے۔

ابن اہتم نے یہ سنا تو معذرت کی۔ آپ کے پاس آیا۔ اس پر حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھ سے معذرت نہ کر بلکہ اپنے رب سے توبہ کر، کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:

﴿ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ۝﴾

''اور زمین پر اکڑ کر مت چل، نہ تو زمین پھاڑ سکتا ہے اور نہ لمبائی میں پہاڑوں تک پہنچ سکتا ہے۔''[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا۔ وہ غرور و تکبر کی بنا پر اپنا تہبند زمین پر گھسیٹ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا:

''بلاشبہ (ایسے لوگ) شیطان کے بھائی ہیں۔'' آپ نے یہ بات دو یا تین مرتبہ دہرائی۔''[2]

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ خلیفہ بنائے جانے سے پہلے حج کیا۔ اس موقع پر جلیل القدر تابعی حضرت طاوس رحمہ اللہ نے آپ کو دیکھا کہ آپ کی چال میں تکبر ہے۔ انھوں نے ان کے پہلو میں اُنگلی چبھو دی اور فرمایا: یہ اس آدمی کی چال نہیں ہے جس کے پیٹ میں پاخانہ ہو۔ یہ سُن کر حضرت عمر رحمہ اللہ نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا: اے میرے چچا! بے شک چال کے جرم میں میرے ہر عضو کی اس قدر

1 تفسیر ابن کثیر، تفسیر سورۃ بنی إسراءیل 17:37. 2 إحیاء علوم الدین: 401/3.

پٹائی کی جائے کہ میں صحیح چال سیکھ لوں۔[1]

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے قریب سے ایک نوجوان گزرا۔ اس نے نے عمدہ کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے اور وہ بڑے غرور سے اترا اترا کر چل رہا تھا۔ آپ نے اسے بلایا اور فرمایا: اے ابن آدم! اپنے شباب پر ناز کرنے والے، اپنی عادات کے متوالے! (اپنے بارے میں یوں خیال کر) گویا قبر نے تیرے بدن کو ڈھانپ لیا ہے اور گویا تو نے اپنے اعمال دیکھ لیے ہیں۔ تو ہلاک ہو جائے! اپنے دل کا علاج کر کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے صرف اسی چیز کی حاجت اور چاہت ہے کہ ان کے دل صالح ہوں۔[2]

میری مسلمان بہن!

غرور وتکبر کا یہ عیب جس میں اکثر خواتین مبتلا ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل ہے اور یہ جہنمیوں کی صفات میں سے ہے۔

نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

«أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ»

”کیا میں تمھیں اہل جہنم کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہر سرکش، تندخو اور متکبر جہنمی ہے۔“[3]

میری مسلمان بہن! درحقیقت متکبر خاتون اپنے آپ کو اپنی قدر و قیمت سے بالا کر دیتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنی اس اساس کو بھول جاتی ہے جس سے اسے

---

1 إحياء علوم الدين: 401/3. 2 إحياء علوم الدين: 401/3. 3 صحيح البخاري، الأدب، باب الكبر، حديث: 6071، وصحيح مسلم، الجنة، باب النار يدخلها الجبارون، حديث: 2853.

پیدا کیا گیا ہے۔ متکبر عورت اپنے بارے میں یہ گمان کرتی ہے کہ وہ دیگر خواتین سے افضل اور زیادہ عظمت والی ہے۔ وہ یہ بھول جاتی ہے کہ وہ ایک حقیر نطفے سے پیدا کی گئی ہے۔

اگر تو اپنے رب کے کلام اور احادیث نبویہ میں تھوڑا سا بھی غور وفکر کرے تو تجھے اپنے جرم کی سنگین حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِن بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝﴾

''چنانچہ انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ وہ اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے، جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُتِلَ الْإِنسَانُ مَا أَكْفَرَهُ ۝ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۝ مِن نُّطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ۝﴾

''ہلاک کیا جائے انسان، کس قدر ناشکرا ہے! (اللہ نے) اسے کس چیز سے پیدا کیا؟ ایک (حقیر) نطفے سے اسے پیدا کیا، پھر اس کا اس نے اندازہ لگایا۔''[2]

نیز فرمایا:

﴿أَوَلَمْ يَرَ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ۝﴾

''کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ بے شک ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا ہے؟

[1] الطارق 86:5-7۔ [2] عبس 80:17-19۔

پھر یکا یک وہ کھلا جھگڑالو ہو گیا۔“ [1]

جلیل القدر تابعی حضرت مطرف بن عبداللہ رحمہ اللہ نے ایک موقع پر انسان کی یہی حقیقت بیان فرمائی۔ جب یزید بن مہلب نے ریشمی جبے میں اترا اترا کر چلتے ہوئے ان سے بحث و تکرار کی تو مطرف رحمہ اللہ نے فرمایا: اس چال سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو شدید نفرت اور دشمنی ہے۔

ابن مہلب نے کہا: کیا تو مجھے جانتا نہیں؟

مطرف رحمہ اللہ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں تجھے خوب جانتا ہوں۔ تیری ابتدا حقیر نطفہ ہے اور تیرا انجام گندی بدبودار لاش ہے اور اس دوران تو پاخانہ اٹھائے پھرتا ہے۔

یہ سن کر ابن مہلب چلا گیا اور اس نے اپنی متکبرانہ چال ترک کر دی۔ [2]

ہر متکبر خاتون کو چاہیے کہ وہ ابتدا ہی میں سنبھل جائے اور نصیحت حاصل کر لے تاکہ وہ متکبر خواتین کا راستہ چھوڑ دے اور منکسر المزاج خواتین کے اس راستے پر چلنا شروع کر دے جس کی وضاحت یہ حدیث کرتی ہے جسے جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت بشر بن جحاش قرشی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ہتھیلی پر تھوکا، پھر اس پر انگشت شہادت رکھی اور فرمایا:

«قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: اِبْنَ آدَمَ! أَنّٰى تُعْجِزُنِي وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ مِّثْلِ هٰذِهٖ، حَتّٰى إِذَا سَوَّيْتُكَ وَعَدَلْتُكَ، مَشَيْتَ بَيْنَ بُرْدَيْنِ وَلِلْأَرْضِ مِنْكَ وَئِيدٌ، فَجَمَعْتَ وَمَنَعْتَ، حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ، قُلْتَ:

[1] يٰسٓ 77:36. [2] إحياء علوم الدين: 401/3.

أَتَصَدَّقُ وَأَنّٰى أَوَانُ الصَّدَقَةِ؟»

''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو مجھے عاجز اور لاچار کرنا چاہتا ہے، حالانکہ میں نے تجھے اس طرح (گھٹیا نطفے) سے پیدا کیا ہے حتیٰ کہ جب میں نے تجھے درست کردیا اور تجھے معتدل بنادیا تو تو دو کپڑے پہن کر اس حالت میں چلتا ہے کہ زمین سے تیرے (زور سے پاؤں مارکر) چلنے سے آواز آتی ہے، پھر تو نے مال و اسباب جمع کیے اور (فقیروں سے) اس مال کو روکا حتیٰ کہ جب جان ہنسلی تک پہنچ گئی تو اُس وقت تو نے کہا: میں صدقہ کرتا ہوں، حالانکہ اب صدقے کا وقت کہاں رہ گیا؟''[1]

اے متکبر خاتون! صراطِ مستقیم کی طرف لوٹ آ۔ کل تیرے وجود سے اپنی حقیقت اورانجام کے حجاب اٹھ جائیں گے۔ آسمان و زمین کا رب تجھے توڑ پھوڑ ڈالے گا اور تجھے برے ٹھکانے کی طرف بھیج دے گا۔

ذرا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو غور سے پڑھ اور اپنے عبرت ناک انجام کا اندازہ کرلے:

«قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي، فَمَنْ نَّازَعَنِي وَاحِدًا مِّنْهُمَا قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ»

''بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بڑائی اور بزرگی میری چادر ہے اور عظمت

---

[1] سنن ابن ماجه، الوصايا، باب النهي عن الإمساك في الحياة......، حديث: 2707، و مسند أحمد: 210/4 واللفظ له. اسے شیخ البانی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔ دیکھیے، الصحيحة، حديث: 1099 و 1143.

میرا تہبند ہے، لہٰذا جو بھی ان دونوں میں سے کوئی چیز مجھ سے چھینے گا، میں اسے آگ میں پھینک دوں گا۔''[1]

پس بڑائی، بزرگی اور عظمت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اور جو خاتون تکبر کرتی ہے تو درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے ان دونوں ملبوسات کے معاملے میں جھگڑا کرتی ہے اور انھیں چھینتی ہے، حالانکہ وہ اسے حاصل نہیں کر سکتی لیکن اسے اس کی سزا ضرور ملے گی اور یہ سزا جہنم کی دہکتی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک جا پہنچے گی۔

اے مسلمان بہن! بلاشبہ متکبر خاتون اس بات کی مستحق ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں حقیر، ذلیل، گھٹیا اور بدتر بنا دے کیونکہ وہ اپنے خمیر میں تمام قلبی بیماریاں اٹھائے ہوئے ہے۔ تکبر اور بڑائی سے شاخ در شاخ خود پسندی، کینہ، حسد اور ریاکاری جیسی بیماریاں نکلتی ہیں۔ اس تکبر کی بنیاد متکبر خاتون کا اپنی قدر و منزلت سے غافل اور بے خبر ہونا ہے۔ جب عورت اپنی قدر و منزلت اور مقام و مرتبے کو بھول جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق سے تکبر سے پیش آتی ہے۔

1 صحیح مسلم، البر والصلة، باب تحریم الکبر، حدیث: 2620، و سنن أبي داود، اللباس، باب ما جاء في الکبر، حدیث: 4090 واللفظ له.

غرور کے خاتمے کا مؤثر طریقۂ علاج

اے میری مسلمان بہن! غرور اور تکبر کی اصلی وجہ اللہ تعالیٰ سے بغاوت، اس کی حکم عدولی، اس کے انعامات اور احسانات کا عدم اعتراف اور خود فریبی ہے، لہٰذا اس کا علاج صرف اور صرف تقویٰ اور خشیت الٰہی ہے۔ تجھے اس بات کا پختہ یقین ہونا چاہیے کہ تکبر شدید نقصان پہنچانے والی خصلت ہے۔ جب بھی کوئی مبتلائے غرور عورت نظر آئے، فوراً سمجھ لے کہ قابل رحم خاتون کا نقصان اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔

حضرت بلال بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر تو کسی آدمی کو دیکھے کہ وہ ہٹ دھرم، ضدی، جھگڑالو اور خود پسند ہے تو سمجھ لے کہ بلاشبہ اس کا خسارہ مکمل ہو گیا ہے۔[1]

میری مسلمان بہن! اگر تو اترانے اور تکبر کی بیماری سے نجات پانا چاہتی ہیں تو اس کا مؤثر علاج یہ ہے کہ اِس بُری خصلت سے فوراً توبہ کر اور اللہ رب العزت کی بڑائی اور کبریائی کے بول بولا کر۔ تجھے خوب جان لینا چاہیے کہ عظمت و کبریائی صرف اللہ ہی کو زیب دیتی ہے۔ وہی اس کا مالک ہے جیسا کہ ابھی حدیث گزری ہے کہ کبریائی اللہ کی چادر ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اِس چادرِ کبریائی کو چھیننے کی کوشش کرے گا، اللہ تعالیٰ اُسے عذابِ الیم میں مبتلا کر دے گا۔

1. إحياء علوم الدين: 143/3.

اے میری بہن! اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی تکبر پسند نہیں کرتا چہ جائیکہ کوئی آدمی تکبر سے بھرا ہوا ہو اور اترا اترا کر چلتا ہو۔ فرمان نبوی ہے:

«لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ»

''جس شخص میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''[1]

اے میری بہن! جنت صرف اسی کے لیے ہے جو دنیا میں بڑائی نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان غور سے سن! ہمارے خالق و مالک نے بڑی وضاحت سے صاف ارشاد فرمایا ہے:

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا﴾

''وہ آخرت کا گھر ہے جسے ہم ان لوگوں کے لیے تیار کرتے ہیں جو دنیا میں بڑائی چاہتے ہیں نہ فساد مچاتے ہیں۔''[2]

اے میری محترم بہن! یہ زندگی فانی اور گریز پا ہے۔ موت دبے پاؤں چلی آ رہی ہے۔ جوں ہی تیری زندگی کی مقررہ مدت پوری ہوگی، موت کی تُرشی تیرا سارا نشہ اُتار دے گی۔ تیرے عزیز و اقارب تیرا جنازہ کندھوں پر لادیں گے اور تجھے قبرستان کی سرد وسنسان فضا میں گڑھے کے حوالے کر دیں گے۔ پھر تیرے دل، عقل اور شکل وصورت کا کیا حال ہوگا؟ قبر کے تنگ وتاریک گڑھے میں تیرا وہ بدن گل سڑ کر کیڑوں مکوڑوں کی غذا بن جائے گا جس کے حسن و جمال پر تو فخر کرتی ہے۔ تیری دونوں آنکھیں پگھل کر ضائع ہو جائیں گی۔ کیڑے تیری زبان کھا لیں گے۔ قبر کی مٹی تیرے دانت بوسیدہ کر دے گی۔ پھر تیرا حسن و جمال کہاں جائے گا؟ غور کر جب تو قبر کی گود میں

[1] صحیح مسلم، الإیمان، باب تحریم الکبر و بیانه، حدیث: 91۔ [2] القصص 83:28.

ہوگی تو تیرے سارے بال جھڑ کر مٹی میں تبدیل ہو جائیں گے۔ تیرا سارا گوشت پوست حشرات الارض ہڑپ کر لیں گے۔ تیرا حسب نسب، تیرا مال و متاع اور تیرا حسن و جمال تیرے کسی کام نہیں آئے گا۔ سب تجھ سے رخصت ہو چکے ہوں گے۔ تو قبر کی تاریکی اور تنہائی میں اکیلی بے حس و حرکت پڑی ہوگی۔ اِس حالت میں تیری متاع غرور کی کیا قیمت ہو جائے گی؟

ہر متکبر خاتون اسی انجام سے دوچار ہوگی! میری بہن! ادراکِ حقیقت کے لیے ذرا اس واقعے پر غور کر:

حضرت فضل بن مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اموی حکمران سلیمان بن عبدالملک نے جمعے کے روز مجھے بلایا اور پوچھا: کیا آج تجھے کوئی کام ہے؟ میں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کی خدمت میں حاضری کے سوا کوئی کام نہیں ہے۔

فضل فرماتے ہیں کہ پھر سلیمان نے زرد رنگ کا ایک جوڑا منگوایا، اسے زیب تن کیا، پھر آئینہ منگوایا اور دیکھا، پھر اس نے وہ سوٹ اتار دیا، اس کے بعد اُس نے سبز رنگ کا ایک سوٹ منگوایا، زیب تن کیا، پھر آئینہ دیکھا اور کہنے لگا: ابھی تو میں نوجوان بادشاہ ہوں، ...... بالکل نوجوان!

پھر وہ نماز جمعہ پڑھنے کے لیے جانے لگا۔ میں بھی ساتھ چل دیا۔ وہ منبر پر چڑھا، خطبہ دینے لگا، اسی دوران اچانک اس کے بدن میں ایک پھنسی پھوٹ پڑی۔ وہ منبر سے نیچے اتر آیا وہ بخار میں مبتلا تھا۔ ابھی دوسرا جمعہ نہیں آیا تھا کہ وہ مرگیا اور اسے دفن بھی کر دیا گیا۔ [1]

---

2 مساوئ الأخلاق للخرائطي، ص: 587.

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تکبر کرنے والی ہر عورت کا یہی انجام ہے۔ لوگوں کے سامنے اترانے والی ہر عورت کی یہی انتہا ہے۔

اے مسلمان بہن! خود پسندی ترک کرنے اور تکبر سے خلاصی حاصل کرنے کے مددگار امور میں سے یہ بھی ہے کہ موت کی سختی اور قبر کی وحشت ناک تنہائی اور عذاب الیم کو ہر وقت یاد رکھ! اور اپنے ذہن کی سکرین پر ایک مغرور خاتون کی یہ تصویر دیکھ کہ قیامت کا دن ہے، متکبر عورت کو جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہے، وہ زاروقطار رو رہی ہے، پھر اسے جہنم میں پھینک دیا گیا ہے، پھر اس پر جہنم کے دروازے بند کر دیے گئے ہیں اور اس کی چھتیں ہموار کر دی گئی ہیں، جہنم نہایت سیاہ اور خوفناک ہے، وہاں اس کا کوئی ہمجولی نہیں جس سے وہ کچھ مانوس ہو جائے، کوئی سہیلی نہیں جو اس کے عذاب میں تخفیف کر دے، وہ جہنمی تھوہر کھا رہی ہے، جہنمی پیپ نوش کر رہی ہے۔...... میری بہن! اگر تو مغرور و متکبر عورت کا یہ بھیانک انجام پیشِ نظر رکھے گی تو ان شاء اللہ تجھے تکبر سے نفرت ہو جائے گی اور تجھے اترانے کی عادت سے نجات مل جائے گی۔

اے میری مسلمان بہن! اللہ تعالیٰ کے محاسبے سے پہلے پہلے اپنا محاسبہ خود کر لے۔ اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھ لے کہ اس میں تکبر کی کون سی قسم پائی جاتی ہے اور اس کا سبب کیا ہے؟ پھر اس کا علاج کر!

اگر تیرے تکبر کا سبب حسن و جمال ہے تو تجھے دنیا کی حسین ترین خواتین کی مثال پیش نظر رکھنی چاہیے اور اپنے آپ سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ کیا کوئی ایسی خاتون ہے جس کا حسن لازوال ہو؟ کیا تو قلوپطرہ سے بھی زیادہ خوبصورت ہے؟ اگر حسن

کسی کو بلند مقام و مرتبے پر فائز کرنے والا ہوتا تو قلو پطرہ کبھی ذلیل و خوار نہ ہوتی نہ خودکشی کرتی۔

اے بہن! اس چل چلاؤ کی فنا پذیر دنیا میں حسن پر کیوں اتراتی ہے؟ حسن ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ شباب چند روزہ چیز ہے۔ یہ لیل و نہار کی گردشیں سہہ کر خزاں رسیدہ ہو جائے گا اور اس جہاں سے چلا جائے گا۔ ذرا یہ بھی سوچ لے کہ اس حسن کے حصول میں تیرا کیا کمال ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ تو تجھ پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے تجھے خوبصورت نین نقش عطا کیے۔ درحقیقت یہ تیرا امتحان ہے۔ اگر اس دنیا میں تو نے حسنِ خدا داد پر اللہ کا شکر نہ کیا اور دوسروں کو حقیر سمجھا تو ہوسکتا ہے کہ اللہ اس حسن کو اس دنیا ہی میں بدصورتی سے تبدیل کر دے۔

اے بہن! اگر تیرا تکبر حسب نسب کی بنا پر ہے تو تجھے غور کرنا چاہیے کہ تیرا فخر و غرور تو اپنے آباء و اجداد میں سے کسی بڑے کی وجہ سے ہے جبکہ اس دنیا نے تو ان لوگوں کا بھی بڑا عبرت ناک انجام دیکھا ہے جو بذات خود بڑے نامور، صاحبِ طبل وعَلَم جاہ و جلال کے مالک اور شوکت و حشمت والے تھے۔ ذرا نمرود، شداد، فرعون، ہامان اور دیگر بڑے بڑے متکبرین کو دیکھ اور بتا کیا ان کا تکبر ان کے کسی کام آیا؟ کیا آج ان کے انجام کو بطور عبرت پیش نہیں کیا جاتا؟ اللہ تعالیٰ نے نمرود کو ایک مچھر سے، فرعون کو پانی سے اور متکبر قوم عاد کو ہوا سے ہلاک کر ڈالا اور شداد اپنی بنائی ہوئی جنت بھی نہ دیکھ پایا۔ ان لوگوں کے غرور و تکبر کے سارے پشتارے دھرے کے دھرے رہ گئے۔

میری مسلمان بہن! کیا تو یہ چاہتی ہے کہ تیرا انجام بھی ایسا ہی ہو جسے سن کر لوگ

کانوں کو ہاتھ لگایا کریں؟

اے مسلمان بہن! اگر تیرا فخر و غرور اپنی تعلیم کی بنا پر ہے تو تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ جو علم تکبر سکھاتا ہو وہ علم درحقیقت علم نہیں بلکہ جہالت ہے کیونکہ علم تو فروتنی، عاجزی اور انکسار سکھاتا ہے۔ایسے علم پر تجھے رونا چاہیے جو تجھے غرور کی نجاست سے آلودہ کر کے دوسرے لوگوں کو گھٹیا سمجھنے کا خوگر بناتا ہے۔اگر فی الواقع تیرے پاس علم ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی شناسائی حاصل کر۔اپنا حقیقی مقام معلوم کر اور اپنی اصلیت پہچان، اس طرح یہ تکبر تجھ سے خود بخود دور ہوتا چلا جائے گا۔

اے میری بہن! قبر و حشر میں تجھ سے تیری ڈگریوں کے متعلق نہیں بلکہ اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اگر تیرے اعمال صفر ہوئے تو انجام انتہائی لرزہ خیز اور باعث رسوائی ہوگا۔

اے میری بہن! اگر تیرا غرور و تکبر دولت کی فراوانی کے سبب ہے تو تجھے قارون کی مثال سامنے رکھنی چاہیے۔ جب قارون نے اپنی دولت کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احکام سے انحراف کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہمیشہ کے لیے نشانِ عبرت بنادیا۔کیا دولت اس کے کسی کام آئی؟ ذرا سوچ! کیا تیری دولت قارون سے بھی زیادہ ہے؟ نعوذ باللہ! کیا تو یہ گمان کیے بیٹھی ہے کہ اللہ تعالیٰ قارون کو سزا دینے پر قادر تھا مگر تیرے اوپر قادر نہیں؟

اے میری بہن! کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرا ازلی اور حقیقی دشمن کون ہے؟ وہ شیطان ہے۔ یہ تکبر اور غرور تو تیرے اس دشمن کی خاصیت ہے۔ اسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے دربار سے ذلیل کر کے نکالا گیا تھا۔کیا تو اسی دشمن کی اقتدا کر کے اس کی طرح اللہ تعالیٰ

کے ہاں ذلیل و رسوا ہونا چاہتی ہے؟

اے میری بہن! مومن کی خصوصیت تو انکسار اور عاجزی ہے۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عاجزی کا کتنا بڑا انعام ہے؟ اللہ تعالیٰ نے عاجزی ہی کے انعام کے طور پر اُس عظمت و رفعت کا وعدہ کیا ہے جس کی بزعم خود تو اپنے آپ کو مستحق سمجھتی ہے اور دنیا میں اس رفعت کا جھوٹا دعویٰ کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«مَاتَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ»

''جو فرد اللہ تعالیٰ کے سامنے انکسار اور عاجزی اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے رفعت عطا کرے گا۔''[1]

اے میری بہن! غور کر۔ حقیقی رفعت اور بلندی تکبر میں نہیں بلکہ عاجزی اور تواضع میں ہے۔ اگر تو عاجزی اور انکسار کو اپنا زیور بنا لے تو سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تیرا درجہ بہت عظیم ہے اور تیرا شمار نیک خواتین میں ہو گا۔ کاش! اللہ تجھے ان باتوں کی سمجھ عطا کر دے۔

---

[1] صحیح مسلم، البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع، حدیث: 2588.

شہرت پسندی

میری مسلمان بہن! جن بُرائیوں میں اکثر مسلمان خواتین مبتلا ہو جاتی ہیں ان میں سے ایک جھوٹی شہرت کی تلاش اور ناموری سے محبت ہے۔

اس عیب سے متصف خاتون ہمیشہ کھوٹی اور بے حقیقت شہرت اور جھوٹی ناموری کی تلاش میں رہتی ہے۔ وہ ہمیشہ غرور اور خود نمائی میں مبتلا رہتی ہے۔ وہ اپنی حرکتوں سے یہ ظاہر کرتی ہے کہ وہ انتہائی اعلیٰ ذوق کی مالک ہے۔ ایسی خاتون اٹھلا اٹھلا کر اتراتے ہوئے چلتی ہے۔

جب وہ اپنی ہم جولیوں اور سہیلیوں کے ساتھ کسی مجلس میں بیٹھتی ہے تو چاہتی ہے کہ اول و آخر وہی گفتگو کرنے والی ہو اور اُسی کے قول کو قولِ فیصل مانا جائے۔ اپنی سہیلیوں سے ہر ملاقات میں وہ اپنے آپ کو صائب الرائے، گہری فکر کی مالک اور ہرفن مولا ثابت کرنا چاہتی ہے۔ جس علاقے، جس فن اور جس موضوع پر بات ہو وہ اس کے بارے میں من گھڑت باتیں کر کے دوسروں کو متاثر کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن اگر اس کے برعکس کوئی دوسری خاتون کوئی اچھی اور مفید بات کہہ دے تو وہ اس کی قدردان نہیں ہوتی بلکہ ناک بھوں چڑھاتی ہے اور اس کی رائے پر فضول اعتراضات عائد کرتی ہے۔ ایسی خاتون دوسروں کی خدمات اور صلاحیتوں کے بارے

میں گفتگو بہت کم کرتی ہے۔ اس کی اکثر گفتگو اپنے ہی بارے میں ہوتی ہے۔ وہ اپنی قدر و منزلت بڑھانا چاہتی ہے، چاہے معاشرے میں اس کا کوئی مقام و مرتبہ نہ ہو۔

وہ اس بات کی بڑی دلدادہ ہوتی ہے کہ دوسری خواتین اس کی تعریف و توصیف کرتی رہیں، چاہے وہ اس توصیف کی مستحق نہ ہو۔ کوئی خاتون اوچھی حرکتوں کی وجہ سے اس کی مذمت کر دے تو وہ بڑی رنجیدہ خاطر ہوتی ہے۔

وہ لوگوں کو ایسے اقوال و افعال کے ذریعے سے راضی کرنے کی کوشش کرتی ہے جن کے بارے میں اسے یقین ہے کہ ان سے زمین و آسمان کا رب غضب ناک ہوتا ہے۔

بلاشبہ ایسی خاتون شہرت سے محبت کی بیماری میں مبتلا ہے، حالانکہ حصول شہرت کا عیب ایسا عیب ہے جو انسان کی عاقبت برباد کر دیتا ہے۔

لہٰذا ہر وہ مسلمان خاتون جو اللہ تعالیٰ پر بطور رب، اسلام پر بطور دین اور محمد ﷺ پر بطور نبی اور رسول ایمان لائی ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس بھدے عیب سے خلاصی کے لیے بھرپور کوشش کرے۔

مسلمان خاتون کا حقیقی شرف اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی، انکسار اور فروتنی میں ہے، جھوٹی شہرت، غرور اور تکبر میں نہیں ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

تَوَاضَعْ تَكُنْ كَالنَّجْمِ لَاحَ لِنَاظِرٍ
عَلٰى صَفَحَاتِ الْمَاءِ وَهُوَ رَفِيعُ
وَلَا تَكُنْ كَالدُّخَانِ يَعْلُو بِنَفْسِهٖ
إِلٰى طَبَقَاتِ الْجَوِّ وَهُوَ وَضِيعُ

''تواضع اختیار کر۔ اس کے ذریعے تم اس ستارے کی طرح بن جاؤ گے جو دیدہ ور کے لیے تو پانی کی سطح پر چمکتا ہے، مگر درحقیقت وہ بہت بلند ہوتا ہے۔ دُھواں نہیں بننا چاہیے جو فضا کی متعدد منازل تک اپنے آپ کو بلند کرتا ہے، حالانکہ وہ نہایت گھٹیا ہوتا ہے۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے:

إِذَا شِئْتَ أَنْ تَزْدَادَ قَدْرًا وَرِفْعَةً
فَلِنْ وَتَوَاضَعْ وَاتْرُكِ الْكِبْرَ وَالْعُجْبَا

''اگر تو چاہتا ہے کہ تو قدر و منزلت کے اعلیٰ رُتبے پر فائز ہو جائے تو پھر ملائمت اور تواضع اختیار کر اور تکبر اور خود پسندی ترک کر دے۔''

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''بندہ اس وقت تک ایمان کے ایک ذرے تک بھی نہیں پہنچ سکتا جب تک شرف و منزلت کی نسبت انکسار اس کے ہاں زیادہ محبوب نہ ہو، دنیاوی نعمتوں کی کثرت کی نسبت دنیا کی قلت اس کے ہاں زیادہ محبوب نہ ہو، حق کے معاملے میں پسندیدہ اور ناپسندیدہ آدمی دونوں اس کے ہاں برابر نہ ہوں اور وہ لوگوں کے حق میں اسی طرح فیصلہ نہ کرے جس طرح اپنے لیے فیصلہ کرتا ہے۔''[1]

اے میری مسلمان بہن! ایک مرتبہ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ایک باغ سے اپنے لیے لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے باہر نکلے۔ لوگوں نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگے: اے ابو یوسف! بلاشبہ تیرے بیٹے اور غلام اس مشقت سے تجھے

1 الزهد لابن مبارك، ص: 52.

مستغنی کرنے کے لیے کافی ہیں۔ انھوں نے جواب دیا: ''میں دراصل اپنے دل کو آزمانا چاہتا تھا کہ کیا (تکبر کی وجہ سے) وہ لکڑیوں کے گٹھے کو اٹھانے سے انکار تو نہیں کرتا؟''[1]

حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر تھے تو اہل شام سے تعلق رکھنے والے بنو تیم قبیلے کا ایک آدمی مدائن آیا۔ اس کے پاس انجیر کا ڈھیر تھا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اس وقت چوغہ زیب تن کر رکھا تھا۔ وہ آدمی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو جانتا نہیں تھا، چنانچہ اس نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو قلی سمجھا اور کہا: ادھر آؤ اور انجیر کا یہ گٹھا اٹھاؤ۔ چنانچہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے وہ گٹھا اٹھا لیا۔ دوسرے لوگوں نے آپ کو دیکھا تو وہ اس شخص سے کہنے لگے: ارے! یہ تو مدائن کے گورنر ہیں۔

اس آدمی نے پریشان ہوکر کہا: مجھے معاف کر دیجیے! گستاخی ہوگئی۔ میں آپ کو جانتا نہیں تھا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اب میں یہ سامان اس وقت تک نیچے نہیں اتاروں گا جب تک تو اپنی منزل مقصود تک نہ پہنچ جائے۔ میں اس معاملے میں (ثواب کی) نیت کر چکا ہوں، لہٰذا میں تیرے گھر پہنچنے سے پہلے اسے نہیں رکھوں گا۔''[2]

عمر مخزومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اعلان فرما کر لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب بہت سے لوگ جمع ہو گئے تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا، پھر فرمایا:

''ایک زمانے میں میرا یہ حال تھا کہ میں بنو مخزوم میں اپنی خالاؤں کی بھیڑ

1 الزهد لابن المبارك، ص: 833   2

بکریاں چرایا کرتا تھا۔ وہ مجھے بطور اجرت ایک مٹھی کھجور یا کشمش دے دیتی تھیں۔ اس سے میں اپنا دن بسر کرتا تھا۔ اب کیا زمانہ آ گیا ہے؟‘‘

یہ بات کہہ کر آپ منبر سے نیچے اتر آئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے امیر المومنین! آپ نے اپنی گزری ہوئی زندگی کے علاوہ مزید کوئی بات نہیں کہی؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ’’اے ابن عوف! تجھ پر افسوس ہے! میں خلوت میں تھا۔ میرے دل نے مجھے مخاطب کر کے کہا: تو امیر المومنین ہے، لہٰذا کون ہے جو تجھ سے افضل ہو؟ چنانچہ میں نے یہ عمل اپنے دل کو اپنی اصلیت اور اوقات سے آگاہ کرنے کے لیے کیا ہے۔‘‘ [1]

مسلمان بہن! ذرا اپنے سلف صالحین کی طرف دیکھ اور غور کر کہ وہ حقیقی معنوں میں عالی مقام ہونے کے باوجود جھوٹی شہرت، ناموری اور نمود و نمائش سے کس قدر دور رہتے تھے۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ تو بھی جلیل القدر اسلاف کی طرح شہرت اور ناموری سے دوری اختیار کرے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے اسی بات کی امید رکھتے ہیں۔ اب میں اس عیب سے نجات پانے کا طریقہ بتاتا ہوں۔

---

[1] الطبقات الکبریٰ: 293/3.

شہرت اور نمود نمائش کے خبط سے نجات کا طریقہ

میری بہن! اگر تو شہرت پسندی کے عیب میں مبتلا ہے اور چاہتی ہے کہ دنیا میں تیری واہ واہ ہو اور لوگ تیرے مرتبے کی تعریف کریں، ہر جگہ تیرے نام کا چرچا پھیل جائے اور لوگ تیری ثنا خوانی میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیں...... تو اس عیب کا علاج یہ ہے کہ تو رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کی اتباع کر اور یہ جائزہ لے کہ نام ونمود اور شہرت پسندی کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ کا طرزِ عمل کیا تھا؟ یاد رکھ! رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہی میں عزت اور کامیابی ہے۔ اب اس ارشاد رسول ﷺ پر اچھی طرح غور کر۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُولُوا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ»

''میری شان میں اس طرح مبالغہ آرائی نہ کرنا جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں مبالغہ آرائی کی تھی۔ بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں، لہٰذا تم بھی مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔''[1]

[1] صحیح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول الله ......، حديث:3445.

میری مسلمان بہن! اگر تو نجات اخروی کی طلبگار ہے تو تجھے یہی طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ مزید برآں شہرت پسندی کے عیب سے نجات حاصل کرنے کے لیے تجھے انکسار اور تواضع اختیار کرنے والی خواتین کے راستے پر چلنا چاہیے۔

انکسار اور تواضع کی صفات حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے معیار زندگی سے نچلے درجے کی غریب خاتون کو دیکھ اور اپنے دل میں یہ احساس بیدار کر کہ دنیاوی نعمتوں کی بہتات کی وجہ سے تجھے اُس پر کوئی تفوق اور فضیلت حاصل نہیں ہے۔ یہ تیرے لیے مقام شکر ہے کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے۔ تجھے ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اس طرح تجھ میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کا احساس پیدا ہوگا اور تجھ میں عاجزی آئے گی۔

تواضع اور انکسار ہر اس عورت کی شاہراہِ عمل ہے جو شہرت پسندی، غرور، تکبر اور بڑائی سے خلاصی کی کوشش کرتی ہے۔ تواضع میں دین و دنیا دونوں کی مصلحت ہے۔ اس دنیا میں خیر کا پہلو یہ ہے کہ تواضع اور انکسار کی وجہ سے مسلمان خاتون کے دل میں اپنے اور اپنی سہیلیوں اور رشتہ دار خواتین کے مابین پائی جانے والی دشمنی اور رقابت زائل ہو جاتی ہے اور مسلمان عورت خود پسندی اور فخر و غرور کے نتائج و عواقب سے پیدا ہونے والی پریشانیوں سے نجات پاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمان خاتون کے مقام و مرتبے کو اس کی تواضع اور انکسار کی وجہ سے دنیا و آخرت دونوں جگہ بڑھا دیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَ مَازَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ

اللّٰہُ»

''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے عفو و درگزر کی وجہ سے اس کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے مقام و مرتبے کو بلند کر دیتا ہے۔'' [1]

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ درجات اور مقام و مرتبے کی بلندی کی دو صورتیں ہیں:

1 ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی دنیا میں اس کا مرتبہ بلند کر دے گا، یعنی اس کی تواضع اور انکسار کی بدولت اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کا مقام و مرتبہ بڑھا دے گا۔

2 اس سے مراد آخرت کا ثواب بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کی تواضع کی بدولت آخرت میں اسے بلند مقام عطا کرے گا۔

فخر و غرور اور شہرت پسندی کے دھوکے میں مبتلا خاتون! جب تو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرے گی تو اللہ تعالیٰ تجھے دنیا میں بلند مقام عطا کر دے گا اور لوگوں کے دلوں میں تیرے لیے عزت و محبت کا جذبہ پیدا ہو گا اور روز قیامت اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا۔

دانا اور اصحاب حکمت لوگوں کا فرمان ہے کہ تواضع شرف و منزلت کے حصول کی شکارگاہ ہے اور شرف کا حصول تواضع کے ساتھ ہی ممکن ہے جبکہ تکبر آدمی کی قدر و منزلت ختم کر دیتا ہے۔

میری بہن! حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ایک درخت

1 صحیح مسلم، البر والصلة، باب استحباب العفو و التواضع، حدیث: 2588.

کے قریب پہنچا جس کے سائے میں ایک آدمی چرمی چادر کا پردہ تانے سو رہا تھا۔ اس پر دھوپ پڑ رہی تھی۔ میں نے وہ چادر ٹھیک کر دی تا کہ اسے دھوپ نہ لگے۔ جب وہ آدمی نیند سے بیدار ہوا تو ناگہاں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے انھیں بتایا کہ آپ پر دھوپ پڑ رہی تھی، میں نے آپ کی چادر ٹھیک کر دی۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا: ''اے جریر! اللہ کے لیے دنیا میں فروتنی اور انکسار اختیار کر۔ بلاشبہ جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اور انکسار اپناتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے بلند مقام عطا کرے گا۔ اے جریر! کیا روز قیامت جہنم کی ظلمت کے بارے میں تو جانتا ہے کہ وہ کیا ہے؟'' میں نے کہا: نہیں! انھوں نے فرمایا: ''بلاشبہ دنیا میں لوگوں کے ایک دوسرے پر جو مظالم ہیں وہی جہنم کی ظلمت ہے۔''[1]

میں اپنی اس بہن سے بھی درخواست کرتا ہوں جسے اللہ نے دنیا میں کوئی مقام و مرتبہ، شہرت، ناموری اور عزت دی ہے کہ وہ بھی تواضع اختیار کرے۔ یہ ناموری اور شہرت تواضع کی زیادہ مستحق اور متقاضی ہے کیونکہ یہ شہرت ہی تکبر کا چور دروازہ ہے بلکہ درحقیقت ہلاکت کا دروازہ ہے۔

میری بہن! اس دنیاوی جاہ و جلال اور شہرت پر فخر مت کر بلکہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کر اور قرون اولیٰ کے احباب کو اپنے لیے مشعل راہ بنا کیونکہ یہ شہرت درحقیقت ایک آزمائش اور وبال ہے۔ کیا تو دیکھتی نہیں کہ جب سرور کونین ﷺ نے مکہ فتح کیا اور آپ کی شہرت کے ڈنکے پورے عرب میں بجنے لگے تو اس فاتحانہ شان کے باوجود آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں اس حالت میں داخل ہوئے کہ آپ ﷺ نے اپنا سر اس قدر

[1] حلیة الأولیاء: 260/1.

جھکایا ہوا تھا کہ سر مبارک اونٹنی کو چھو رہا تھا اور آپ سورۂ فتح کی تلاوت فرما رہے تھے۔ پھر وہ رات آپ ﷺ نے جشن میں نہیں گزاری بلکہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ نے تمام رات اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری میں قیام و سجود کرتے ہوئے بسر کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب بیت المقدس فتح کیا تو اس عالم میں شہر میں داخل ہوئے کہ آپ اپنے غلام کی سواری کی مہار تھامے ہوئے تھے۔

ایک شاعر کہتا ہے:

تَوَاضَعْ إِذَا مَا نِلْتَ فِي النَّاسِ رِفْعَةً

فَإِنَّ رَفِيعَ الْقَوْمِ مَنْ يَتَوَاضَعُ

"جب تجھے لوگوں میں کوئی بلند مرتبہ یا منصب مل جائے تو انکسار اختیار کر کیونکہ قوم کا سردار وہ ہوتا ہے جو منکسر المزاج ہو۔"

ایک اور شاعر کہتا ہے:

تَوَاضَعْ إِذَا كَانَ قَدْرُكَ عَالِيًا

فَإِنَّ اتِّضَاعَ الْمَرْءِ مِنْ شِيَمِ الْعَقْلِ

"اگر تیرا مقام و مرتبہ اور شان بلند ہے تو تواضع اختیار کر کیونکہ آدمی کا منکسر المزاج ہونا ہی عقل مندی کی نشانی ہے۔"

قلتِ اطاعت

اے میری مسلمان بہن! آج کل کی عورتوں میں پھیلے ہوئے عیبوں میں سے ایک بھاری عیب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری اور اطاعت میں کمی ہے۔

خواتین کی زندگی میں اس عیب کا سب سے بڑا سبب ان کی فراغت ہے جسے وہ فضول اور بے کار باتوں میں ضائع کر دیتی ہیں۔

مرضِ فراغت میں مبتلا خواتین دن کے وقت بکثرت لہو ولعب اور ہنسی مذاق میں مشغول رہتی ہیں اور رات اگلے دن کے کھیل کود اور فضول پروگراموں کے تانے بانے بننے اور گہری نیند میں مدہوش رہنے میں گزار دیتی ہیں۔ یوں یہ خواتین اپنے متعاقب انجام سے غافل ہیں۔

میری بہن! بلاشبہ فرصت وفراغت کا وقت بہت سی اخلاقی کمزوریوں اور گناہوں کا سبب ہے کیونکہ فرصت کے لمحات انسان کی فکر ونظر کو منفی یا مثبت بنانے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ نیک خواتین فرصت کے لمحات کو غنیمت سمجھتے ہوئے انھیں اللہ کی عبادت اور ذکر میں صرف کرتی ہیں جبکہ بدطینت خواتین ان لمحات کو ظاہری اور باطنی شر، گناہ اور برائی کی باتوں میں ضائع کرتی ہیں۔

خواتین باطنی طور پر ان لمحات کو اس طرح ضائع کرتی ہیں کہ جب انھیں کوئی کام

کاج نہ ہوتو پھر خالی الذہن ہوکر اپنی سوچوں کے دھارے کسی دوسری خاتون یا اپنے خاوند کی طرف پھیر دیتی ہیں ، شیطان انھیں ان کے خلاف ورغلاتا ہے اور یہ خواتین ان کے خلاف محض وہم وگمان پر مبنی مختلف آراء قائم کرکے انھیں نیچا دکھانے اور نقصان پہنچانے کے جال بننا شروع کردیتی ہیں۔

اس کے علاوہ فارغ خواتین اپنا وقت گزارنے کے لیے مختلف فضولیات سے اپنا دل بہلاتی ہیں۔ بعض خواتین آپس میں خورونوش اور فیشن جیسے موضوعات پر بے مقصد باتیں کرتی ہیں۔ اور بسا اوقات غیبت اور چغلیاں کرتی ہیں۔ چغلیوں اور لگائی بجھائی کا موقع نہ ہوتو فلموں اور ٹی وی ڈراموں کے بارے میں گپیں ہانکنے لگتی ہیں۔ بعض خواتین بے ہودہ لٹریچر، رومانوی ناولوں، ڈائجسٹوں اور میگزینوں وغیرہ سے اپنا دل بہلاتی ہیں۔ بعض خواتین ٹیلی ویژن، وی سی آر، کیبل، انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کے ذریعے سے وقت پاس کرتی ہیں۔

ہماری یہ بہنیں یہ نہیں سمجھتیں کہ یہ چیزیں نہ صرف ان کے لیے بلکہ معاشرے کے لیے بھی کس قدر نقصان دہ ہیں کیونکہ موجودہ میڈیا کے تمام ذرائع بالخصوص کیبل اور ڈش وغیرہ غیر محسوس طریقے سے ہمارے اذہان پر اثر انداز ہوتے اور ہمارے انداز فکر کو تبدیل کرتے ہیں۔ قرآن وسنت اور اسلام کی محبت پر مبنی ہماری سوچ کو بے حیائی اور یہود وہنود کی سوچ سے ہم آہنگ کرتے ہیں۔ پھر یہی سوچ ہمارے افکار، نظریات اور عقائد کا روپ دھارتی ہے اور اپنے مسموم کردار سے ہماری زبان کے ذریعے انسانوں کو ڈستی ہے۔ جب ہماری بہن کسی فلم، ڈرامے، ناول یا ڈائجسٹ کے اوراق میں کوئی محبت بھری داستان پڑھے یا دیکھے گی تو وہ یہی نتیجہ اخذ کرے گی کہ جیت،

عزت اور محترم مقام ہمیشہ ایسی عورت ہی کو ملتا ہے جو سرِ بازار عزت نیلام کر کے کسی غیر مرد کا ہاتھ تھام لیتی ہے۔ تو کیا وہ اس طرح کے فاسد خیالات سے متاثر ہو کر گھر سے فرار نہ ہوگی؟ اسی طرح جب نفرت و عداوت اور کینے کے سبق پر مشتمل کوئی لٹریچر یا فلم وغیرہ کوئی عورت دیکھے گی تو کیا اس سے اس کے ذہن میں بغض و عداوت کے نت نئے دریچے نہیں کھلیں گے؟

جہاں ایک طرف میڈیا اور لٹریچر کا یہ انفرادی اور اجتماعی نقصان ہے وہاں دوسری طرف یہ چیزیں انسان کو عبادت سے غافل کرنے کا باعث بنتی ہیں کیونکہ ان ڈراموں، فلموں اور ناولوں وغیرہ کی رسیا خاتون ان کی من گھڑت اور فرضی کہانی میں اس قدر محو ہو جاتی ہے کہ اسے سرے سے عبادت کے وقت ہی کا پتہ نہیں چلتا۔ بسا اوقات وہ اس کے سسپنس اور تجسس میں اس قدر ڈوب جاتی ہے کہ شیطان کے حسین جال ''ابھی تو بڑا وقت ہے'' کا شکار ہو کر عبادت کا وقت ضائع کر دیتی ہے۔ آہستہ آہستہ جوں جوں یہ عادت بڑھتی چلی جاتی ہے، اسی نسبت سے عبادت کی طرف رجحان کم ہوتا چلا جاتا ہے حتی کہ آخر کار وہ وقت گزاری کے لیے ایسے مشاغل اپنا لیتی ہے جو اس کی زندگی برباد کر دیتے ہیں۔

سید قطب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بلاشبہ فراغت انسان کی پوشیدہ صلاحیتوں اور توانائیوں کو برباد کرنے والی چیز ہے۔ ابتدا میں انسان فراغت کے لمحات گزارنے کے لیے حیات بخش صلاحیتوں کو منتشر اور برباد کرتا ہے، پھر وہ فراغت کے لمحات گزارنے کے لیے نقصان دہ مشغلوں کا عادی ہو جاتا ہے۔[1]

[1] منهج التربية الإسلامية: 206/1.

قلتِ اطاعت کا علاج

اے میری بہن! اس مرض کا علاج یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو پہچان اور اپنے مقصدِ زندگی کا شعور حاصل کر کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بے مقصد اور فضول پیدا نہیں کیا کہ تو اپنی زندگی فضول کاموں میں برباد کرتی رہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے زندگی کا مقصد اپنی عبادت قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾

''اور میں نے جن اور انسان اسی لیے پیدا کیے ہیں کہ وہ صرف میری ہی عبادت کریں۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے زندگی فضول کاموں کے لیے نہیں دی بلکہ اس لیے دی ہے کہ تو اس امتحان گاہ میں آخرت کے لیے تیاری کر لے۔ بلاشبہ ایک دن تجھے اللہ کے حضور پیش ہونا ہے اور وہ دن ایسا ہوگا جہاں سوائے عبادت الٰہی اور نیکیوں کے کوئی چیز کام نہ آئے گی۔ اس وقت تجھے اپنی موجودہ زندگی پر افسوس ہوگا، لہٰذا اُس وقت کے آنے سے پہلے پہلے رب کو راضی کر لے اور فرصت کے ان لمحات کو غنیمت سمجھ۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[1] الذّٰریٰت 56:51.

«اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ»

''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھ اور ان سے فائدہ اٹھا لے: اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو بیماری سے پہلے، اپنے مال کو فقیری اور محتاجی سے پہلے، اپنی فراغت و فرصت کو اپنی مشغولیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے۔''[1]

میری بہن! اس وقت اللہ تعالیٰ نے تجھے صحت، فراغت، جوانی، مال اور زندگی عطا فرما کر تجھ پر عظیم انعامات کیے ہیں، تجھے ان سے مستفید ہونا چاہیے اور اپنی آخرت کے لیے زادِ راہ تیار کرنا چاہیے۔ کل جب یہ انعامات تجھ سے چھین لیے جائیں گے تب تجھے ان کی اہمیت کا احساس ہوگا، تب تو عبادت کرنا چاہے گی لیکن تیری قوتِ عبادت ختم ہو جائے گی یا مدتِ عبادت گزر جائے گی۔

میری بہن! کچھ تو سوچ اگر یہ آنکھیں جن سے تو دن رات فلمیں اور ڈرامے دیکھ رہی ہے اور لچر ناول پڑھ رہی ہے، تجھ سے چھین لی جائیں، تیری بینائی زائل ہو جائے تو کیا تو اس وقت اللہ کی طرف رجوع کرے گی؟ جب یہ کان جن سے تو غیب کی باتیں اور بے ہودہ گانے سنتی ہے، شعورِ سماعت سے محروم کر دیے جائیں گے تو کیا تو اُس وقت ان سے اللہ کی بندگی کی نصیحت آموز تقاریر، احکامِ الٰہی اور فرامین رسول ﷺ سنے گی؟

---

[1] المستدرك للحاكم: 341/4.

اے میری بہن! کیا تو اس وقت زبان کو اللہ کی نافرمانی سے روک کر تلاوت قرآن کی عادی بنائے گی جب اللہ تعالیٰ اسے گنگ کر کے قوت گویائی چھین لے گا؟

ہائے افسوس! اگر تو اسی بات کی منتظر ہے تو تیرا انجام کیا ہوگا؟ میری بہن! ابھی وقت ہے، فرصت اور صحت کے لمحات کو غنیمت جان! ان سے فائدہ اٹھا۔ اس دھوکے میں نہ رہ کہ ابھی تو میں جوان ہوں اور میری صحت وفرصت زندگی بھر باقی رہے گی۔

میری محترم بہن! زندگی سے زیادہ ناقابلِ اعتبار چیز اور کوئی نہیں۔ نہ جانے زمانے اور زندگی کے کس موڑ پر تیری شام ہو جائے اور تیرا آفتابِ حیات غروب ہو جائے، اسی لیے رسول رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ: اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ»

”دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں اکثر لوگ گھاٹے میں مبتلا ہیں اور وہ دو چیزیں صحت اور فراغت ہیں۔“[1]

میری بہن! نیک خواتین کے طرز زندگی کو اپنے لیے مشعل راہ بنا لے۔ اپنی آئیڈیل شخصیت کسی فلمی ہیروئن اور کسی گلوکارہ کو نہ بنا بلکہ معاشرے میں موجود نیک خواتین اور قرونِ اولیٰ کی جنتی خواتین کو بنا، ان کے شب و روز کا مطالعہ کر کہ وہ کس طرح عبادت الٰہی میں مشغول رہتی اور اللہ سے کتنا ڈرتی رہتی تھیں۔

نیک خواتین کی صفات یہ ہیں کہ وہ دن کے وقت اطاعتِ الٰہی والے امور بجا لاتی ہیں اور ان کی راتیں دعا، نماز، تلاوتِ قرآن اور اللہ جل جلالہ کے خوف وخشیت سے آہ و بکا میں بسر ہوتی ہیں اور وہ سحری کے وقت اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتی رہتی ہیں حتیٰ کہ

[1] صحيح البخاري، الرقاق، باب الصحة والفراغ......، حديث: 6412.

وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نیک، صالح اور بھلی خواتین شمار ہونے لگتی ہیں۔ ذرا اسلاف کے روز و شب کی زبردست محنت پر نظر دوڑا اور اپنے لیل ونہار پر غور کر کہ تیرے مقدس اسلاف کیا تھے اور تو کیا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بلاشبہ میں نے متعدد ایسے گروہوں کو دیکھا ہے اور متعدد ایسی جماعتوں کی مصاحبت میں رہا ہوں جو دنیا کی کسی چیز کے مل جانے پر خوش ہوتے تھے نہ دنیاوی چیز کے چھوٹ جانے پر غمگین ہوتے تھے۔ ان کی نظر میں دنیا اس مٹی سے بھی زیادہ حقیر اور گھٹیا درجہ رکھتی تھی جس پر وہ بیٹھتے تھے۔ وہ لوگ اپنے رب کے قرآن اور اپنے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و فرمان کے عامل اور اس پر کاربند رہنے والے تھے۔ جب رات چھا جاتی تو وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے، اپنے چہرے زمین پر بچھا دیتے، پھر ان کے رخساروں پر آنسو بہنے لگتے حتیٰ کہ باہر سے کوئی آدمی ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو انھیں دیکھ کر یہ سمجھتا کہ ان کے چہرے تازہ وضو کی وجہ سے تر بہ تر ہیں۔[1]

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی رات کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی صبح اس حالت میں ہوتی تھی کہ ان کے کپڑے گرد آلود اور ان کے بال پراگندہ ہوتے تھے کیونکہ قیام و سجود میں ان کی شب یوں بسر ہوتی تھی کہ کبھی وہ قدم زمین پر ٹکاتے تھے تو کبھی اپنی پیشانیاں زمین پر رکھتے تھے۔ جب ان کے رُوبرو اللہ عزوجل کا تذکرہ کیا جاتا تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی حتیٰ کہ ان کے کپڑے بھیگ جاتے اور ان کے آنسو چہرے پر وضو

1. إحياء علوم الدين: 4/484.

کے باقی ماندہ پانی کے قطروں کی طرح چمکنے لگتے تھے۔''[1]

میری مسلمان بہن! تو نے اپنے اسلاف کرام کی تاریخ کو کیوں فراموش کر دیا؟ ذرا ان صالح اور نیک طینت خواتین کے احوال پڑھ جو رات کو بہت کم سوتی تھیں اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتی تھیں۔

حضرت سوید بن عمرو کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے ہاں ایک بڑی عبادت گزار خاتون ہوا کرتی تھی۔ رات کو بہت کم سوتی تھی۔ اسے اس بارے میں سرزنش کی گئی تو وہ کہنے لگی: مومنوں کو طویل نیند سونے کے لیے قبریں ہی کافی ہیں۔[2]

عجردہ عمیہ رحمہا اللہ بڑی عبادت گزار خاتون تھی۔ رات کو قیام کرتی تھی۔ جونہی سحر طلوع ہوتی اس کے گھر والے سنتے کہ وہ بڑی دردناک اور پرسوز آواز میں کہتی: اے میرے اللہ! عبادت گزار لوگ تیرے لیے رات کی تاریکیوں سے سحری تک عبادت کر کے صبح کے وقت کو پہنچ گئے۔ انھوں نے رات کے اندھیرے چاک کر دیے۔ وہ لوگ تیری رحمت اور تیری بخشش کے لیے سبقت کرتے ہیں۔ اے میرے اللہ! میں تجھ سے تیرے علاوہ کسی اور کے ذریعے نہیں بلکہ صرف تیرے ہی ذریعے تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ تو مجھے اپنی طرف سبقت لے جانے والے اولین افراد میں شامل فرما دے۔ میں سوال کرتی ہوں کہ تو مجھے اپنے مقرب بندوں کے درجے تک بالیدگی عطا فرما دے، مجھے اپنے صالح بندوں کے ساتھ ملا دے۔ تو سب کریم لوگوں سے بڑھ کر کریم ہے اور سب لوگوں کے مجموعی رحم سے بھی بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔'' وہ اسی طرح روتی سسکیاں بھرتی اور دعا کرتی رہتی تھی۔[3]

[1] إحياء علوم الدين: 487/4. [2] صفة الصفوة: 194/3. [3] صفة الصفوة لابن الجوزي: 31/4.

حکم بن سنان باہلی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت معاذہ عدویہ رحمہا اللہ کی خدمت گار خاتون نے بتایا کہ جب رات اُترتی تھی تو معاذہ عدویہ رحمہا اللہ نماز کے ذریعے رات کی تاریکیوں کو روشن کرتی تھیں۔ ان پر نیند غالب آتی تو فوراً گھر میں چکر لگانے لگتیں اور کہتیں: اے نفس! نیند کی منزل تو آگے ہے، اگر میں مرگئی تو قبر میں حسرت یا خوشی کی حالت میں تیری نیند بہت طویل ہوگی۔

مزید برآں وہ فرماتی تھیں: مجھے حد سے زیادہ سونے والی غافل آنکھ پر تعجب ہے، حالانکہ وہ جانتی ہے کہ قبر کے گھپ اندھیرے ہی میں لمبی نیند اور سکون ہے۔[1]

عفیرہ عابدہ بصریہ رحمہا اللہ فرماتی ہیں: اکثر اوقات ایسا ہوا ہے کہ میں نے سونا چاہا مگر میں سو نہ سکی۔ وہ آدمی کیسے سوسکتا ہے یا وہ کیسے نیند پر قادر ہوسکتا ہے جس کے محافظ (کراماً کاتبین) کسی بھی وقت اس سے غافل نہیں ہوتے۔[2]

حضرت ابوسلمہ سدوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے محلے میں منیرہ نامی ایک بوڑھی خاتون رہتی تھی۔ اسے ہم نے نہیں دیکھا تھا لیکن ہمارے بزرگوں نے دیکھا ہے۔ جب رات ہوتی تو وہ کہتی تھی: بلاشبہ ہولناکی آ گئی، تاریکی آ گئی، یقیناً خوف آ گیا، یہ رات قیامت کے دن سے کس قدر مشابہت رکھتی ہے، پھر وہ اٹھ کھڑی ہوتی اور صبح ہونے تک نماز ادا کرتی رہتی۔[3]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں اور نیک عورتوں کی متعدد صفات بیان کرتے ہوئے ان کی ایک خوبی یہ بھی بیان کی ہے:

---

1 صفة الصفوة لابن الجوزي: 22/4. 2 صفة الصفوة لابن الجوزي: 33/4. 3 صفة الصفوة لابن الجوزي: 388/4.

﴿ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾

"اور اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان سب کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔"[1]

اے میری مسلمان بہن! سلف صالحین کے مبارک دور کی خواتین رات کے اوقات اسی طرح بسر کرتی تھیں۔ وہ رات کے وقت اللہ تعالیٰ کی سزا سے خوف زدہ، اللہ کی ناراضی سے ڈرنے والی، اپنی تقصیروں اور گناہوں پر رونے والی، اپنے رب کے حضور اپنی کوتاہی پر نادم، قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے والی، آخرت کے بارے میں فکر کرنے والی، اطاعت پر کاربند رہنے والی اور نافرمانیوں پر استغفار کرنے والی ہوتی تھیں۔

اے میری بہن! ذرا سوچ! تو کب تک اپنی راتیں اُجاڑے گی؟ کب تک سوتی رہے گی؟ کب تک غفلت کی انگڑائیاں لیتی رہے گی؟ آہ! تیری زندگی کے کتنے قیمتی لیل و نہار کتنے گھٹیا مشغلوں میں غارت ہو رہے ہیں۔ میری محترم مسلمان بہن! تجھے کب ہوش آئے گا؟ تیری غفلت کا ٹیلا کب ٹوٹے گا؟ تیرا احساس کب بیدار ہوگا؟ تجھے کب ادراک ہوگا کہ آگے آنے والی گھاٹیاں کتنی سخت ہیں؟ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو سستی اور کاہلی ترک کر دے اور مستعدی سے تقویٰ اور پرہیزگاری کی راہ پر چل پڑے؟

میری بہن! عقل مند خاتون وہ ہے جو اپنی رات کا کم سے کم ایک حصہ صرف عبادت کے لیے مخصوص کر دے جس میں وہ اپنے ربِ کریم کے حضور اس کی حمد بیان کرے،

[1] الأحزاب 35:33.

اپنی معروضات پیش کرے، اُس کے آگے گڑگڑائے، اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور کثرت سے استغفار کرے۔

حضرت یزید رقاشی رحمہ اللہ کی مندرجہ ذیل بہت قیمتی نصیحت کو مضبوطی سے تھام لے۔ یہ نصیحت تجھے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے سلسلے میں جدوجہد اور محنت ومشقت کی دعوت دیتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

میں نے اپنی بزمِ تصور میں اپنے آپ کو جہنم میں پایا اور دیکھا کہ میں جہنم کا تھوہر کھا رہا ہوں، اس کی پیپ نوش کر رہا ہوں اور مجھے ہتھوڑوں اور کوڑوں سے پیٹا جا رہا ہے۔ میں نے اسی حالت میں اپنے نفس سے پوچھا: بتا تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: میں دنیا میں لوٹنا چاہتا ہوں تاکہ اعمال صالحہ بجالاؤں اور ان کے ذریعے سے اس دردناک عذاب سے نجات پا جاؤں۔

پھر میں نے اپنے آپ کو جنت میں موجود خیال کیا کہ میں اس کے وسیع اور شاداب باغات میں دوڑتا پھر رہا ہوں، اس کی کنواری حوروں سے معانقہ کر رہا ہوں اور اس کی ریشمی پوشاک زیب تن کر رہا ہوں ...... میں نے اپنے نفس سے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: میں دنیا میں دوبارہ جانا چاہتا ہوں تاکہ نیک اعمال کروں اور ان کے ذریعے سے جنت کی نعمتوں میں اضافہ کرسکوں۔

چنانچہ میں اپنی بزم تصور سے رخصت ہوا، حیات حقیقی میں واپس آیا اور اپنے نفس سے کہا: اب تیرے لیے تیرے سامنے اپنی ان خواہشات کو پورا کرنے کی جگہ (دنیا) میں موجود ہے، پس تو جو عمل کرنا چاہتا ہے کر لے۔

اے میری مسلمان بہن! تو اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی اطاعت کے لیے

آخر کب پیش کرے گی؟ کیا تو بھول گئی کہ موت تیرے آگے ہے جس کے نتیجے میں قبر تیرا گھر اور کیڑے تیرے مونس ہوں گے؟

لیکن تجھے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کا احساس کس طرح ہوگا جبکہ تو لچر گانوں کی شیدائی اور فلموں اور ڈراموں کی فدائی ہے اور تجھے نت نئی فلموں، گیتوں اور ڈراموں کی باتوں سے فرصت ہی نہیں؟

تو کیسے نیکوکار خواتین کی پیروی کر سکتی ہے جبکہ تو بری خواتین کی یرغمال ہے؟

قبر میں لمبی نیند کو یاد کرتا کہ تو مُردوں کو زندہ کر کے اٹھائے جانے والے دن کے لیے تیار ہو سکے۔ بلاشبہ تیرے سامنے زندگی کا مختصر سا سفر موجود ہے۔ تیرے سامنے قبر کی سکونت ہے جس کی مدتِ قیام کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کتنے سال اور کتنی صدیوں پر محیط ہوگی۔ تیرے آگے قبر کے سوالات اور اس کے فتنے ہیں۔ تیرے آگے دوبارہ جی اُٹھنے کا مرحلہ اور حشر ونشر ہے۔ تیرے آگے پل صراط ہے۔ تیرے آگے بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ تیرے آگے رحمٰن کے سامنے پیشی کا مسئلہ ہے۔

اے میری بہن! تو یہ تمام معاملات کیسے نمٹائے گی؟ بلاشبہ تیرا راستہ بڑا طویل اور کٹھن ہے جبکہ تیرا زاد راہ نہایت قلیل ہے۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرا زاد راہ اور توشہ کیوں قلیل ہے؟ تیری کثرتِ نیند کی وجہ سے تیرا زاد راہ تھوڑا ہے۔ لہو ولعب میں تیری کثرتِ مشغولیت کی وجہ سے تیرا زادِ راہ قلیل ہے۔

جس ذاتِ عالی کے حضور تجھے حاضر ہونا ہے، اس کے بارے میں تیرے علم کی کمی کی وجہ سے تیرا زادِ راہ قلیل ہے۔

تیرا زادِ راہ اس لیے قلیل ہے کہ تو نے دنیا میں رغبت کی اور آخرت سے غفلت برتی۔

اے اللہ کی اطاعت سے غافل خاتون! بلاشبہ یہ شب و روز کا الٹ پھیر تیری دنیاوی زندگی کے چند مرحلے ہیں۔ یہ یکے بعد دیگرے تیزی سے گزر جائیں گے۔ پھر تیری موجودہ زندگی کا سفر قبر کے گڑھے پر ختم ہوجائے گا۔ پس میری بہن! موجودہ زندگی کی فرصت کو بہت غنیمت جان! ایک ایک لمحے کی قدر کر، عہد سلف کی جلیل القدر خواتین کی زندگی کا مطالعہ کر۔ تجھے اس مطالعے کے ذریعے زبردست فوائد حاصل ہوں گے۔ تیری معنوی ملاقات فقیہہ، محدثہ، زاہدہ، عبادت گزار، ذکر کرنے والی اور روزہ دار خواتین سے ہوگی۔ یہ سب خواتین نیک خواتین کا وہ کارواں ہے جو بلاشبہ رحمٰن کی اطاعت میں سبقت لے گیا ہے۔

اے میری مسلمان بہن! رات بڑی قیمتی چیز ہے۔ اسے خوابِ غفلت میں نہ گنوا! بیدار ہوجا۔ اسلاف کرام کی عظیم خواتین جیسے نیک اعمال اختیار کرلے تاکہ تو بھی انھی عظیم خواتین کے کارواں میں شامل ہوجائے اور جب تیری موت کا وقت آئے تو اس حالت میں آئے کہ تو اللہ رب العزت کے احکام کے مطابق زندگی بسر کررہی ہو۔

اے مسلمان بہن! اب تو بیدار ہو جا! تو بہت سوچکی۔ بہت سیر سپاٹے کرچکی۔ کھیل کود میں بہت وقت گنوا چکی۔ تو نے اپنے معاملے میں اپنے رب کا خوف دل میں نہیں رکھا۔ کتنی راتیں تو نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں بیدار رہ کر گزاری ہیں اور کتنے عرصے سے توبہ کے لیے تو تیار ہی نہیں ہوئی؟ کتنی راتیں تو نے شادی بیاہ کی مختلف تقریبات میں شامل ہوکر لہو و لعب اور فضول رسم و رواج میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے ہوئے برباد کردیں۔ تو خوشی کی تقریبات میں مست ہوکر گانے سنتی رہی، سر دھنتی رہی، لچر گیت سُن سُن کر ناچتی رہی۔ اپنی ویڈیو فلمیں بڑی

خوشی سے بنواتی رہی، گلے میں دوپٹہ لٹکا کر بے پردہ ہو کر ساری ساری رات غیر محرم لڑکوں کے سامنے بڑی خوشی اور فخر وغرور سے چلتی پھرتی رہی۔ کیا تیرے یہ لچھن اللہ کے غضب کو بھڑکانے والے نہیں؟ ذرا سوچ کتنے ایام تو نے ہنسی مخول کی فضول محفلوں میں ضائع کر دیے۔

اگر تو اس دن کی ہولناک شدت کے بارے میں غور وفکر کر لے جو تیرے آگے ہے اور اپنے اعمال کے اس حساب کتاب کو یاد کر لے جو تیرے حق میں ہے یا تیرے خلاف ہے تو تیرا حزن و ملال تیرے خون کی روانی تیز کر دے گا اور تو اطاعت والے کام کرنے لگے گی۔

آہ! کیا اس شخص کے لیے آہ و بکا کا وقت نہیں آیا جس کے لہو ولعب کی مدت بہت طویل ہو گئی ہے؟

کیا اُسے رونا نہیں چاہیے جس نے اپنے شب و روز ضائع کر دیے؟ کیا تو نے کبھی غور کیا کہ تیرے دن گناہوں میں اور تیری راتیں غفلت میں بسر ہو رہی ہیں؟ اے غفلت اور نافرمانی میں ڈوبی ہوئی قابلِ رحم بہن! تیری غفلت اور تیرے خمار کا علاج یہ ہے کہ تو قیامت کے دن کو بہت یاد کر! وہ بڑی بھاری آزمائش کا دن ہے۔ وہ یوم حسرت وندامت ہے۔

میری مسلمان بہن! سلف صالحات کی زندگی سردی، گرمی اور قلتِ خورونوش اور زندگی کے دوسرے لوازم وغیرہ کے اعتبار سے بڑی تنگی والی تھی لیکن اس کے باوجود انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں تھوڑی سی کوتاہی بھی نہیں کی جبکہ تو نرم وگداز اور گرم بستروں پر استراحت فرما ہے، عمدہ محل نما مکانوں میں رہتی ہے، اپنی پسندیدہ چیز

کھاتی ہے اور اپنی مرضی کا مشروب پیتی ہے لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ان تمام سہولتوں اور راحتوں کے باوجود تو اللہ کے ہاں گناہ گار خواتین میں شمار ہوتی ہے۔

میری بہن! اچھی طرح سمجھ لے کہ تیری بے حسی کی موجودہ زندگی تیرے دل پر گناہوں کی کثرت اور غفلت چھا جانے کی وجہ سے ہے جبکہ حساب کتاب کی فکر نے نیکوکار خواتین کی نیند اڑا دی تھی اور عظمتِ الٰہی کے احساس اور خشیت کے باعث سلف کی عظمت مآب خواتین راتوں کو عبادت کرتی تھیں اور دن کو روزے رکھتی تھیں۔

اے اطاعت اور فرماں برداری کے معاملے میں اپنے نامۂ اعمال کو کورا رکھنے والی اور بڑے بڑے گناہوں سے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرنے والی خاتون! فرصت ہستی تجھے آواز دے رہی ہے۔ بھاگ کر آ۔ نیک اعمال کرنے والی خواتین کے کارواں میں شامل ہو جا اور ان کے ہم رکاب چلنا شروع کر دے۔ ورنہ یاد رکھ! ہر گمراہ خاتون کا ٹھکانا ہاویہ، یعنی ''بھڑکتی ہوئی آگ'' ہے۔

آ جا، اپنے دل کا علاج کر لے۔ اطاعت گزاری کی قلت سے خلاصی حاصل کر لے۔ تو بہت نافرمانیاں کر چکی اب اطاعت کا مزہ بھی چکھ لے۔

مسلمان بہن! میں عبرت کے لیے تیری خدمت میں ایک مثال پیش کرتا ہوں، ان شاء اللہ! یہ اطاعت گزاری میں اضافے کے لیے تیری عزیمت کو دو آتشہ کر دے گی اور موت تک ہر لغزش اور ہر کوتاہی سے دور رہنے میں تیری مدد کرے گی۔

حضرت خالد وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میری ایک لونڈی تھی۔ وہ بڑی پر مشقت عبادت کرتی تھی۔ میں ایک دن اس کے پاس گیا۔ میں نے اسے اللہ تعالیٰ کی رحم دلی، نرمی اور تھوڑے سے اعمالِ صالحہ پر اس کی رضامندی کی خوش خبری سنائی تو وہ رونے

لگی اور تڑپ کر بولی: اے خالد! بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ سے اس قدر امیدیں لگائے بیٹھی ہوں کہ اگر ان امیدوں کو پہاڑوں پر ڈال دوں تو وہ بھی انھیں اٹھانے سے اسی طرح ڈر جائیں جس طرح وہ امانتِ الٰہی کو اٹھانے سے ڈر گئے تھے۔ بلاشبہ میں جانتی ہوں کہ ہر گناہ گار کے لیے اللہ تعالیٰ کی فیاضی، بخشش اور عفوو درگزر کے دریچے کھلے ہوئے ہیں لیکن میرے لیے [حَسْرَةُ السَّبَّاق] ''مقابلے کے وقت حسرت'' ہے۔ آہ! اُس دن میرا کیا بنے گا؟

خالد کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: حسرة السَّبَّاق کا کیا مطلب ہے اور اس سے کیا مراد ہے؟

اس نے جواب دیا: جب کل یوم حشر ہوگا اور قبروں میں جو کچھ ہے، اسے نکال کر باہر کیا جائے گا، نیک عمل کرنے والے اور بدکار لوگ سبھی پل صراط پر دوڑیں گے۔ اللہ کی قسم! گناہ گار لوگ سخت کوش عبادت گزار سے اس دوڑ میں ہرگز سبقت نہ لے جا سکیں گے، چاہے سخت کوش عبادت گزار گھسٹ گھسٹ کر ہی چلیں۔ آہ! موت کے وقت میرے حزن و ملال کا کیا عالم ہوگا جب میں دیکھوں گی کہ سب دوڑے جا رہے ہیں، احسان کرنے والے نیک لوگوں کے نام بلند کر دیے گئے ہیں، دیدارِ الٰہی کے مشتاق لوگ پل صراط عبور کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے اللہ تعالیٰ تک پہنچ گئے ہیں جبکہ میں سیاہ کار اور گناہ گار لوگوں کے ہجوم اور ہلچل میں پیچھے چھوڑ دی گئی ہوں۔

پھر وہ رونے لگی اور کہنے لگی: اے خالد! خبردار! کوئی روک ٹوک کرنے والا تجھے جلدی کرنے سے نہ روک دے۔ بلاشبہ دو گھروں، یعنی دارِ آخرت اور دارِ دنیا کے بیچ

میں کوئی ایسا گھر نہیں ہے جس میں کوئی خدمت گار اپنی خدمت گزاری کی کوتاہیوں کی تلافی کر سکے۔ ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جس نے اپنے ایسے آقا کی خدمت میں کوتاہی کی جس سے اس نے بہت زیادہ امیدیں وابستہ فرما رکھی ہیں۔ اسے اعمالِ عظیمہ اس وقت کیوں نہیں جگاتے جب لوگ غافل پڑے سو رہے ہوتے ہیں۔"[1]

[1] صفة الصّفوة:2/722.

دنیا سے محبت

مسلمان بہن! جو عورت صرف مال و دولت جمع کرنے ہی کو اپنی خوش بختی سمجھتی ہے
کیا اس عورت نے دنیا سے محبت نہیں کی؟

جس عورت کو قیمتی، مہنگے اور جدید ملبوسات حاصل کرنے ہی کی دُھن لگی رہتی ہے
کیا اس عورت نے دنیا سے محبت نہیں کی؟

جو عورت دنیا کے پیچھے پاگلوں اور وحشی جانوروں کی طرح بھاگتی ہے اور اپنی آخرت کے اُمور کے بارے میں سستی کا مظاہرہ کرتی ہے کیا اس عورت نے دنیا سے محبت نہیں کی؟

جو عورت ہمیشہ باقی رہنے والی نیکیوں پر دنیاوی خواہشات کو ترجیح دیتی ہے کیا اس عورت نے دنیا سے محبت نہیں کی؟

جو عورت اپنے مال کی قلت پر تو غم زدہ ہوتی ہے لیکن اپنی نیکیوں کی کمی پر اُسے کوئی ملال نہیں ہوتا، کیا اس عورت نے دنیا سے محبت نہیں کی؟

جو عورت اپنی شہوات اور خواہشات کی تکمیل سے تو فرحت محسوس کرتی ہے مگر اپنے گناہوں کی کثرت پر اُسے کوئی تشویش اور کوئی غم نہیں ہوتا تو کیا اس عورت نے دنیا سے محبت نہیں کی؟

جو عورت لوگوں سے گفتگو کرنے اور ان کی باتیں سننے کا تو بڑا شوق رکھتی ہے مگر اسے اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے اور قرآنِ کریم سننے کا کوئی شوق نہ ہو تو کیا وہ عورت دنیا سے محبت کرنے والی نہیں؟

وہ خاتون جو دنیا کی محبت میں دیوانی ہو چکی ہے، بلاشبہ وہ عورتوں کے عیوب میں سے ایک بہت بڑے عیب کا شکار ہو گئی ہے۔ وہ عورت اس حقیقت کو بھول چکی ہے کہ یہ دنیا اپنے رب کی طرف سفر کے مرحلے میں مسافر کا زادِ راہ اور دریا وغیرہ عبور کرنے والے کے لیے ایک پل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے بارے میں اس کے خالق کا فرمان ہے:

﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ﴾

"اور دنیا کی زندگی آخرت کی نسبت (حقیر) متاع ہی تو ہے۔"[1]

اس متاع کی قدر و قیمت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾

"چنانچہ دنیا کی زندگی کا فائدہ تو آخرت (کے مقابلے) میں بہت حقیر ہے۔"[2]

جی ہاں! دنیا سے محبت کرنے والی عورت اس حقیقتِ عظمیٰ کو بھول چکی ہے کہ بلاشبہ آخرت اس کے لیے زیادہ بہتر اور باقی رہنے والی ہے، اسی لیے وہ باقی رہنے والی زندہ جاوید نیکیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرتی بلکہ فانی خواہشات کی تکمیل کے لیے دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتی ہے۔

جی ہاں! اس عورت نے اس دنیا کو اس اعتبار سے دیکھا ہی نہیں کہ یہ اسے اس

---

1 الرعد 26:13۔ 2 التوبۃ 38:9۔

کے رب کی جنت تک پہنچانے والا ایک پل ہے، اسی لیے وہ کوئی کامیابی حاصل نہیں کرسکی۔

اے میری مسلمان بہن! بلاشبہ جب مسلمان عورت اللہ تبارک وتعالیٰ کی ملاقات سے بے توجہی برتتے ہوئے دنیا میں مشغول ہوکر اس سے دل لگا بیٹھتی ہے تو بدبختی، شقاوت، بدنصیبی، تنگی اور طرح طرح کے آلام ومصائب اُس پر غلبہ پالیتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ○ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ○ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ○ ﴾

"اور جس نے میری یاد سے منہ موڑا، بلاشبہ اس کی زندگی تنگ ہوگی اور روزِ قیامت ہم اسے اندھا کرکے اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جبکہ میں تو (دنیا میں) دیکھنے والا تھا؟ ارشاد ہوگا: اسی طرح تیرے پاس ہماری آیات آئیں، تو نے وہ بھلا دیں، اسی طرح آج تجھے بھی بھلا دیا جائے گا۔"[1]

ان قرآنی آیات سے ہر مسلمان عورت کے لیے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ بلاشبہ دنیا اس کے لیے مقصود بالذات نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو اسے ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچانے کا راستہ بنایا ہے۔ اسے قیام گاہ قرار نہیں دیا۔ نہ بدلے اور جزا کی جگہ قرار دیا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے سفر اور آزمائش کا گھر

[1] طٰہٰ 20:124-126.

قرار دیا ہے۔ یہ ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس کے رُونما ہونے میں ذرہ بھر کسی شک و شبہے کی کوئی گنجائش نہیں۔

دنیا کی محبت کے معاملے میں قابلِ مذمت بات یہ ہے کہ اسے مسلمان عورت کا مقصد حیات قرار دے دیا جائے جیسا کہ موجودہ دور کے دنیادار لوگوں کی زندگی میں یہ وبا پھیل چکی ہے۔ یقین جانیے! جب ہم مسلمان خواتین کے احوال کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو ہم ان کی زندگی پر افسوس کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، ماسوا ان خواتین کے جن پر رب تعالیٰ نے رحم فرمایا ہے۔ باقی خواتین کی حالت یہ ہے کہ انھیں ہر وقت اپنے کھانے، اپنے لباس اور اپنی اسناد کی فکرستاتی رہتی ہے اور جہاں تک دارآخرت اور اس کے لیے جدوجہد اور محنت کا تعلق ہے تو وہ اس سلسلے میں بالکل زیرو ہیں۔

دنیا کی محبت میں اٹکے ہوئے دل والی خاتون! کیا یہ حقیقت بھول گئی کہ دنیا کی جو چیز تھوڑی ہونے کے باوجود تیرے لیے کافی ہو، وہ اس چیز سے بہتر ہے جو زیادہ ہو لیکن تجھے آخرت سے غافل کر دے؟

آہ! کیا تو بھول گئی کہ جو عورت دنیا سے بے رغبت ہو جائے، اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور جو عورت لوگوں کے پاس موجود مال و دولت وغیرہ سے بے نیاز ہو جاتی ہے تو لوگ اسے پسند کرنے لگتے ہیں؟

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِيمَا فِي أَيدِي النَّاسِ يُحِبُّوكَ»

''تو دنیا میں زہد اور بے رغبتی کو اختیار کر اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرنے لگے گا

اور جو (مال و دولت) لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس سے بے رغبت ہو جا لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔"[1]

آہ میری بہن! بلاشبہ یہ دنیا جسے تو اپنی زندگی کے ہر لمحے، ہر گھڑی اور ہر دن دیکھ رہی ہے، فنا ہونے والی ہے اور آخرت ہر لمحہ تیرے قریب تر ہوتی جا رہی ہے۔

میری محترم بہن! کچھ تو سوچ تو کیا کر رہی ہے جبکہ تو حالت سفر میں ہے؟

آہ! بہن بلاشبہ دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں۔ اس کی حرص اور طمع وہ عورت رکھتی ہے جسے کوئی عقل نہیں۔ تیرا گھر تو جنت ہے اور تیرا سرمایہ اطاعتِ الٰہی ہے۔

ذرا اپنے دل سے پوچھ۔ کیا تجھے یہ بات بخوبی یاد ہے؟

کیا تو اپنے حقیقی گھر کے لیے زادِ راہ تیار کر رہی ہے؟ کیا یہ حدیث تجھے دنیا کی حقیقت یاد نہیں دلاتی؟ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«لَوكَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَاللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ، مَاسَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ»

"اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے ایک پر کے برابر بھی قدر و قیمت رکھتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔"[2]

[1] سنن ابن ماجه، الزهد، باب الزهد في الدنيا، حديث: 4102. [2] جامع الترمذي، الزهد، باب ما جاء في هوان الدنيا......، حديث: 2320، وسنن ابن ماجه، الزهد، باب مثل الدنيا، حديث: 4110. اسے شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے، الصحيحة، رقم: 940.

یہ حدیث دنیا کے حقیر، بے حیثیت، بے وقعت اور گھٹیا ترین چیز ہونے کی بڑی واضح دلیل ہے۔ ایک دفعہ سلف صالحین میں سے کسی بزرگ سے پوچھا گیا: اللہ تعالیٰ کی کون سی مخلوق سب سے زیادہ حقیر ہے؟

انھوں نے جواب دیا: دنیا! کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے ایک پر کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی۔

سائل نے کہا: یہ بات تو ''پر'' کی بڑائی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ دنیا تو اس سے بھی کمتر، حقیر اور بے وقعت ہے۔

میری بہن! اب خود ہی اندازہ لگا لے کہ اس دنیا کی کیا حیثیت ہے۔

کیا تو نے دنیا میں ایسی عورت دیکھی ہے جو غنی ہو اور کسی چیز کی محتاج نہ ہو؟ کیا کوئی ایسی عورت دیکھی ہے جو ہمیشہ خوش رہے اور وہ کبھی نہ روئی ہو؟ اس کے برعکس چاہے تو نے دنیا میں ایسی عورت دیکھی ہو جو صحت مند ہو، کبھی بیمار نہ پڑی ہو، مال دار ہو، کسی چیز کی محتاج نہ ہو، کسی آزمائش میں مبتلا نہ ہوئی ہو، اُس نے ہمیشہ خوشیاں ہی خوشیاں دیکھی ہوں، رنج و غم کا سایہ بھی اُس کے قریب نہ پھٹکا ہو، تب بھی آخرت کے مقابلے میں اِس دنیا کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں، چہ جائیکہ دنیا کی ہر خاتون اپنے اپنے مقام پر، بیماریوں، پریشانیوں، ابتلاؤں اور آزمائشوں کی چکی میں پسی ہوئی ہے۔

اے بہن! یہ حضرت مستورد فہری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ ذرا غور سے سُن۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«وَاللّٰهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلَ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ هٰذِهِ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ تَرْجِعُ»

”اللہ کی قسم! آخرت کے مقابلے میں دنیا صرف اتنی ہی ہے جیسے تمھارا کوئی آدمی سمندر میں اپنی انگلی ڈبوئے، پھر دیکھے کہ وہ انگلی کتنا پانی لے کر آئی ہے۔“[1]

آخرت اپنے دوام، ہمیشگی اور اپنی بے پایاں نعمتوں اور لذتوں کے اعتبار سے بے مثال، نہایت وسیع، لامتناہی اور ناپیدا کنار ہے۔ اِس کے مقابلے میں موجودہ فانی دنیا کی لذتوں میں ڈوبے رہنا گویا انگلی میں سمندر کے لگے ہوئے پانی کی مقدار کے برابر ہے۔ پس اس گھٹیا دنیا سے دل لگانا اور آخرت کی ناقابل تصور دائمی نعمتوں اور لذتوں سے محروم رہنا ناقابلِ تلافی خسارہ ہے۔

میری بہن! نہایت ضروری ہے کہ تو اِس خسارے سے بچنے کے لیے فوراً کوشش شروع کر دے۔ تجھے اس وقت جو مہلت زندگی میسر ہے اُس سے فائدہ اُٹھا۔ ہم سب اِس دنیا میں صرف آخرت کی تیاری کے لیے آئے ہیں۔

میری بہن! خوش خبری ہے اس خاتون کے لیے جس نے گناہوں کی گندگی کو توبہ کے ذریعے دھو لیا، توبہ کا وقت ختم ہونے سے پہلے اپنی خطاؤں سے رجوع کر لیا اور آگے بڑھ کر اُس وقت کے آنے سے پہلے اعمال صالحہ جلدی سے انجام دے دیے جب کوئی عمل کرنے کا وقت باقی نہیں رہے گا۔

میری بہن! کیا تو نے کسی عورت کو دنیاوی آفات سے محفوظ دیکھا ہے؟

کیا کبھی کوئی ایسی عورت دیکھی ہے جو ہمیشہ تندرست رہے اور کبھی بیمار ہی نہ ہوئی ہو؟

کیا تو دنیا کی کسی ایسی ہستی کو جانتی ہے جو موت کے ہاتھوں نیست و نابود نہیں ہوئی؟

---

(1) صحیح مسلم، الجنة، باب فناء الدنیا......، حدیث:2858.

آخر وہ کون ہے جس کی زندگی ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ساتھ گھٹ گھٹ کر قبر کی طرف نہیں بڑھ رہی؟

اے میری مکرم بہن! خوب جان لے کہ یہ دنیا ایک بہت بڑا دھوکا ہے۔ یہ ایسا سرور ہے جو بہت جلدی آنے والے شر کی طرف لے جاتا ہے۔

یہ دنیا اپنے چاہنے والے کو ہلاک کر دیتی ہے۔ اپنے سے مستفید ہونے والے کو تکلیف دیتی ہے۔ جب طالب دنیا ہنس رہا ہوتا ہے تو اسی دوران میں یہ دنیا اسے رُلا دیتی ہے۔ جب وہ اپنی سلامتی پر خوش ہو رہا ہوتا ہے تو یہ دنیا اسے ہلاک کر دیتی ہے۔ جب آدمی اپنے انجام کو پہنچے گا تو اسے اپنی لغزشوں اور کوتاہیوں پر ندامت ہوگی۔ وہ اس وقت خوف اور دہشت میں مبتلا ہوگا۔ وہ تمنا کرے گا کہ کاش! اس کی دنیاوی مدت میں محض ایک گھڑی ہی کا اضافہ کر دیا جائے لیکن وہ اس وقت عاقبت کے گڑھے کا ایک قیدی اور اپنے سفر میں خسارہ پانے والے کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

دنیا کی بے ثباتی آشکارا ہے۔ کیا اب بھی لوگوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ اس ڈولتی ڈوبتی و فنا پذیر دنیا کے انجام پر غور کریں اور اِس کی مہلک دلفریبیوں سے بچ جائیں۔ بلاشبہ عقل مند لوگ ہی اس بارے میں سوچ بچار کرتے ہیں۔

شاعر کہتا ہے:

سَبِیلُكَ فِي الدُّنْيَا سَبِيلُ مُسَافِرِ

وَلَا بُدَّ مِنْ زَادٍ لِكُلِّ مُسَافِرِ

وَلَا بُدَّ لِلْإِنْسَانِ مِنْ حَمْلِ عُدَّةٍ

وَلَا سِيَّمَا إِنْ خَافَ سَطْوَةَ قَاهِرِ

وَطُرُقُكَ طُرُقٌ لَيْسَ تَسْلُكُ دَائِمًا
وَفِيهَا عِقَابٌ بَعْدَ صَعْبِ الْقَنَاطِرِ

”دنیا میں تیرا راستہ ایک مسافر کا راستہ ہے۔ اور ہر مسافر کے لیے زادِ راہ کا انتظام بہت ضروری ہے۔ ہر انسان کے لیے تیار شدہ سامان اٹھانا لازم ہے، خاص طور پر ایسی صورت میں جب اسے کسی غالب حکمران کی سطوت اور غلبے کا ڈر ہو۔ تیرا راستہ ایسا راستہ ہے جہاں تو ہمیشہ نہیں چلے گا۔ اس میں کٹھن اور دشوار گزار پلوں کو عبور کرنے کے بعد بڑی کٹھن وادیاں ہیں۔“[1]

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اے ابن آدم! اپنی دنیا کو اپنی عاقبت کے بدلے بیچ ڈال، تجھے دنیا و آخرت دونوں میں نفع ہو گا۔ اپنی عاقبت کو اپنی دنیا کے بدلے ہرگز مت بیچ ورنہ تجھے دنیا و آخرت دونوں جگہ خسارہ ہو گا۔ یہاں کا قیام اور ضیافت بہت قلیل ہے۔ تمھارے بہترین لوگوں (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم) کو جلدی سے آگے پہنچایا جا چکا ہے۔ اب تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ یہ غور و فکر کا مقام ہے۔

اللہ کی قسم! یہ بالکل ایسا ہی ہے گویا قیامت وقوع پذیر ہو چکی ہے اور پہلے جانے والوں کا فیصلہ کرنے کے لیے صرف اس بات کا انتظار کیا جا رہا ہے کہ ان کے بعد آنے والے لوگ بھی ان کے ساتھ مل جائیں۔

اے ابن آدم! خبردار ہو جا! اپنے دین کا خیال رکھ۔ اپنے دین پر خلوص کے ساتھ عمل کا اہتمام کر لے۔ اگر تیرا دین سلامت رہا تو تیرے لیے تیرا گوشت اور خون سلامت ہے اور اگر صورت حال اس کے برعکس ہوئی تو بلاشبہ آگے جہنم بھڑک رہا

1 التبصرة لابن الجوزي: 15/1.

ہے۔ جہنم کی آگ ایسی ہے جسے بجھایا جا سکے گا نہ کسی کو وہاں موت آئے گی۔ بلاشبہ تو اپنے رب کی خدمت میں پیش ہونے والا ہے اور تو اپنے اعمال کے بدلے میں گروی رکھا ہوا ہے، لہٰذا تیرے سامنے جو بھلائی والے امور ہیں انھیں حاصل کر لے ورنہ موت کے وقت کوئی چارۂ کار نہ ہوگا اور تیرے پاس تیرے اعمال کی خبریں آ جائیں گی۔ اے ابن آدم! بار بار توبہ کے ذریعے سے گناہ کا ازالہ کرنے کی نسبت گناہ کو ترک کر دینا بہت آسان اور بہتر ہے۔ پس گناہوں کو ہمیشہ کے لیے ترک کر دے۔

اے ابن آدم! دنیا سے دل نہ لگا کیونکہ دنیا کے ساتھ دل لگانا درحقیقت دل کو شر کے ساتھ وابستہ کرنا ہے۔ دنیا کی رسی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور اپنے آپ پر اس کا دروازہ بند کر لے۔ تیرے لیے بس وہ چیز کافی ہے جو تجھے تیری منزل تک پہنچا دے۔[1]

افسوس اے میری مسلمان بہن! کیا تو اس حقیقت کی تصدیق کرتی ہے کہ دنیا کی تو اتنی حیثیت بھی نہیں کہ تو اسے ایک درہم کے عوض خریدے؟

اس حدیث نبوی کو ذرا غور سے سن۔ اس سوال کی حقیقت تیری سمجھ میں آ جائے گی۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ مَرَّ بِالسُّوقِ دَاخِلًا مِّنْ بَعْضِ الْعَالِيَةِ وَالنَّاسُ كَنَفَتَهُ فَمَرَّ بِجَدْيٍ أَسَكَّ مَيِّتٍ فَتَنَاوَلَهُ فَأَخَذَ بِأُذُنِهِ ثُمَّ قَالَ: «أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنَّ هٰذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ؟» فَقَالُوا: مَا نُحِبُّ أَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ، وَمَا نَصْنَعُ بِهِ؟ قَالَ: «تُحِبُّونَ أَنَّهُ لَكُمْ؟» قَالُوا: وَاللّٰهِ! لَوْ كَانَ حَيًّا، كَانَ

[1] التبصرة لابن الجوزي: 323/1.

عَيْبًا فِيهِ، لِأَنَّهُ أَسَكُّ، فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ؟ فَقَالَ: «فَوَاللّٰهِ! لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ»

''رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ کسی بالائی بستی کی طرف سے آکر بازار سے گزر رہے تھے۔ آپ کا گزر بکری کے مرے ہوئے چھوٹے کان والے بچے (میمنے) کے قریب سے ہوا۔ آپ ﷺ نے اس کا کان پکڑا، پھر دریافت فرمایا: ''کیا تم میں سے کوئی آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ یہ میمنا ایک درہم کے عوض اس کی ملکیت بن جائے؟'' صحابہ نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! ہم تو اسے حقیر ترین قیمت پر بھی لینا پسند نہیں کرتے۔ ہم اسے لے کر کیا کریں گے؟ آپ نے فرمایا: ''کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ یہ تمھارا ہو جائے؟'' انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! اگر یہ زندہ ہوتا، تب بھی یہ عیب دار تھا کیونکہ یہ چھوٹے کانوں والا ہے، اب تو یہ مردہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ گھٹیا ہے جتنا یہ بکری کا بچہ تمھارے نزدیک گھٹیا ہے۔''[1]

اے میری محترم بہن! کیا اس گھٹیا پن سے آگہی کے بعد بھی تو دنیا سے دھوکا کھاتی رہے گی؟ کیا دنیا کی بے وقعتی جاننے کے باوجود بھی تو دنیا کے مشاغل میں ڈوبی رہے گی؟

تجھ پر افسوس ہے اے بہن! تیری ابدی بھلائی کے لیے اس عیب سے چھٹکارے کی دوا پیش خدمت ہے۔

[1] صحیح مسلم، الزھد والرقائق، باب الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر، حدیث: 2957.

دنیا کی محبت سے چھٹکارا پانے کا طریقہ

اے میری بہن! جس عورت کی بیماری نافرمانی کرنا اور گناہوں میں مبتلا رہنا ہو، اس کا علاج اور تندرستی صرف اطاعت وفرمانبرداری ہے۔

جس عورت کی بیماری غفلت ہو، اس کا علاج بیداری ہے۔

جس عورت کی بیماری سستی، کاہلی اور کسل مندی ہو، اس کا علاج چُستی، ہوشمندی اور کام کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

جس عورت کی بیماری اوقات کو فضول برباد کرنا ہو، اس کا علاج نیکوکار خواتین کی ہم نشینی اور ان کے مبنی برتقویٰ اعمال کی طرح صالح اعمال انجام دینا ہے۔

جس عورت کی بیماری دنیا سے محبت ہو، اس کا علاج دنیا سے بے رغبتی، یعنی زہد ہے۔

اے میری مسلمان بہن! ذرا غور سے پڑھ۔ اللہ تعالیٰ اپنی سب سے محکم کتاب میں فرماتا ہے:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ○ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ

لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝﴾

''لوگوں کے لیے خواہشات نفس کی محبت مزین کر دی گئی ہے، یعنی عورتوں سے، بیٹوں سے، سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے ڈھیروں سے، نشان لگے (عمدہ) گھوڑوں سے، مویشیوں سے اور کھیتی سے، یہ سب دنیاوی زندگی کا سامان ہے اور اچھا ٹھکانا اللہ ہی کے پاس ہے۔ (اے نبی!) کہہ دیجیے: کیا میں تمھیں ان سے بہتر چیز بتاؤں؟ پرہیز گاروں کے لیے ان کے رب کے پاس باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور وہاں ان کے لیے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور انھیں اللہ کی رضا حاصل ہوگی اور اللہ اپنے بندوں پر خوب نظر رکھنے والا ہے۔''[1]

انوار ربانی سے مستفید ہونے والی خاتون مندرجہ بالا قرآنی آیات سے یہ سبق سیکھتی ہے:

شہوات اور خواہشات کی حسرت اور تڑپ کو معدوم کر دینا چاہیے اور فانی اشیاء سے بے رغبتی اور استغنا برتنا چاہیے۔

بھلائی کے امور میں آپس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے اعمال انجام دینے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا چاہیے۔

نیکوکار مردوں اور نیکوکار عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس جو بھلائیاں اور

1 آل عمران 3:14، 15.

انعامات ہیں، وہ ان کے لیے بہت بہتر ہیں اور ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں جو کبھی فنا نہیں ہوں گے۔ اور ان کے مقابلے میں جو کچھ لوگوں کے پاس ہے، وہ باقی نہیں رہے گا بلکہ فنا ہو جائے گا۔

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ اس دنیاوی زندگی میں لوگوں کے لیے مزین اور آراستہ عورتوں اور بیٹوں جیسی مسرت بخش نعمتوں کی خبر دیتا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے عورتوں سے ابتدا کی ہے کیونکہ عورتوں کا فتنہ سب سے سخت ہے۔ اگر عورتوں کو رفیق زندگی بنانے کا مقصد پاک دامنی، عفت اور کثرت اولاد ہو تو یہ بات شریعت میں مطلوب و محمود ہے۔ اس کی رغبت ضرور کرنی چاہیے جیسا کہ شادی کرنے کی ترغیب کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں۔

بیٹوں سے محبت بسا اوقات فخر اور زینت کی غرض سے ہوتی ہے۔ یوں یہ بات بھی مسرت بخش چیزوں میں داخل ہے۔ بسا اوقات اپنی نسل میں اضافہ کرنے کے لیے اور اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت گزار امت محمدیہ ﷺ کو بڑھانے کے لیے بیٹوں سے محبت کی جاتی ہے۔ یہ بات بھی یقیناً قابل مدح وستائش اور نہایت محمود ہے۔

مال سے محبت بسا اوقات فخر، غرور، کمزوروں کے مقابلے میں تکبر اور فقیروں اور محتاجوں پر جبر کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔ یہ بات انتہائی قابل مذمت ہے۔ بسا اوقات مال سے محبت اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والے امور میں خرچ کرنے اور صلہ رحمی، قرابت داری، نیکی اور اطاعت کے دیگر طریقوں میں خرچ کرنے کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ یہ بات شرعی طور پر انتہائی قابل تعریف ہے۔

---

[1] یہ تفسیر مختصر طور پر تفسیر ابن کثیر (351/1) سے نقل کی گئی ہے۔

سے کہہ دیجیے: کیا میں تمھیں اس دنیاوی زندگی کی چمک دمک، رونق و بہار، مال و متاع اور لازماً فنا ہونے والی اُن نعمتوں، جن کے ذریعے دنیا کو آراستہ کیا گیا ہے، سے بھی بہتر چیز کے بارے میں خبر نہ دوں۔'' پھر اس بہتر چیز کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾

''پرہیزگار لوگوں کے لیے ان کے رب کے پاس باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔'' [1]

یعنی جنتوں کے اطراف واکناف سے شہد، دودھ، شراب اور پانی وغیرہ جیسے مختلف اقسام کے مشروبات کی ایسی نہریں پھوٹتی ہوں گی جنھیں کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کبھی ان کا خیال کسی انسانی دل میں پیدا ہوا۔ ﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ﴾ یعنی وہ ان جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سے نکلنے کے کبھی روادار نہیں ہوں گے۔ ﴿ وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ﴾ اور ان کی بیویاں ایسی ہوں گی جو دنیاوی عورتوں کو لاحق ہونے والی پلیدی، غلاظت، حیض ونفاس اور تکلیف دہ امور سے پاک ہوں گی۔ ﴿ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ یعنی ان پر اللہ تعالیٰ کی رضا اترے گی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان سے کبھی ناراض نہیں ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خوب نظر رکھنے والا ہے۔'' یعنی وہ ہر شخص کو اسی قدر انعامات وغیرہ سے نوازے گا جس کا وہ مستحق ہوگا۔

میری محترم بہن! ان قرآنی آیات کی روشنی میں تیرے لیے یہ سبق واضح ہو جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس میں اور اسی کو حاصل کرنے کی کوشش میں

---

[1] آل عمران 15:3.

تیرے لیے دنیا کی محبت سے نجات پانے کا علاج ہے۔

بلاشبہ اس کا علاج "دوائے زہد" ہے اور دوائے زہد مومن عورت کے دل پر بڑے عجیب پیرائے میں اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ دوا اسے ایسا بنا دیتی ہے کہ بظاہر وہ اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ زندگی بسر کرتی ہے لیکن باطنی طور پر وہ اپنے دل اور عقل کے ساتھ عالم اخروی میں ہوتی ہے۔

دوائے زہد کے حیرت انگیز آثار میں سے یہ بھی ہے کہ جب عورت دنیا سے بے رغبت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں حکمت جاگزیں کر دیتا ہے جس کی بدولت اس کی زبان اور نظر اسے نفسانی عیوب سے پاک کر دیتی ہے۔

جب نبیٔ اکرم ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دنیا سے بے رغبتی برتی اور زہد اور آخرت سے محبت کی تو وہ دنیا و آخرت میں نہایت معزز سردار بن گئے اور وہ روم و ایران کے فاتح بن گئے۔

خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے امام حسن بصری رحمہ اللہ کو خط لکھا اور نصیحت کی درخواست کی۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے جواب میں یہ نصیحت لکھی: دنیا میں تیری اصلاح کرنے والی چیز دنیا سے بے رغبتی اور زہد اختیار کرنا ہے۔ زہد کا دارو مدار یقین پر ہے۔ یقین غور و فکر اور تدبر سے حاصل ہوتا ہے جبکہ غور و فکر عبرت آموزی پر موقوف ہے۔ جب تم غور و فکر کرو گے تو دنیا تمھیں ہرگز اس لائق نظر نہیں آئے گی کہ تم اس کی خاطر جان بیچو بلکہ اس کے گھٹیا اور حقیر ہونے کی وجہ سے تم اسے ناپسندیدہ سمجھنے لگو گے۔ دنیا سے دل نہ لگاؤ کیونکہ دنیا آزمائش کا گھر ہے۔[1]

---

[1] الزهد لابن الأعرابي، ص: 18.

موجودہ دور میں چند گنے چنے لوگوں کے علاوہ، جن پر اللہ نے رحم کیا، اہل اسلام کی اکثریت نے دنیا سے بے رغبتی کو ترک کر دیا ہے۔ وہ نفسانی خواہشات کے لیے رنجیدہ خاطر ہوتے ہیں۔ وہ دنیا میں درجۂ کمال کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات بھول چکے ہیں۔ انھوں نے کوچ کے دن کے لیے کسی قسم کی کوئی تیاری نہیں کی بلکہ انھوں نے ہمیشہ باقی رہنے والی نیکیوں کو ترک کر دیا اور فانی چیزوں کی رغبت دلوں میں بسا لی، مگر حسرت، یاس، اور ضلالت کے سوا اس کا نتیجہ کیا نکلا؟

لوگوں کی اکثریت پر دنیا غلبہ پا چکی ہے اور اس نے ان کے دلوں کو اپنے قبضے میں یوں جکڑ لیا ہے کہ ان میں سے بعض افراد نے اپنے دین کو دنیا کے بدلے میں بیچ ڈالا ہے۔ ان کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ وہ شام کو مومن ہوتے ہیں تو صبح تک کافر ہو جاتے ہیں اور صبح کو مومن ہوتے ہیں تو شام کو کافر۔ ان کی اکثریت اپنے دین کے بارے میں اتنی معلومات بھی نہیں رکھتی جتنی معلومات وہ اپنے ملبوسات اور خورونوش کے بارے میں رکھتی ہے۔ اگر وہ دوائے زہد کو جان لیں اور اسے استعمال کرنا شروع کر دیں تو وہ اس یقینی عزت اور موروثی بزرگی کو حاصل کر لیں جو سلف صالحین کو نصیب ہوئی تھی۔

میری مسلمان بہن! اگر تو دوائے زہد کی معرفت حاصل کرنا چاہتی ہے تو اہل لغت نے اس کی یہ تعریف کی ہے: زہد، رغبت کے متضاد ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی اس بارے میں رغبت رکھتا ہے اور فلاں آدمی اس سے زہد (بے رغبتی) کا اظہار کرتا ہے۔

کسی چیز کے بارے میں زہد اور بے رغبتی کا پہلا درجہ عدم ارادہ ہے۔ اور جہاں تک رغبت کا تعلق ہے تو وہ وجود ارادہ کی جنس سے تعلق رکھتی ہے، چنانچہ جس نے کسی چیز سے زہد کا اظہار کیا تو درحقیقت اس نے اس چیز کا ارادہ ہی نہیں کیا اور جس نے کسی چیز کے بارے میں رغبت کا اظہار کیا تو بلاشبہ اس نے اس چیز کا ارادہ کرلیا۔

بسا اوقات کسی چیز کی ملکیت ہونے کے باوجود بھی نفس اس سے بے رغبتی رکھتا ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ درحقیقت وہ اس کا ارادہ نہیں رکھتا لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ اس سے محبت نہیں رکھتا یا اس سے متنفر ہے۔

شرعی طور پر دوائے زہد سے مراد ہے: ہر ایسی چیز کو ترک کر دینا جو دار آخرت میں نفع بخش نہیں ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں موجود ہے اس پر دل کا یقین ہونا۔

اس موقع پر آپ کو یہ حقیقت بھی جان لینی چاہیے کہ یہ ہرگز ضروری نہیں کہ زاہدہ عورت فقیر یا مسکین ہو بلکہ وہ مال دار، غنی اور جاہ و حشمت والی بھی ہوسکتی ہے کیونکہ مسلمان عورت کا اپنے ہاتھ میں موجود چیز کا مالک ہونے کے باوجود اس سے زہد اور بے رغبتی برتنا کوئی متضاد بات نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے کس قدر شان دار خطاب فرمایا ہے:

﴿وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ؕ﴾

"اور جو کچھ اللہ نے تجھے (قارون کو) دیا ہے، تو اس سے آخرت کا گھر تلاش کر، اور تو دنیا میں بھی اپنا حصہ مت بھول، اور تو (لوگوں سے) ایسے احسان کر

جیسے اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے اور تو زمین میں فساد نہ کر۔“[1]

پس میری بہن! اس موقع پر تجھے چاہیے کہ تو زہد کے مفہوم کی تصحیح کر لے کیونکہ لوگوں کی اکثریت زہد کے مفہوم اور اس پر عمل کے معاملے میں خلل کا شکار ہے۔

پس دوائے زہد کا یہ مفہوم نہیں کہ انسان اپنے گھر والوں، مال اور اولاد سے کنارہ کشی کر کے دنیا سے منقطع ہو جائے کیونکہ ان تمام چیزوں کا زہد سے ہرگز کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ اسلام ایسے زہد اور بے رغبتی سے اظہار براءت کرتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے بارے میں ہمیں بتایا ہے کہ ان کی بیویاں اور اولاد تھی اور اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرنا شرعی واجبات میں سے ایک ہے اور اس بارے میں کوتاہی کرنے والا گناہ گار ہوتا ہے، لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی واجب چیز سے زہد کا حکم دیا جائے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ کسی مستحب چیز سے زہد یا بے رغبتی کا اظہار کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ زاہد وہ شخص ہے جو شہروں میں کسی شرعی غرض و غایت اور ضرورت کے بغیر چیخ پکار کرتا پھرتا ہے، یہ بات بھی جائز نہیں کیونکہ ایسا کرنا انبیاء کا فعل ہے نہ یہ تقویٰ شعار اہلِ ایمان کی نشانی ہے۔ یہ وتیرہ ان لوگوں نے اختیار کیا ہے جنھوں نے زہد کو دلیل بنا کر بعض ایسی اشیاء کی حرمت کا دعویٰ کیا ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے مباح قرار دیا ہے، حالانکہ اس بات کا زہد کی قبیل سے ذرہ بھر بھی تعلق نہیں بلکہ یہ خواہشات کا اتباع اور اپنی حمد و ستائش سے محبت کی علامت ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے زہد کی تعریف کے بارے میں کس قدر عمدہ اور محکم

---

[1] القصص 28:77.

بات ارشاد فرمائی ہے، وہ کہتے ہیں:

زہد یہ نہیں ہے کہ تو کسی چیز کا مالک نہ ہو بلکہ زہد یہ ہے کہ کوئی چیز تیری مالک نہ بن بیٹھے۔

میری بہن! دوائے زہد کے حصول اور اپنے دل پر اس کے اثرات وثمرات کا مشاہدہ کرنے کے لیے تجھے چاہیے کہ تو بعض ایسی ضروری شرائط سے متصف ہو جا جو اس دوا کے حصول کے لیے تیری اعانت کریں۔ تجھے نصیحت کرنے والے اور تجھ پر شفقت کرنے والے مخلص دل کی طرف سے تیری خدمت میں وہ شروط پیش خدمت ہیں:

پہلی شرط: یہ ہے کہ کسی موجود چیز پر فخر کر نہ کسی مفقود چیز پر غمگین ہو۔ یہ شرط اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ماخوذ ہے:

﴿لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَآ اٰتٰىكُمْ﴾

"تا کہ تم اس (چیز) پر غم نہ کھاؤ جو (تمھارے ہاتھ سے) جاتی رہے اور تم اس پر نہ اتراؤ جو وہ تمھیں عطا کرے۔"[1]

دوسری شرط: تیرے نزدیک تیری مدح کرنے والے اور تیری مذمت کرنے والے برابر ہوں۔ ان میں سے کسی کی بھی تجھے کوئی پروا نہ ہو۔ یہ شرط جاہ وحشمت اور عہدے کے معاملے میں زہد اور بے رغبتی اختیار کرنے کی شروط اور اسباب سے تعلق رکھتی ہے۔

تیسری شرط: تجھے اللہ تعالیٰ ہی سے اُنس ہو اور تیرے دل پر اطاعت کی لذت و حلاوت ہی کا غلبہ ہو کیونکہ دل کسی بھی صورت میں لذتِ اطاعت کی حلاوت سے خالی

1. الحدید 23:57.

نہیں ہوتا یا تو یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی لذت سے معمور ہوتا ہے یا اس میں دنیا کی محبت اور اطاعت بھری ہوتی ہے، چنانچہ اسے اطاعتِ الٰہی کی لذت سے معمور ہونا چاہیے کیونکہ جب دل اللہ تعالیٰ سے مانوس ہوتا ہے تو وہ دوسری چیزوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو جاتا ہے۔

سلف صالحین میں سے کسی بزرگ سے پوچھا گیا:[1]

زہد مجھے کہاں پہنچائے گا؟ انھوں نے فرمایا: یہ تجھے اللہ تعالیٰ سے محبت تک پہنچا دے گا۔

چوتھی شرط: جو مال و اسباب تیرے پاس موجود ہے اس میں سخاوت کرنا اور بخل اور کنجوسی کو اپنے پاس نہ پھٹکنے دینا۔

سیدنا یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اپنے پاس موجود چیز میں سخاوت کرنا زہد کی علامت ہے۔

پانچویں شرط: اللہ تعالیٰ نے جس نعمت سے بھی تجھے سرفراز کیا ہے اس کی بنا پر کسی مسلمان عورت پر فخر کرنے کی بجائے اظہارِ انکسار کرنا۔

سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ کی خدمت میں زہد کا تذکرہ کیا گیا تو مجلس میں سے کسی نے کہا: زہد لباس میں ہے۔ کسی نے کہا: زہد طعام، یعنی کھانے پینے میں ہے۔ کسی نے کہا: زہد مال میں ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی زہد کی حقیقت نہیں سمجھ سکا۔ زاہد وہ شخص ہے کہ جب وہ کسی کو دیکھے تو کہے: یہ آدمی مجھ سے افضل ہے۔

چھٹی شرط: جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس موجود ہے اس کے متعلق تیرا دل کامل

[1] یہ قول اور اس کے بعد آنے والے دیگر اقوال ابن الاعرابی کی "کتاب الزہد" سے ماخوذ ہیں۔

یقین سے معمور ہو۔

سیدنا انس بن میسرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دنیا میں زہد اور بے رغبتی کسی حلال چیز کو حرام قرار دینے میں ہے نہ مال کو ضائع اور برباد کرنے میں بلکہ زہد تو یہ ہے کہ تیری ملکیت میں جو چیز ہے اس سے بڑھ کر تجھے اُس چیز پر یقین ہو جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ مصیبت اور تنگی کی موجودگی اور عدم موجودگی دونوں صورتوں میں تیری کیفیت اور حالت یکساں ہو۔ حق کے معاملے میں تیری مدح و ستائش کرنے والا اور تیری مذمت کرنے والا دونوں تیری نظر میں برابر ہوں۔

ساتویں شرط: دنیا میں امیدیں کم رکھو اور موت کو نہ بھولو۔

سیدنا سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امیدوں کا کم ہونا زہد کی علامت ہے۔

اے بہن! اللہ تعالیٰ سے مدد کی التجا اور ان شرائط کے پائے جانے کے ساتھ ساتھ تجھے زہد کی قسموں کے بارے میں بھی معرفت ہونی چاہیے تاکہ تو خوب جان لے کہ تو زہد کی کون سی قسم کی محتاج ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''طریق الھجرتین'' میں ان اقسام کو جمع کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

بلاشبہ زہد کی چند قسمیں ہیں:

1 وہ زہد جو ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس کا مطلب تمام حرام چیزوں سے بے رغبتی اختیار کرنا ہے۔ اس زہد میں جب بھی کوئی کوتاہی ہو جاتی ہے تو سزا کا سبب پورا ہو جاتا ہے اور جب تک اس کے منافی اور متضاد کوئی دوسرا سبب واقع نہ ہو اس وقت تک سزا کا برقرار رہنا ضروری ہے۔

2 مستحب زہد: جس چیز سے بے رغبتی اختیار کرنا مقصود ہو اس کے اعتبار سے مستحب زہد کے مختلف درجات ہیں۔ یہ زہد مکروہ چیزوں، زائد مباح چیزوں اور جائز خواہشات میں تنوع اختیار کرنے سے تعلق رکھتا ہے۔

3 بلند مقام پر فائز ہونے والے ان عظیم لوگوں کا زہد جو اللہ تعالیٰ کی طرف سفر کرنے کے لیے مستعد رہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

ایک یہ کہ دنیا سے مکمل طور پر بے رغبتی کرنا۔ اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ دنیا کو ہاتھ سے چھوڑ دیا جائے یا اپنے پاس سے نکال دیا جائے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا کو اپنے دل سے کلی طور پر نکال دیا جائے، چاہے دنیاوی مال و متاع بندے کے ہاتھ میں موجود ہو مگر وہ اُس کے دل کو مسخر نہ کرنے پائے۔ زہد یہ نہیں کہ تو دنیا کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ دے اور وہ پھر بھی تیرے دل پر قبضہ جمائے رکھے بلکہ حقیقی زہد یہ ہے کہ دنیا کا مال بھلے تیرے تصرف میں پوری طرح موجود ہو مگر تیرا دل پھر بھی اُس سے بے گانہ رہے۔ خلفائے راشدین اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی یہی حالت تھی۔ دنیا کے بہت بڑے رقبے پر ان کی سلطنت تھی لیکن ان کے دل میں دنیاوی عیش کی مطلقاً کوئی خواہش نہیں تھی۔ ان کے دل و دماغ پر صرف اللہ رب العزت کی یاد اور فکر آخرت کا غلبہ تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا زہد ضرب المثل ہے، حالانکہ ان کے تصرف میں مختلف قسم کے اموال کے بہت بڑے خزانے تھے۔ یہی حالت اولادِ آدم کے سردار حضرت محمد ﷺ کی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا کے خزانے کھول دیے تو آپ ﷺ نے متاعِ دنیوی کی بال برابر بھی خواہش نہ کی بلکہ آپ ﷺ کا دل اللہ تعالیٰ

کی بارگاہ میں اور زیادہ جھکتا چلا گیا۔ زہد کی اس قسم کو تین چیزیں درست رکھتی ہیں:
ایک یہ کہ بندے کو اس بات کا بخوبی علم ہو کہ یہ دنیا ایک زائل ہونے والا سایہ اور جھوٹا خیال ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ﴾

''تم جان لو کہ دنیاوی زندگی محض کھیل تماشا اور زینت ہے اور آپس میں فخر جتانا اور ایک دوسرے پر مال اور اولاد میں کثرت جتانا ہے۔ جیسے بارش کہ اس سے (پیدا شدہ) نباتات کسانوں کو خوش کرتی ہیں۔ پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو آپ اسے زرد ہوتی دیکھتے ہیں، پھر وہ چور چور ہو جاتی ہے۔''[1]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاۗءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاۗءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّھُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىھَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰھَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ﴾

''بے شک دنیاوی زندگی کی مثال تو بارش کی سی ہے جو ہم نے آسمان سے برسائی، پھر اس کے ساتھ زمین کی نباتات مل کر نکلیں جس میں سے انسان اور چوپائے کھاتے ہیں، حتیٰ کہ جب زمین نے اپنی رونق پکڑی اور وہ لہلہا اٹھی

1 الحدید 20:53۔

اور زمین والوں نے سمجھا کہ بے شک وہ اس (فصل کو کاٹنے) پر قادر ہیں تو ہمارا حکم (عذاب) رات یا دن کو (اچانک) آ پہنچا، چنانچہ ہم نے اسے کٹی ہوئی کھیتی کی طرح کر دیا گویا کل وہ تھی ہی نہیں، اسی طرح ہم اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں۔“ [1]

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝﴾

”اور ان کے لیے دنیاوی زندگی کی مثال بیان کیجیے جیسے پانی (بارش)، جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا، پھر اس سے زمین کی نباتات خوب پھلی پھولی، پھر وہ چورا چورا ہوگئی، اسے ہوائیں اڑا لے جاتی ہیں، اور اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔“ [2]

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دنیا کا نام [متاع الغرور] ”دھوکے کا سامان“ رکھا ہے۔ دنیا سے دھوکا کھانے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا اور ہمیں متنبہ کیا کہ دھوکا کھانے والوں کا انجام بہت برا ہوگا۔ اُن لوگوں کی مثل بننے سے ہمیں ڈرایا جنھیں اس دنیا نے پچھاڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مذمت فرمائی ہے جو دنیا پر راضی اور اس سے مطمئن ہوگیا۔ بلاشبہ وہی شخص دنیا سے دھوکا کھاتا اور اس سے مانوس ہوتا ہے جو نہایت حقیر ہمت، گھٹیا عقل اور بے وقعت ہوتا ہے۔

[1] یونس 10:24۔ [2] الکہف 18:45۔

دوسری یہ کہ اس دنیا کے بعد ایسا گھر ہے جو قدر و منزلت میں اس سے ناقابلِ بیان حد تک عظیم تر اور نہایت مہتم بالشان ہے اور وہی باقی رہنے والا گھر ہے۔ اس گھر کے مقابلے میں دنیا انتہائی حقیر ہے جیسا کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلَ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ هٰذِهِ فِي الْيَمِّ، فَلْيَنْظُرْ بِمَ تَرْجِعُ»

''آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی آدمی اپنی یہ انگلی سمندر میں ڈبوئے اور دیکھے کہ وہ کتنا پانی لے کر واپس آئی ہے۔''[1]

پس زاہد کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے ہاتھ میں ایک درہم ہو اور اسے کہا جائے: اسے پھینک دو تو تمھیں اس کے بدلے میں ایک لاکھ دینار ملیں گے تو وہ شخص اس درہم کو اپنے ہاتھ سے گرا دیتا ہے اور اسے اس کا معاوضہ ایک لاکھ دینار مل جاتے ہیں۔ حقیقی زہد اور دنیا سے کنارہ کشی اس چیز کے بارے میں کمال رغبت کی وجہ سے ہے جو اس دنیا سے افضل اور عظیم ہے۔ جب آدمی کو اس کا صحیح ادراک ہو جاتا ہے تو وہ اس دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے۔

تیسری یہ کہ بندے کو اس بات کا بخوبی علم اور ادراک ہونا چاہیے کہ اس کے زہد اور دنیا سے کنارہ کشی کے باوجود اُسے وہ چیز بہر حال مل کر رہے گی جو اس کی قسمت میں لکھ دی گئی ہے، اور بلاشبہ اس کی طمع یا حرص دنیا کی کسی ایسی چیز کو زبردستی کھینچ کر نہیں لا سکتی جس کا اس کے لیے فیصلہ نہیں کیا گیا۔ جب بندے کو اس بات کا پختہ یقین ہو جاتا ہے تو یہ بات اس کے دل میں راسخ ہو جاتی ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ

[1] صحيح مسلم، الجنة، باب فناء الدنيا و بيان الحشر يوم القيامة، حديث:2858.

بلاشبہ اس کے مقدر میں لکھی ہوئی چیز عنقریب اس کے پاس پہنچ جائے گی۔ اس کے بعد اس کی حرص نابود ہو جاتی ہے۔

عقل مند شخص اپنے نفس کے لیے اس دنیا پر کبھی راضی نہیں رہ سکتا۔ یہ تینوں امور دنیا میں زہد اور اس سے کنارہ کشی اختیار کرنے کو انتہائی آسان اور قابلِ عمل بنا دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے اس کی توفیق دیتا ہے۔ [1]

اے بہن! زہد کی اقسام اور اس کے درجات کے ساتھ سفر کرنے کے بعد اب یہ وقت آ پہنچا ہے کہ تو مندرجہ ذیل چیزوں سے خلاصی حاصل کر لے۔

دنیا میں تیرے زہد سے مراد یہ ہو کہ تجھے اس چیز کی شدید رغبت ہو جو اللہ تعالیٰ کے ہاں موجود ہے۔

دنیا میں تیرے زہد کا مظاہرہ اس طرح ہونا چاہیے کہ تو ایسی عورتوں میں سے نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی فراوانی کی وجہ سے ان عورتوں سے غافل ہیں جو فقیر اور محتاج ہیں۔ تجھے غریب اور محتاج عورتوں کا سچا ہمدرد ہونا چاہیے۔ انھیں حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ ان سے کبھی غفلت نہیں برتنی چاہیے۔ تجھے اپنے مال، کپڑوں اور کھانے پینے کے سامان پر غور و فکر کر کے اپنی ضروریاتِ زندگی سے زائد چیزیں محتاج مسلمان عورتوں کو بطور صدقہ دے دینی چاہئیں۔

اے بہن! اس نسوانی عیب کے بارے میں تیرے ساتھ ہونے والی اپنی گفتگو کو میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زہد کے بارے میں ایک عمدہ مثال دے کر ختم کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں

[1] طریق الهجرتین، ص: 251-253.

80 ہزار درہم بھیجے۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روزے سے تھیں اور آپ نے بوسیدہ کپڑے زیب تن کر رکھے تھے۔ انھوں نے اسی وقت یہ سارا مال فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیا اور اپنے پاس اس میں سے کچھ بھی باقی نہ رکھا۔ آپ کی لونڈی نے آپ سے کہا: اے ام المومنین! آپ ہمارے لیے ایک درہم بھی بچا کر نہ رکھ سکیں۔ اس کے عوض ہم گوشت خریدتے اور آپ اس سے اپنا روزہ افطار کر لیتیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اے میری بیٹی! اگر تو مجھے یاد دلا دیتی تو میں ایسا ہی کر لیتی۔''[1]

اے میری مسلمان بہن! ذرا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طرزِ عمل کے بارے میں غور وفکر کر کہ وہ روزہ دار تھیں اس کے باوجود وہ اپنی ہستی کو بھول گئیں۔ اور اپنے لیے ایک درہم بھی بچا کر نہ رکھ سکیں۔

انھوں نے ایسا کیوں کیا؟

انھوں نے یہ کام صرف اور صرف فقراء، یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کی وجہ سے کیا۔ انھیں یقینِ کامل تھا کہ اس حقیر خرچ کے بدلے میں روزِ قیامت انھیں لازوال انعامات سے نوازا جائے گا۔

اللہ کی قسم! زاہد خواتین کا طریقۂ کار یہی ہے۔ وہ دوسری عورتوں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتی ہیں۔ ان میں وہ انانیت اور خود غرضی نہیں پائی جاتی جس کی ترنگ میں آج کل کی اکثر مسلمان خواتین زندگی بسر کر رہی ہیں۔

[1] المستدرك للحاكم: 13/4، وحلية الأولياء: 49,48/2 مختصرًا۔

کثرتِ کلام

آج کل عورتوں میں جو عیوب پھیل گئے ہیں اور قریب قریب تمام خواتین ان میں مبتلا ہیں، ان میں سے ایک عیب کثرتِ کلام ہے۔

بعض خواتین بہت باتونی ہوتی ہیں۔ ایسی خواتین ہر وقت کسی ایسی عورت کی تلاش میں رہتی ہیں جس کے ساتھ محوِ گفتگو ہو کر وہ اپنی اس بُری عادت کی تسکین اور تکمیل کر سکیں۔ اگر کوئی عورت اُن کی گفتگو توجہ سے نہ سنے تو وہ اس سے ناراض ہو جاتی ہیں اور اس وقت تک ان کی زبان پر کھجلی ہوتی رہتی ہے جب تک وہ فضول باتیں کر کے اپنی بھڑاس نہ نکال لیں۔ ایسی باتونی خاتون ہر دیکھی ان دیکھی اور من گھڑت باتوں کی دلدادہ ہوتی ہے۔ اس کی گفتگو عموماً کسی کی غیبت، چغلی، مخالفت یا تائید پر مشتمل ہوتی ہے۔ ایسی خواتین عموماً کام چور ہوتی ہیں اور ان کے گھر کباڑ خانے کا منظر پیش کرتے ہیں۔ انھیں اپنے گھر سنوارنے کا مطلق خیال نہیں ہوتا لیکن دوسروں کے معاملات پر وہ ایسی روانی سے گفتگو کرتی ہیں گویا مسائلِ زندگی حل کرنے میں وہ اتھارٹی ہیں اور ان کے بیان کردہ مشوروں پر عمل پیرا ہو کر ساری دنیا اپنے مسائل حل کر سکتی ہے۔

شریف گھریلو خواتین ایسی عورتوں کی مجالس سے احتراز برتتی ہیں کیونکہ انھیں یہ خوف لاحق رہتا ہے کہ جانے کس گھڑی ان منہ پھٹ عورتوں کی لسانی توپوں کا رُخ

ان کی طرف پھر جائے، لیکن ایسی خواتین کو اس بات کی کوئی پروا نہیں ہوتی کہ دوسری عورتیں انھیں پسند کرتی ہیں یا نہیں بلکہ وہ اس بات پر خوش ہوتی ہیں کہ اُن سے دیگر خواتین ڈرتی ہیں، جبکہ ایسی باتونی عورتوں کو یہ معلوم ہی نہیں کہ وہ خود سب سے بدتر اور ناپسندیدہ عورتیں ہیں۔ نبیٔ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنَّ مِنْ أَبْغَضِكُمْ إِلَيَّ وَأَبعَدِكُمْ مِّنِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُونَ وَالْمُتَشَدِّقُونَ وَالْمُتَفَيْهِقُونَ»

''میرے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور روز قیامت مجھ سے سب سے زیادہ دور وہ لوگ ہیں جو بک بک کرتے ہیں، منہ پھاڑ کر بے احتیاطی سے گفتگو کرتے ہیں اور متکبر ہیں۔''[1]

اے بلا سوچے سمجھے بکثرت گفتگو کرنے والی خاتون! تجھے کیا معلوم کہ زیادہ باتیں بگھارنے کی وجہ سے قیل و قال کی کثرت ہو جاتی ہے۔ زبانیں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ اور تکرار کرتی ہیں تو جلد ہی وہ نوبت آ جاتی ہے کہ پھر وہ دشمنی کا اظہار کرتی ہیں۔ غیبت اور چغل خوری کے چکر میں آوازیں بلند ہو جاتی ہیں اور بالآخر ایسی زبان دراز خواتین تمام حدود پھلانگ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمان بن جاتی ہیں۔

مسلمان عورت یہ بات بھول گئی ہے کہ زیادہ گفتگو اسے رب تعالیٰ کے غضب تک لے جاتی ہے کیونکہ جسم کے تمام اعضاء زبان کے ساتھ مربوط ہیں۔ اگر زبان کا استعمال غلط ہو جائے تو تمام وجود کا مصرف غلط ہو جاتا ہے اور یہ چیز اللہ کے غضب کا باعث بنتی ہے۔ اسی لیے پورے اعضائے جسمانی صبح کے وقت زبان سے التجا کرتے

1 جامع الترمذي، البر والصلة، باب ما جاء في معالي الأخلاق، حديث: 2018.

ہیں کہ وہ راہ راست پر قائم رہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُولُ: اِتَّقِ اللّٰهَ فِينَا، فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ، فَإِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا فَإِنِ اعْوَجَجْتَ، اِعْوَجَجْنَا»

''جب ابن آدم صبح کرتا ہے تو اس کے جسم کے تمام اعضاء اس کی زبان سے نہایت عاجزی کے ساتھ عرض کرتے ہیں: ہمارے معاملے میں اللہ سے ڈر کیونکہ ہمارا معاملہ تیرے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر تو سیدھی رہے گی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تجھ میں کوئی کجی پیدا ہو گئی تو ہم سب ٹیڑھے ہو جائیں گے۔''[1]

نبیٔ اکرم ﷺ صحابۂ کرام کو زبان کی حفاظت اور کثرت کلام ترک کرنے کی وصیت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

«أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِرَأْسِ الْأَمْرِ كُلِّهِ وَعَمُودِهِ وَذِرْوَةِ سَنَامِهِ؟» قُلْتُ: بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ:«رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ، وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ» ثُمَّ قَالَ: «أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهِ؟» قُلْتُ: بَلٰى يَارَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ:«فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ» قَالَ: «كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا» فَقُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ؟ فَقَالَ:

[1] جامع الترمذي، الزهد، باب ما جاء في حفظ اللسان، حديث:2407. اسے شیخ البانی نے حسن قرار دیا ہے۔ دیکھیے، صحيح جامع الترمذي:2/567.

«ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ! وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوهِهِمْ أَوْ عَلٰى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ»

''کیا میں تجھے دین کے سر، اس کے ستون اور اس کے کوہان کی چوٹی کے بارے میں باخبر نہ کروں؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں! (ضرور آگاہ فرمائیے۔) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دین کا سر اسلام، اس کا ستون نماز اور اس کے کوہان کی چوٹی جہاد ہے۔'' پھر فرمایا: ''کیا میں تجھے ایسی بات نہ بتاؤں جس پر ان سب کا دارومدار ہے؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیوں نہیں! تو آپ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑا اور فرمایا: ''اس زبان کو اپنے اوپر روکے رکھ۔'' میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ہم زبان سے جو کلام کرتے ہیں کیا اس پر بھی ہمارا مواخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''اے معاذ! تیری ماں تجھے گم پائے! لوگوں کو ان کی زبانوں کی کھیتیاں ہی جہنم میں اوندھے منہ گرائیں گی۔''[1]

آہ بہن! تو کتنی مرتبہ عورتوں کی ایسی مجلس میں بیٹھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خالی تھی؟

تو نے باہم گفتگو میں مصروف دو عورتوں کو کتنی دفعہ دیکھا جو گفتگو میں یوں مصروف تھیں جیسے وہ کثرت کلامی کا مقابلہ کر رہی ہیں؟

کتنی مرتبہ کسی ریل یا بس میں سفر کرتے ہوئے تو نے دو خواتین کو اس قدر باتیں کرتے دیکھا کہ تو ان کے خاموش ہونے کی تمنا کرنے لگی؟

[1] جامع الترمذي، الإيمان، باب ما جاء في حرمة الصلاة، حديث: 2616.

اور کتنی مرتبہ دیگر خواتین نے تیری طویل گفتگو سے اکتا کر تیرے چُپ ہو جانے کی خواہش کی؟

حق یہ ہے کہ موجودہ دور میں کثرتِ کلام عورتوں کے عیوب میں سب سے نمایاں عیب ہے۔ اور یہ بھی واضح حقیقت ہے کہ خواتین کی اکثر گفتگو بے محل اور بے فائدہ ہوتی ہے۔ ان کی اکثر باتیں اپنے اور دوسری خواتین کے خاوندوں یا غیر موجود خواتین کے بارے میں ہوتی ہیں یا پھر وہ نت نئے فیشنوں اور جدید ملبوسات کو موضوعِ بحث بناتی ہیں۔ روزانہ ان موضوعات پر گفتگو کرنے سے یہ بیزار ہوتی ہیں نہ ان کی زبانیں تھکتی ہیں، حالانکہ یہ ساری گفتگو فضول اور لایعنی ہوتی ہے۔

جب ان کی محفل عروج پر ہو اور کوئی خاتون انھیں ذکرِ الٰہی کی یاد دلا دے تو یہ سیخ پا ہو جاتی ہیں اور اسے جلی کٹی سنانے لگتی ہیں۔

میری بہن! تو فضول باتیں کرنے کی عادت کب چھوڑے گی؟ اپنی محفلوں کو ذکرِ الٰہی سے کب منور کرے گی؟ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو مذکورہ بالا حدیث سے سبق حاصل کرلے؟ میری بہن! خوب اچھی طرح جان لے کہ جس عورت کی گفتگو طویل ہو جائے اس کی لغزشیں بڑھ جاتی ہیں، جس عورت کی لغزشیں زیادہ ہو جائیں، اس کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں اور جس عورت کے گناہ زیادہ ہو جائیں وہ جہنم کی زیادہ حق دار ہوتی ہے۔

آہ بہن! کثرتِ کلام تجھے گناہوں اور خطاؤں کے ایک ایسے سلسلے کی طرف لے جاتی ہے جو باہم ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے گناہوں سے مربوط ہے، لہٰذا تو اس عیب سے اپنی جان کیوں نہیں چھڑاتی؟

کثرتِ کلام تجھے باطل باتوں، باہمی جنگ و جدال اور طرح طرح کے جھگڑوں

میں مبتلا کرتی ہے۔تو اس سے اجتناب کیوں نہیں کرتی؟

کثرتِ کلام تجھے غیبت، چغلی، جھوٹ، طعن و تشنیع، گالی گفتار، تہمت اور بہتان تک پہنچا دیتی ہے۔کیا اس کے بعد بھی کوئی گناہ ہے جس کا تو ارتکاب کرنا چاہتی ہے؟

کثرتِ کلام تجھے اپنے نفس کی جیت، اپنے گناہوں کی پردہ پوشی، دوسروں پر اپنی غلطی کا ملبہ پھینکنے اور انھیں ملامت زدہ قرار دینے کی کوشش تک لے جاتی ہے۔تو اس سے خبردار کیوں نہیں ہوتی؟

کثرتِ کلام ایسا بھاری عیب ہے جو کسی ایسی عورت کو زیب نہیں دیتا جو اللہ کو اپنا رب، اسلام کو اپنا دین اور محمد ﷺ کو نبی اور رسول تسلیم کرتی ہے اور ان پر ایمان رکھتی ہے۔

اب ہم اس طرف آتے ہیں کہ کثرتِ کلام کا علاج اور اس عیب سے چھٹکارے کا طریقہ کیا ہے؟

کثرتِ کلام سے چھٹکارے کا طریقہ

اے مسلمان بہن! کثرتِ کلامی سے چھٹکارے کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ تو یہ حقیقت اچھی طرح ذہن نشین کر لے کہ بسا اوقات تیری باتیں تجھے اللہ تعالیٰ کی ناراضی تک پہنچا دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا خوف ہی تجھے زیادہ کلام کرنے سے روک سکتا ہے۔ اس کے لیے تجھے احادیث نبویہ کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ يَنْزِلُ بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ»

''بلاشبہ بندہ ایک بات کرتا ہے تو وہ اس کی وجہ سے مشرق و مغرب کی مسافت کے برابر جہنم میں اتر جاتا ہے۔''[1]

ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ لَا يَرٰى بِهَا بَأْسًا يَهْوِي بِهَا سَبْعِينَ خَرِيفًا فِي النَّارِ»

''بلاشبہ آدمی ایک بات کرتا ہے اور اس میں کوئی برائی نہیں سمجھتا لیکن وہ اس

[1] صحيح البخاري، الرقاق، باب حفظ اللسان، حديث:6477، وصحيح مسلم، الزهد، باب حفظ اللسان، حديث:2988.

کی وجہ سے ستر سال کی مسافت کے برابر جہنم میں گر جاتا ہے۔''[1]

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ جہنم کی وحشت ناک مصیبت اور آزمائش کا دارومدار بولنے پر ہے، لہٰذا اپنی گفتگو میں اللہ تعالیٰ سے ڈر! یہ غور کر کہ تو کیا کہہ رہی ہے؟ پہلے تول، پھر بول۔ ورنہ عنقریب تجھے ندامت اٹھانی پڑے گی۔

میری بہن! بلاشبہ تیری یہ زبان جسے تو بلا وجہ بغیر سوچے سمجھے چلائے جاتی ہے، نہایت خطرناک آلہ ہے۔ یہی آلہ لوگوں کو سب سے زیادہ جہنم میں دھکیلنے کا سبب بنے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی چیز سب سے بڑھ کر لوگوں کو جہنم میں داخل کرنے کا سبب بنتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْفَمُ وَ الْفَرْجُ»

''منہ اور شرمگاہ۔''[2]

میری بہن! تجھے تو چاہیے تھا کہ جہنم کے اسباب میں سے سب سے بڑے سبب کو حتی المقدور بہت محتاط ہو کر کم سے کم استعمال کرتی لیکن تیرا اعمال نامہ تو اسے بکثرت استعمال کرنے سے بھرا ہوا ہے بلکہ تیرے اندازِ گفتگو سے تو یوں محسوس ہوتا ہے گویا تو باتوں کی بہتات کے مقابلے میں شریک ہے۔ غور سے سن! اگر تو اپنی زبان کو کنٹرول کر لے گی اور اس کے ذریعے سے شرک و بدعت، نازیبا کلمات اور فضول بحث و تکرار

[1] جامع الترمذي، الزهد، باب ما جاء من تكلم بالكلمة ليضحك الناس، حديث: 2314، و سنن ابن ماجه، الفتن، باب كف اللسان في الفتنة، حديث: 3970. [2] جامع الترمذي، البروالصلة، باب ماجاء في حسن الخلق، حديث:2004.

نہیں کرے گی تو تیرے لیے جنت کی ضمانت خود نبیٔ اکرم ﷺ دیتے ہیں۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ يَّضْمَنْ لِي مَابَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ»

''جو شخص مجھے اپنی دو رانوں کے درمیان موجود چیز (شرمگاہ) کی اور دو جبڑوں کے درمیان والی چیز (زبان) کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''[1]

کثرتِ کلام ترک کرنے کے لیے تیری اعانت کرنے والے امور میں سے ایک یہ ہے کہ سلف صالحین کی سیرت طیبہ پر غور کر! ان سے عبرت لے اور گفتگو کرنے کے بارے میں ان کے احوال پر غور وفکر کر!

حضرت ربیع بن خثیم رحمہ اللہ اسی خوف سے کہ مبادا وہ اس عیب میں مبتلا ہو جائیں، بہت کم کلمات پر مشتمل گفتگو کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ان کی بیٹی ان کے پاس آئی اور کہنے لگی: ابا جان! کیا میں کھیلنے کے لیے چلی جاؤں؟ تو انھوں نے فرمایا: اے میری ننھی بیٹی! جاؤ اور اچھی بات ہی کہنا۔[2]

نبیٔ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْلِيَصْمُتْ»

''جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اچھی بات

1 صحيح البخاري، الرقاق، باب حفظ اللسان، حديث: 6474. 2 الصمت لابن أبي الدنيا، رقم: 416، وحلية الأولياء: 2/115.

کہے یا پھر خاموش رہے۔''[1]

میری بہن! اگر تو اس حدیث کا صحیح ادراک کر لے اور تیرے ذہن میں یہ بات راسخ ہوجائے کہ تیرے ایمان کی کسوٹی اپنی زبان کو صرف بوقت ضرورت مفید گفتگو کے لیے استعمال کرنا ہے تو مجھے امید واثق ہے کہ تُو اس عیب سے نجات پا جائے گی۔

یحییٰ بن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک آدمی نے کسی دوسرے آدمی کی تعریف کی تو کسی بزرگ نے پوچھا: تو اس کے بارے کیا جانتا ہے؟ اس نے جواب دیا: میں نے دیکھا ہے کہ وہ اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے اور گفتگو میں احتیاط برتتا ہے۔[2]

حضرت میمون بن سیاہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: گزشتہ بیس سال میں جب بھی میں نے بغیر سوچے سمجھے کوئی بات کہی تو مجھے اس پر ندامت اٹھانی پڑی ماسوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے۔[3]

حضرت کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قلتِ کلام ایک نہایت عظیم حکم ہے، لہٰذا تم پر خاموشی لازم ہے کیونکہ یہ نہایت عمدہ تقویٰ ہے اور یہ بوجھ کی کمی اور گناہوں میں تخفیف کا سبب ہے۔[4]

میری مسلمان بہن! کثرتِ کلام کی عادت ترک کرنے کے لیے تیرے مددگار امور میں سے ایک چیز تیری طویل خاموشی اور اس خاموشی میں تیرا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر غور و فکر کرنا ہے۔

---

1 صحيح البخاري، الأدب، باب من كان يؤمن بالله واليوم الآخر......، حديث: 6018.

2 الصمت لابن أبي الدنيا، رقم: 418. 3 الصمت لابن أبي الدنيا، رقم: 425. 4 الصمت لابن أبي الدنيا، رقم: 426.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ہر ایسے معاملے سے بچ جس پر تجھے معذرت کرنی پڑے۔ جب بھی تو کوئی بات کرنے لگے تو بات کرنے سے پہلے اس پر اچھی طرح غور وفکر کر۔ اگر تیرے لیے مفید ہو تو وہ بات کہہ دے ورنہ تیرے لیے خاموشی زیادہ بہتر ہے۔[1]

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: طویل خاموشی عبادت کی چابی ہے۔[2]

حضرت ارطاۃ بن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آدمی کو چاہیے کہ وہ چالیس سال تک خاموشی کی تعلیم حاصل کرے۔[3]

میری بہن! اس فعلِ شنیع سے خلاصی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اپنے وقت کی قدر کر۔ تیرے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جانی چاہیے کہ دھیرے دھیرے لمحہ بہ لمحہ زندگی کا سفر ختم ہو رہا ہے اور تیرا انجام قریب آ رہا ہے۔ جس قدر یہ بات ذہن نشین ہوگی، اسی قدر تو زیادہ باتوں کی بیماری سے اپنا مؤثر علاج کر سکے گی۔

میری بہن! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر بہت سے احسانات اور انعامات کیے ہیں۔ انھی انعامات میں سے ایک چیز وقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لیے دیا ہے۔ میری بہن! تو اللہ کی دی ہوئی دیگر نعمتوں کی قدر کرتی ہے۔ ان کی حفاظت بھی کرتی ہے۔ خاص طور پر اپنے حسن اور جوانی کی بڑی محنت سے حفاظت کرتی ہے اور اس کے لیے اپنا وقت، دولت اور تن من دھن قربان کرنے کو تیار رہتی ہے، یہی نہیں

1 الصمت لابن أبي الدنيا، رقم:431. اس اثر کی سند کمزور ہے کیونکہ اس میں زیاد بن نمیری کو اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (الصمت لابن أبي الدنيا بتحقيق أبو اسحاق الحويني، ص: 222) 2 الصمت لابن أبي الدنيا، رقم: 433. 3 الصمت لابن أبي الدنيا، رقم: 435.

بلکہ تو اپنی عمر اور حقیقی صورت کی نام نہاد حفاظت کے لیے جھوٹ اور میک اپ کا لبادہ بھی اوڑھتی ہے لیکن افسوس ہے کہ تو نے کبھی اپنے وقت کی حفاظت اور قدر نہیں کی، حالانکہ یہ تیرا سب سے قیمتی سرمایہ اور اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل اور نعمت ہے۔

یحییٰ بن ہبیرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْوَقْتُ أَنْفَسُ مَا عَنَيتِ بِحِفْظِهِ

وَأَرَاهُ أَسْهَلَ مَا عَلَيْكِ يَضِيعُ

''اے بہن! جن قیمتی اشیاء کی تجھے حفاظت کرنی چاہیے ان میں سب سے قیمتی چیز وقت ہے۔ مگر میرے خیال کے مطابق یہ نہایت بیش قیمت چیز تیرے ہاں نہایت بے قدری سے ضائع ہو رہی ہے۔''

میری بہن! اللہ تعالیٰ نے تجھے فرصت کے اوقات دیے ہیں۔ انھیں فضول گفتگو میں ضائع مت کر بلکہ انھیں اللہ کی فرماں برداری میں بسر کر۔ ان فرصت کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کر۔ اس کا ذکر کیا کر جیسا کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔ اپنی فراغت کے متعلق کبھی خسارے میں مبتلا نہ ہونا کیونکہ کچھ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے آج جو فرصت دی ہے، کل وہ اس فرصت کی جگہ تجھے اس قدر مشغولیت میں مبتلا کر دے کہ تجھے اُن امور کا ہوش بھی نہ رہے جنھیں تو اپنی فرصت میں ضائع کر رہی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

«نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ: اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ»

''دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان کے متعلق خسارے میں مبتلا ہیں: اور وہ

چیزیں صحت اور فراغت ہیں۔''[1]

میری بہن! آج کی فرصت کو غنیمت جان۔ فضول گفتگو سے آج اور ابھی توبہ کرلے۔ اللہ کی رضا مندی والے کام کر۔ اپنے وقت کو قیمتی بنا کیونکہ آج اللہ نے تجھے جو فرصت دی ہے کل قیامت کے روز وہ اس کے بارے میں پوچھے گا۔ اس دن تیرے پاس اپنی زندگی برباد کرنے کا کوئی عذر نہ ہوگا کیونکہ اللہ نے تجھے لمبی زندگی بخش کر لاجواب کر دیا ہے۔ اُس دن تو یہ نہیں کہہ سکے گی کہ مجھے زندگی کم ملی تھی، اس لیے میں اطاعت والے امور بجا لانے سے قاصر رہی۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز فرمائے گا:

﴿اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ جَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾

''کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہ دی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کرسکتا تھا اور تمھارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تھا، لہٰذا اب مزہ چکھو اور ظالموں کے لیے وہاں کوئی مددگار نہ ہوگا۔''[2]

میں خاص طور پر نہایت محترم معمر خواتین سے التجا کرتا ہوں کہ آپ نے تو زندگی کے تمام نشیب و فراز دیکھ لیے۔ اب موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اب اپنا نہایت قیمتی وقت فضول باتوں میں ضائع نہ کیجیے۔ یاد رکھیے اب آپ کے پاس وقت کی کمی کا کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ یہ حدیث بڑی توجہ سے پڑھیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

1 صحيح البخاري، الرقاق، باب الصحة والفراغ ...، حديث: 6412. 2 فاطر 37:35.

«أَعْذَرَ اللّٰهُ إِلَى امْرِيءٍ أَخَّرَ أَجَلَهُ حَتّٰى بَلَّغَهُ سِتِّينَ سَنَةً»

''اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کو بے عذر (لاجواب) کر دیا ہے جس کی عمر میں اس نے ڈھیل دی حتی کہ اسے ساٹھ سال تک پہنچا دیا۔''[1]

یعنی جس مرد اور عورت کو اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سال کی عمر عطا فرمائی، قیامت کے دن وہ وقت کی کمی کا عذر نہیں کر سکے گا کیونکہ یہ اس قدر طویل مدت ہے کہ اس میں توبہ کرنے والا نہایت آسانی سے توبہ کر سکتا ہے، نیکی کرنے والا نیکی کر سکتا ہے اور نصیحت لینے والا بخوبی نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔

میری بہن! زندگی کی موجودہ دستیاب گھڑیوں کو قیمتی بنا۔ انھیں معصیت سے پاک کر دے اور اللہ کی اطاعت میں لگا لے۔ اس سلسلے میں سلف صالحین کے احوال کا اچھی طرح مطالعہ کر کہ انھوں نے اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کو کس طرح قیمتی بنایا تھا۔

معروف تابعی حضرت عامر بن قیس رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اُس نے آپ کو بات چیت کرنے کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا: کیا تو اس سورج کو دیکھ رہا ہے؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پہلے اسے روک لے۔

یعنی اگر تو میرے وقت کو روک لے اور اسے ضائع ہونے سے بچا لے، تب تو میں تجھ سے گفتگو کر سکتا ہوں ورنہ نہیں کیونکہ میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔

ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ملاقات کے شائقین میرے پاس آ کر میرا وقت ضائع کرنے لگتے تو میں ان سے سمجھداری کے ساتھ نمٹتا تھا۔ میں ان کے لیے کاغذ تیار کر لیتا۔ جب وہ آتے تو میں ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک بنڈل دے دیتا۔ وہ

1 صحيح البخاري، الرقاق، باب من بلغ ستين سنة……، حديث: 6419.

کثرتِ کلام سے چھٹکارے کا طریقہ

کام کرنے لگتے اور اوراق کی جمع وترتیب میں مشغول ہو جاتے، اس لیے ہم بہت کم گفتگو کر پاتے۔ جب وہ چلے جاتے تو میرے پاس بہت سے کاغذ جمع ہو جاتے اور میں لکھنے میں مشغول ہو جاتا تھا۔

میری بہن! ابن جوزی رحمہ اللہ نے فضول گفتگو کرنے والے افراد سے جان چھڑانے کا بڑا اچھا طریقہ بیان کیا ہے۔ اگر تو اس پر عمل کرے تو ان شاء اللہ فضول امور اور فضول گفتگو میں تیرا وقت برباد نہیں ہوگا۔

فضول گفتگو سے بچنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ نیک خواتین کی مجلس اختیار کر۔ نیک عورتوں کی ہم نشینی تجھے فضول گفتگو سے پاک کر دے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان جن لوگوں کی صحبت اختیار کرتا ہے انھی کی عادات اپناتا ہے۔ جب تو نیک اور فضول گفتگو سے بیزار خواتین کے پاس بیٹھے گی تو وہ تجھے بھی فضول گفتگو سے بیزار کر دیں گی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ○﴾

”اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اس کا چہرہ چاہتے ہیں اور آپ کی آنکھیں ان سے ہٹنے نہ پائیں کہ دنیاوی زندگی کی زینت چاہنے لگیں، اور اس کی اطاعت نہ کریں جس کا دل ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا، اور اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی، اور اس کا معاملہ حد سے بڑھا ہوا ہے۔“[1]

[1] الکھف 28:18۔

میری بہن! اگر تو نیک عورتوں کی صحبت میں بیٹھے گی تو وہ تجھے اچھی نصیحت سے نوازیں گی۔ اگر وہ نصیحت نہ بھی کریں تب بھی تو کم از کم فضول گفتگو سے تو ضرور محفوظ ہو جائے گی۔ نبیِ اکرم ﷺ نے نیک ہم نشین اور بُرے ہم نشین کی مثال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ وَكِيرِ الْحَدَّادِ، لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِمَّا تَشْتَرِيهِ أَوْ تَجِدُ رِيحَهُ، وَكِيرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَيْتَكَ أَوْ ثَوْبَكَ، أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً»

''اچھے ہم نشین اور برے ہم نشین کی مثال مشک (کستوری) رکھنے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے۔ کستوری رکھنے والا یا تو تمھیں کچھ دے گا یا تم اس سے خوشبو خرید لو گے یا (اگر یہ دونوں کام نہ ہوئے تو) کم از کم تم اس کے پاس پاک اور عمدہ خوشبو ضرور محسوس کرو گے۔ اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمھارے گھر یا کپڑے جلا دے گا یا کم از کم تمھیں اس کے پاس سے ناگوار بدبو ضرور آئے گی۔''[1]

میری بہن! اسی لیے ہمارے سلف صالحین نیک لوگوں کی صحبت ڈھونڈا کرتے تھے تاکہ وہ ان سے نصیحت آموز باتیں سن کر اپنی آخرت سنوار سکیں، لہٰذا تجھے بھی انھی لوگوں کے نقش قدم پر چلنا چاہیے تاکہ تو اپنی آخرت سنوار سکے۔

[1] صحيح البخاري، البيوع، باب في العطار وبيع المسك، حديث: 2101، وصحيح مسلم، البر والصلة، حديث: 2628.

اے بہن! اس قبیح اور شنیع عیب سے چھٹکارا حاصل کرنے کے آزمودہ علاج کے سلسلے میں اب تک جو گفتگو ہوئی۔ اُسے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ایک نہایت مبارک بات پر ختم کرتا ہوں۔ ان کلمات کو مضبوطی سے تھام لے۔ اللہ کے فضل سے تو اس سے مستفید ہوگی اور اس عیب سے محفوظ رہے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ اپنی زبان کو مخاطب کر کے فرمایا: ''تو ہلاک ہو جائے! تجھے چاہیے کہ ہمیشہ اچھی بات کہا کرتا کہ تجھے فائدہ پہنچے ورنہ جان لے کہ عنقریب تجھے نادم ہونا پڑے گا۔''

کہا گیا کہ کیا آپ بھی یہ بات کہتے ہیں؟ یعنی اپنے علم وفضل اور مقام و منزلت کے باوجود کیا آپ سے بھی ندامت والا کلام سرزد ہوسکتا ہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ قیامت کے دن انسان سب سے زیادہ اپنی زبان پر برہم ہوگا۔ ہاں ایسی زبان جس نے کوئی اچھی بات کہی وہ فائدے میں رہے گی یا وہ زبان جو خاموش رہی وہ سلامت رہے گی۔''[1]

---

[1] فضائل الصحابة للإمام أحمد: 1208,1207/2، رقم: 1846، وحلية الأولياء: 403/1، رقم: 1157، وجامع العلوم والحكم: 148/2.

جھوٹ بولنا

خواتین کے بدترین عیوب میں سے ایک عیب جھوٹ بولنا بھی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان میں مبالغہ آرائی اور تکلفات کا رجحان ہوتا ہے اور وہ فخر و مباہات کی بڑی دلدادہ ہوتی ہیں۔

خواتین بسا اوقات اپنی ذات کو دوسری خواتین سے ممتاز کرنے کے لیے جھوٹ بولتی ہیں۔

بعض خواتین اپنے خاوندوں کو معزز ثابت کرنے کے لیے مبالغہ آرائی کرتی ہیں اور ان کی مصروفیات اس طرح بیان کرتی ہیں گویا ان کے خاوند کے بغیر کارخانۂ حیات ہی بے کار ہے۔

اکثر خواتین اپنی اولاد کے برے چال چلن، خراب عادات اور غلط سوسائٹی کی پردہ پوشی کرتی ہیں اور اپنے بیٹے کو معصوم ثابت کرنے پر تُلی رہتی ہیں۔ اور بہت سی خواتین اپنی اولاد کی کامیابیوں اور اعلیٰ صلاحیتوں کے من گھڑت قصے بیان کرتی ہیں۔

بعض خواتین کسی نقصان ہو جانے پر یا کھانا لیٹ تیار کرنے پر یا اسی طرح کے دیگر چھوٹے چھوٹے معاملات میں اپنے خاوند سے جھوٹ بولتی ہیں اور اپنی صفائی کے لیے طرح طرح کے بہانے تراشتی ہیں۔

پھر جھوٹ بولنے ہی پر بس نہیں کرتیں بلکہ سہیلیوں، ہمجولیوں یا اپنے خاوند سے کسی دوسرے فریق کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے اس بات پر فخر کرتی ہیں کہ آج میں نے جھوٹ بول کر اسے دھوکا دے دیا۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بہت سی عورتیں اپنے شوہروں سے مبالغہ آرائی کرتی ہیں اور اپنی اہمیت جتلانے کے درپے رہتی ہیں، مثلاً: ایک عورت اپنے شوہر کو بتاتی ہے کہ آج فلاں عورت اپنے شوہر کے متعلق یوں کہہ رہی تھی تو میں نے آپ کے بارے میں ایسی دھانسو باتیں کیں اور اسے آپ کے متعلق ایسے قصے سنائے کہ وہ آپ کی شخصیت سے متاثر ہوگئی اور آپ کی قابلیت کا دم بھرنے لگی۔

میری بہن! جھوٹ پر مبنی گفتگو کر کے دل ہی دل میں تو جتنا چاہے خوش ہولے اور اپنے آپ کو جس قدر جی چاہے داد دے لے، حقیقت میں تو اپنے لیے آگ کے انگارے جمع کر رہی ہے۔

بلاشبہ جھوٹ نہایت مہلک عیب، کبیرہ گناہ اور تمام برائیوں اور گناہوں کی جڑ ہے۔ جھوٹی عورت اپنی ذات کے ساتھ ساتھ معاشرے کے لیے بھی نقصان دہ ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ بے سکون، مضطرب اور بے چین رہتی ہے اور اسے ہر وقت اسی بات کا خدشہ رہتا ہے کہ کہیں اس کا کوئی جھوٹ پکڑا نہ جائے۔ اور بعض خواتین تو جھوٹ بولنے پر اس قدر دلیر ہوتی ہیں کہ انھیں اپنی بدنامی کا بھی کوئی ڈر نہیں ہوتا اور جب ان کا جھوٹ پکڑا جاتا ہے تو مزید جھوٹ پر جھوٹ بولتی چلی جاتی ہیں یا پھر صاف مکر جاتی ہیں کہ میں نے تو یہ بات کی ہی نہیں۔

میری بہن! یہ جھوٹ ہی ہے جس کے ذریعے سے لوگوں کے مابین نفرت کا بیج بویا

جاتا ہے، ناجائز اور باطل طریقوں سے لوگوں کے مال ہڑپ کیے جاتے ہیں، کسی کی توہین کی جاتی ہے اور کسی پر ناجائز الزام لگا کر اسے ہمیشہ کے لیے جیل میں دھکیل دیا جاتا ہے۔

جھوٹ کی انھی ہلاکت خیزیوں کی بنا پر رسول اکرم ﷺ نے اسے کبیرہ گناہ قرار دیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے تو آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا:

«أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟» ثَلَاثًا، قَالُوا: بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: «اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَ عُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا، أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ» قَالَ: فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ.

''کیا میں تمھیں سب سے بڑے گناہوں کے بارے میں نہ بتلاؤں؟'' آپ ﷺ نے یہ بات تین دفعہ فرمائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں! اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، آپ یہ فرماتے وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: سن لو! سب سے بڑے گناہوں میں تیسرا بڑا گناہ جھوٹ ہے۔'' پھر آپ بار بار یہی بات دہرانے لگے یہاں تک کہ ہم تمنا کرنے لگے: کاش! آپ ﷺ خاموش ہو جائیں۔''[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے جھوٹ کے متعلق فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے

[1] صحيح البخاري، الشهادات، باب ما قيل في شهادة الزور، حديث: 2654، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الكبائر وأكبرها، حديث: 87.

ہاں سب سے بڑی خطا اور سب سے عظیم گناہ زبان کا جھوٹ ہے۔"[1]

میری بہن! جھوٹ صرف ایک برائی کا نام نہیں بلکہ جھوٹ بہت سے گناہوں کی جڑ، بنیاد، رہنما اور بدیوں کی پناہ گاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آدمی دنیا کا چاہے کتنا ہی گھناؤنا جرم کرلے، گواہوں کی عدم موجودگی پر جھوٹ اُسے ہر قانونی اور اخلاقی سزا سے بچالے گا کیونکہ سزا تو اس وقت ملتی ہے جب ملزم کا جرم ثابت ہو لیکن جھوٹ بولنے کی بنا پر کوئی بھی جرم اس وقت تک ثابت نہیں ہوگا جب تک کہ کوئی عینی شاہد موجود نہ ہو۔ پس میری بہن! جب ایک دفعہ تو جرم کا ارتکاب کرکے بچ نکلے گی تو پھر جرم کرنے پر جری ہوجائے گی اور بار بار گناہوں کا دیدہ دلیری سے ارتکاب کرے گی کیونکہ تجھے علم ہے کہ تجھے کوئی سزا نہیں دے سکتا، چنانچہ جھوٹ کی رہنمائی میں گناہوں کی طرف تیری پیش رفت تیز سے تیز تر ہوتی چلی جائے گی۔ انھی امور کی بنا پر سرور کونین ﷺ نے اسے برائیوں کا رہبر اور جہنم کا سبب قرار دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يَكُونَ صِدِّيقًا، وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَاللهِ كَذَّابًا»

"سچائی نیکی کی طرف اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ آدمی ہمیشہ سچ بولتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ سچے لوگوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اور

[1] ذم الكذب لابن أبي الدنيا (موسوعة الإمام ابن أبي الدنيا): 207/5، رقم: 13.

جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے جھوٹے لوگوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔'' [1]

میری بہن! اگر تو نے اس بدترین گناہ کا اُرتکاب کرنا شروع کر دیا ہے تو اس وقت کے آنے سے پہلے پہلے اس سے باز آجا جب جھوٹ گناہوں اور نافرمانیوں کی طرف گھسیٹتے گھسیٹتے تجھے جہنم کے گڑھے میں پھینک دے گا۔

اگر تجھ میں ابھی تک سچائی کی کوئی رمق موجود ہے تو اسے حرزِ جان بنا، اس کی حفاظت کر کیونکہ جس دل پر جھوٹ غالب ہو جاتا ہے اُس دل سے سچائی اپنا آشیانہ اُٹھا لیتی ہے۔

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سچ اور جھوٹ بندے کے دل میں آپس میں برسرپیکار رہتے ہیں حتیٰ کہ ان میں سے ایک دوسرے کو نکال باہر کرتا ہے۔ [2]

اسی بات کی طرف نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مذکورہ فرمان میں اشارہ کیا ہے کہ آخر کار بار بار جھوٹ کے مرتکب شخص کو اللہ تعالیٰ کے ہاں ''کذاب'' یعنی بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ہر خطبے میں فرمایا کرتے تھے:

---

[1] صحیح البخاري، الأدب، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ﴾، حدیث: 6094، وصحیح مسلم، البر والصلة، باب قبح الکذب وحسن......، حدیث: 2607. [2] ذم الکذب (موسوعة الإمام ابن أبي الدنیا): 213/5، رقم: 48.

''ایسی بات میں کوئی بھلائی نہیں جس میں سچائی نہ ہو۔ جو شخص جھوٹ بولتا ہے وہ درحقیقت ارتکاب جرم کرتا ہے اور جو شخص جرم کا ارتکاب کرتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔''[1]

میری بہن! ذرا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل فرمان کی روشنی میں خود اپنا محاسبہ کر کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ جھوٹ بول بول کر تو اس درجے تک پہنچ گئی ہے کہ اب تیرے دل میں نیکی کی خواہش ہی ختم ہو چکی ہے۔ اگر تو حقیقتاً اس منزل تک پہنچ چکی ہے تو کیا اب بھی تجھے اپنے بدترین انجام کے بارے میں کوئی شک ہے؟

میری بہن! اپنے بدترین انجام سے غافل مت ہو۔ جھوٹ کی لعنت ترک کر دے اور مومنوں کی صفت کو اپنا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جھوٹ کے متعلق فرماتے ہیں:

''جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ جہنم کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے اور اس کے دل میں گناہ گھر کر لیتا ہے حتیٰ کہ نیکی کے لیے ایک سوئی رکھنے کی جگہ بھی باقی نہیں بچتی کہ وہ وہاں ٹھہر جائے (لہٰذا نیکی اس کے دل سے نکل جاتی ہے)۔''[2]

حضرت یزید بن میسرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بلاشبہ جھوٹ ہر شر اور برائی کی جڑ کو اسی طرح سینچتا اور سیراب کرتا ہے جس طرح پانی درخت کی جڑوں کو سیراب کرتا ہے۔[3]

میری بہن! تو جھوٹ سے پرہیز کیوں نہیں کرتی جبکہ یہ تمام گناہوں کی جڑ ہے؟

[1] السنن الكبرىٰ للبيهقي: 215/3. [2] حلية الأولياء: 43/5. [3] ذم الكذب (موسوعة الإمام ابن أبي الدنيا): 214/5، رقم: 49.

کیا تو اس وقت کا انتظار کر رہی ہیں جب قیامت کے دن تجھے جھوٹی عورت کہہ کر پکارا جائے گا اور جہنم کے گڑھے میں دھکیل دیا جائے گا؟

میری بہن! ہوسکتا ہے کہ تو بھی نفاق اور منافقت کو برا سمجھتی ہو اور دوسروں کو منافقانہ کردار کی وجہ سے نشانۂ طعن و تشنیع بناتی ہو لیکن کیا تجھے پتا ہے کہ نفاق کو کون پروان چڑھاتا اور کون اس کی نگہداشت کرتا ہے؟ اگر تو نفاق کی تعریف اور منافق کی علامات کو مدنظر رکھ کر اپنے گریبان میں جھانکے اور سچائی کا دامن تھامتے ہوئے فیصلہ کرے تو مجھے یقین ہے کہ تو اس حقیقت کا ادراک کر لے گی کہ تجھ میں بھی اس گھناؤنے جرم کی تمام خصلتیں بدرجۂ اتم موجود ہیں جس جرم کو تو نفرت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ ذرا نفاق کی تعریف اور منافق کی علامات پر نظرِ عبرت ڈال:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''قول و عمل کے تضاد، ظاہر و باطن کے اختلاف اور جائے دخول و خروج کے تضاد کو نفاق شمار کیا جاتا ہے جبکہ نفاق کی جڑ اور بنیاد جس پر عمارتِ نفاق تعمیر ہوتی ہے وہ جھوٹ ہے۔''[1]

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو منافق کی علامت اور پہچان قرار دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ»

''منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ

[1] ذم الكذب (موسوعة الإمام ابن أبـ

کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کا مرتکب ہو۔‘‘[1]

اے مسلمان بہن! تو نے دیکھا کہ جھوٹ کے ارتکاب کی بنا پر تو کتنے گناہوں کی مرتکب قرار پاتی ہے، اس لیے جھوٹ کو فوراً ترک کر دے اور اپنی زبان کو اس سے یکسر پاک رکھ! اگر کبھی تجھے کوئی مجبوری لاحق ہو جائے، تب بھی جھوٹ کو ہرگز راہ نہ دے، اس کا ارتکاب مت کر بلکہ سچ کا دامن تھام! کیونکہ سچائی ہی نجات دینے والی چیز ہے یا پھر خاموشی اختیار کر کیونکہ جھوٹ کی بجائے خاموش رہنا بہتر ہے۔

محمود وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أُصْدُقْ حَدِيثَكَ إِنَّ فِي الصِّدْقِ
الْخَلَاصَ مِنَ الدَّنَسْ
وَدَعِ الْكَذُوبَ لِشَأْنِهِ
خَيْرٌ مِّنَ الْكَذِبِ الْخَرَسْ

’’سچی بات کہو، بے شک سچ گندگی سے خلاصی دلاتا ہے، جھوٹے کو اس کے حال پر چھوڑ دو، جھوٹ بولنے سے گونگا ہونا بہتر ہے۔‘‘

میری بہن! تیرا سب سے بدترین جھوٹ وہ ہے جو تو اللہ یا اس کے رسول کی طرف منسوب کرتی ہے، یعنی بات بے بات بغیر سوچے سمجھے اپنی تائید میں یہ کہہ دیتی ہے کہ

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب علامة النفاق، حديث: 33، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان خصال المنافق، حديث: 58.

اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے یا کہتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے، حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں ہوتا۔ کبھی تو لوگوں کو خوش کرنے کے لیے شیطان اور اللہ تعالیٰ کے مکالمے کی بات کرتی ہے یا جنت وجہنم میں لوگوں کے اللہ تعالیٰ سے محو گفتگو ہونے کی جھوٹی اور من گھڑت باتیں سناتی ہے اور اسے عموماً لطیفہ گوئی کا نام دیتی ہے، حالانکہ یہ کبیرہ گناہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«وَيْلٌ لِّلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ، وَيْلٌ لَّهُ، وَيْلٌ لَّهُ»

''ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو اس لیے جھوٹ بولتا ہے کہ لوگ اسے سن کر ہنسیں۔ ایسے شخص کے لیے ہلاکت ہے، ایسے شخص کے لیے ہلاکت ہے۔''[1]

یاد رہے کہ چاہے لطیفہ گوئی ہی کے نام سے کوئی جھوٹی بات اللہ اور اس کے رسول ﷺ یا کسی اور کی طرف منسوب کی جائے تب بھی وہ جھوٹ ہی شمار ہوگی۔ اور اگر کوئی عورت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب کوئی جھوٹی بات منسوب کرتی ہے تو یہ چیز اسے حالت کفر تک پہنچا دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ﴾

[1] سنن أبي داود، الأدب، باب التشديد في الكذب، حديث:4990، وجامع الترمذي، الزهد، باب ما جاء من تكلم بالكلمة...... حديث:2315.

''اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق کے اس کے پاس آ جانے کے بعد اس کی تکذیب کرے؟ کیا جہنم میں کافروں کے لیے ٹھکانا نہیں ہے؟''[1]

اور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«......وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»

''......جس شخص نے جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ باندھا تو وہ جہنم کو اپنا ٹھکانہ بنا لے۔''[2]

لہٰذا میری بہن! تجھے چاہیے کہ جب بھی تو کوئی ایسی بات کرنا چاہے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ سے ہو تو احتیاط کر، سب سے پہلے اس بات کی تحقیق کر لے کہ جو بات تو اللہ یا اس کے رسول ﷺ کی طرف منسوب کرنے چلی ہے کیا وہ سچ اور مبنی بر حقیقت ہے۔ اس سلسلے میں تجھے اس شیطانی وسوسے کا شکار نہیں ہونا چاہیے کہ فلاں بڑے عالم دین نے اس بات کو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے، لہٰذا یہ حدیث ہی ہو گی، کیونکہ موجودہ دور کے اکثر علماء، بالخصوص عوامی خطیب اور ٹیلی ویژن کے مختلف چینلز اور ریڈیو پر تقریر کرنے والے نام نہاد سکالرز ضعیف اور من گھڑت احادیث بغیر تحقیق بیان کرتے ہیں، اس لیے اس دھوکے میں مبتلا نہ ہو کہ فلاں سکالر نے یہ حدیث بیان کی ہے، لہٰذا یہ حدیث صحیح ہو گی۔

میری بہن! اس وقت تک کسی عالم کی روایت کردہ حدیث کو مت نقل کر جب تک

---

1 العنکبوت 68:29. 2 صحيح البخاري، العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ، حديث: 110، وصحيح مسلم، المقدمة، باب تغليظ الكذب على رسول الله ﷺ، حديث: 3.

وہ عالم یا کوئی دوسرا عالم اس کے صحیح ہونے کی صراحت نہ کرے یا تو بذاتِ خود اس کے صحیح ہونے کی تحقیق نہ کر لے، ورنہ تو بھی جھوٹوں میں شمار ہو گی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ»

''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کر دے۔''[1]

ہماری بعض بہنیں اپنی روزمرہ زندگی میں بعض ایسے جھوٹ بھی بولتی ہیں جنھیں وہ جھوٹ سمجھتی ہی نہیں ہیں۔ جھوٹ خواہ دیدہ دانستہ بولا جائے یا بھول چوک کر، یا جھوٹ کو سچ سمجھ کر بولا جائے وہ بہر حال جھوٹ ہی ہوتا ہے۔ اب میں خواتین کے چند ایسے جھوٹ بیان کرنا چاہتا ہوں جنھیں وہ شب و روز سچ سمجھتے ہوئے بلاخوف و خطر بولتی رہتی ہیں۔

اکثر خواتین کی یہ عادت ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ موجودہ دور میں شاید ہی کوئی خاتون ایسی ہو جو اس جھوٹ سے محفوظ ہو، مثلاً: جب کوئی بچہ رات کے وقت سو نہ رہا ہو یا کسی وقت ماں کو تنگ کر رہا ہو تو وہ اسے بلی کے نام سے، باپ کی مار سے، یا کتے کا نام لے کر ڈراتی ہے کہ وہ تمھیں آ کر کاٹ کھائے گا، حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔ اس طرح جب بچے ضد کر رہے ہوں تو انھیں مختلف قسم کے جھوٹ بول کر بہلایا پھسلایا جاتا ہے اور ان کے ساتھ طرح طرح کے وعدے کیے جاتے ہیں کہ اگر تم یہ کام کرلو گے تو میں تمھیں فلاں چیز کھانے کو دوں گی، شام کو تمھارے ابو آئیں گے

[1] صحيح مسلم، المقدمة، باب النهي عن الحديث بكل......، حديث: 5.

تو میں اُن سے تمھاری شکایت کروں گی یا انعام کے طور پر تمھارے ابو تمھیں گھمانے لے جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ ہماری خواتین ان باتوں کو جھوٹ نہیں سمجھتیں، حالانکہ یہ باتیں بھی جھوٹ ہی کے زمرے میں آتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ قَالَ لِصَبِيٍّ تَعَالَ هَاكَ، ثُمَّ لَمْ يُعْطِهِ، فَهِيَ كَذْبَةٌ»

''جس شخص نے کسی بچے سے کہا کہ ادھر آ تجھے چیز دوں اور پھر وہ اسے کوئی چیز نہ دے تو یہ بھی ایک جھوٹ ہے۔''[1]

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں بچہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے۔ میں باہر نکل کر کھیلنے لگا۔ میری والدہ نے مجھ سے کہا: عبداللہ! آؤ میں تمھیں چیز دوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَمَا أَرَدْتِّ أَنْ تُعْطِيهِ؟» قَالَتْ: أُعْطِيهِ تَمْرًا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم «أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِيهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كَذْبَةٌ»

''تو اسے کیا دینا چاہتی ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: میں اسے کھجور دینا چاہتی ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تو اسے کوئی چیز نہ دیتی تو تیرے خلاف ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔''[2]

بعض خواتین کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب ان کے پاس کوئی عورت بطور مہمان آئے تو وہ اُسے اوپری دل سے کچھ کھانے یا پینے کی دعوت دیتی ہیں جبکہ باطن میں

---

[1] مسند أحمد: 452/2. [2] سنن أبي داود، الأدب، باب التشديد في الكذب، حديث: 4991، ومسند أحمد: 447/3.

ان کا دل یہی چاہتا ہے کہ وہ خاتون کھانے پینے سے انکار کر دے۔ اسی طرح یہ بھی ہوتا ہے کہ جب مہمان عورت واپس جانا چاہے تو اس کا منہ رکھنے کے لیے کہا جاتا ہے کہ تھوڑی دیر اور ٹھہر جائیے، ابھی تو آپ آئی ہیں۔ یہ بات بھی جھوٹ کے زمرے میں آتی ہے۔ ہاں! اگر دل سے یہ باتیں کی جائیں تو ان میں کوئی مضائقہ نہیں۔

عیسیٰ بن کثیر اسدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں میمون بن مہران رحمہ اللہ کے ساتھ ان کے دروازے تک گیا۔ اُن کے ساتھ ان کا بیٹا بھی تھا۔ جب میں واپس آنے لگا تو ان کے بیٹے عمرو نے کہا: ابا جان! آپ انھیں شام کے کھانے کی دعوت کیوں نہیں دیتے؟ تو میمون رحمہ اللہ نے فرمایا: کھانا کھلانے کا میرا کوئی ارادہ نہیں، لہٰذا میں جھوٹی دعوت نہیں دوں گا۔[1]

میمون رحمہ اللہ نے یہ بات پسند نہیں کی کہ وہ عیسیٰ رحمہ اللہ کو اس چیز کی دعوت دیں جس کی انھوں نے اپنے دل میں نیت نہیں کی۔

میزبان خواتین کی طرح ٹھیک ایسی ہی حالت مہمان خواتین کی بھی ہوتی ہے، مثلاً: کسی مہمان خاتون کو کھانے کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ خاتون بھی اظہارِ تکلف کرتی ہے اور کھانے سے انکار کر دیتی ہے، چاہے اسے شدت کی بھوک یا پیاس لگی ہوئی ہو۔ تو یہ انکار بھی درحقیقت جھوٹ ہوتا ہے۔

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی تو اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ دودھ نوش فرما لیا اور باقی دودھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔ انھوں نے بھی کچھ پی لیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

1 ذم الکذب: 212/5، رقم: 40.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ وہ باقی دودھ اپنی سہیلیوں کو دے دیں تو ان کی سہیلیاں کہنے لگیں کہ ہمیں اس کی خواہش اور طلب نہیں، حالانکہ باطنی طور پر وہ دودھ پینا چاہتی تھیں۔ ان کا انکار سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَجْمَعْنَ جُوعًا وَكَذِبًا»

''تم جھوٹ اور بھوک کو جمع نہ کرو۔''[1]

یعنی تکلف نہ کرو بلکہ اپنی ضرورت کا خیال رکھو اور دودھ پی لو۔

میری بہن! جس امر کی نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں نصیحت کی ہے اسے قبول کر لے۔ تیری حیثیت کچھ ہو، چاہے تو میزبان ہو یا مہمان، تجھے اپنی زبان پر وہی بات لانی چاہیے جو تیرے دل میں ہو اور مبنی بر حقیقت ہو۔

اسی طرح ہمارے لین دین کے معاملات ہیں۔ ناپ تول میں گھریلو پیمانے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ان میں بسا اوقات کمی بیشی بھی ہوتی ہے۔ چونکہ اپنے برتن کے حساب کا صحیح علم اس برتن کی مالکن ہی کو ہوتا ہے، اس لیے اسے چاہیے کہ برتن کی جو کمی بیشی ہو وہ لین دین میں پوری طرح واضح کرے ورنہ اگر کوئی چیز کم پائی گئی تو وہ بھی دھوکا اور جھوٹ ہوگا، چاہے اپنی مطلوبہ جنس پانے والی خواتین اس چیز کو کامل اور پورا پورا ہی سمجھتی رہیں۔

ابومروان بزاز فرماتے ہیں کہ حضرت سالم رحمہ اللہ ہمارے پاس آئے۔ آپ نے سات گز کپڑا مانگا۔ میں نے انھیں سات گز کپڑا دے دیا۔ انھوں نے اس کی پیمائش کی تو وہ سات گز سے کم نکلا۔ انھوں نے فرمایا: تم تو کہتے تھے کہ یہ سات گز ہے؟ میں

1 مسند أحمد:438/6.

نے کہا: جی ہاں! ہم اسی کو سات گز کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جھوٹ ایسا ہی ہوتا ہے۔[1]

میری بہن! تیرے پاس جو پیمائش وغیرہ کا آلہ یا برتن ہے، اس کی اچھی طرح تصحیح کر لے، پھر اس کے ذریعے سے کوئی چیز ناپ تول کر آگے دیا کر۔

ہماری خواتین کے روزمرہ کے سچ نما جھوٹوں میں سے ایک جھوٹ عذر پیش کرنا بھی ہے۔ بسا اوقات کسی خاتون کو کوئی ایسی تکلیف یا مجبوری ہوتی ہے جو قابل عذر نہیں ہوتی لیکن وہ خاوند، یا سہیلی وغیرہ کو ٹالنے یا اپنی کسی کوتاہی کو چھپانے کے لیے اس چیز کو عذر بنا لیتی ہے اور معذرت کرنے لگتی ہے اور سمجھتی ہے کہ میں نے کون سا جھوٹ بولا ہے کیونکہ تکلیف یا مجبوری تو ہے چاہے وہ سنگین نہیں ہے۔

میری بہن! یہ بھی جھوٹ ہی کی ایک قسم ہے جس کے ذریعے تو دوسروں کو دھوکا دیتی ہے۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ ایک آدمی نے آپ سے کسی معاملے میں معذرت کی تو ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ہم نے تیری طرف سے معذرت کیے بغیر ہی تیرا عذر تسلیم کر لیا ہے کیونکہ معذرت کرنے میں عموماً جھوٹ شامل ہوتا ہے۔[2]

بعض خواتین کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنی سوکن کو جلانے کے لیے یا دوسری خواتین کو متاثر کرنے کے لیے اپنے خاوند کی اچھائیاں یا اس کے حسن سلوک اور الطاف و انعامات کے مبالغہ آمیز قصیدے پڑھتی ہیں اور انھیں معزز و محترم ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ تو یہ چیز بھی جھوٹ ہے بلکہ ایسا جھوٹ ہے جس سے

1 ذم الکذب: 208/5، رقم: 21. 2

دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: میری ایک سوکن ہے۔ کیا میں اس پر یہ ظاہر کر سکتی ہوں کہ مجھے خاوند نے فلاں فلاں تحفے دیے ہیں، حالانکہ وہ اُس نے نہیں دیے۔ کیا اِس قسم کی بات سے مجھے کوئی گناہ ہو گا؟ تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ یُعْطَ کَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ»

''جو شخص کسی ایسی چیز کا اظہار و اعلان کرے جو اسے نہیں دی گئی وہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے جھوٹ کے دو کپڑے پہن لیے۔''[1]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''دو کپڑے پہننے والے سے مراد وہ شخص ہے جو خلاف واقعہ تاثر دیتا ہے بایں طور کہ وہ زاہدوں والا یا اہل علم والا یا اہل ثروت والا لباس پہنتا ہے اور ان کی سی ہیئت بناتا ہے تاکہ لوگ اس کے فریب میں آسکیں، حالانکہ اس کے اندر وہ خوبی نہ ہو (جس کا وہ اظہار کر رہا ہے)۔''[2]

بعض خواتین کی یہ بھی عادت ہوتی ہے کہ جب وہ کسی خاتون کو اپنا خواب بیان کرتے دیکھتی ہیں تو وہ من گھڑت خوابوں کے قصے چھیڑ دیتی ہیں۔ یہ بھی جھوٹ ہی کی ایک قسم ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، النكاح، باب المتشبع بمالم ينل، حديث: 5219، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب النهي عن التزوير......، حديث: 2130. [2] رياض الصالحين مترجم: 423/2.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَفْرَى الْفِرٰى أَنْ يُّرِيَ عَيْنَهُ مَالَمْ تَرَ»

''سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنی آنکھوں کو وہ دکھائے جوانھوں نے نہیں دیکھا۔''[1]

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی کوئی ایسی چیز دیکھنے کا دعویٰ کرے جو اس نے نہیں دیکھی۔[2]

ایک دوسری حدیث میں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلُمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ أَنْ يَّعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَلَنْ يَّفْعَلَ»

''جو شخص ایسا خواب بیان کرے جو اس نے نہیں دیکھا تو اسے (روزِ قیامت) جو کے دو دانوں کے مابین گرہ لگانے پر مجبور کیا جائے گا اور وہ یہ کام ہرگز نہیں کر سکے گا۔''[3]

بعض خواتین کو شیخیاں بگھارنے، ڈینگیں مارنے اور اپنی ذات سے بڑے بڑے کارنامے وابستہ کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ اس طرح وہ معاشرے کی دیگر خواتین کے مابین اپنے لیے عزت و امتیاز کا مقام حاصل کرنا چاہتی ہیں، حالانکہ یہ بھی ایک بہت بڑا جھوٹ ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، التعبير، باب من كذب على حلمه، حديث:7043. [2] رياض الصالحين مترجم:2/413. [3] صحيح البخاري، التعبير، باب من كذب في حلمه، حديث:7042.

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ ﴾

"اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں، اللہ کے ہاں یہ بڑی ناراضی کی بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم نہیں کرتے۔"[1]

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَنْتَ الْفَتٰى كُلُّ الْفَتٰى
إِنْ كُنْتَ تَصْدُقُ مَا تَقُولُ
لَا خَيْرَ فِي كَذِبِ الْجَوَا
دِ وَ حَبَّذَا صِدْقُ الْبَخِيلِ

"اے نوجوان! اگر تو جو کچھ کہتا ہے سچ کہتا ہے تو یقیناً تُو ہی کامل جوان ہے، فیاض اور سخی آدمی کے جھوٹ میں کوئی بھلائی نہیں ہے (وہ خرچ تو کرتا نہیں لیکن خرچ کرنے کا عمل اپنی طرف منسوب کرتا ہے) اس کے مقابلے میں بخیل اور کنجوس کا تھوڑا خرچ کر کے سچ بولنا نہایت عمدہ بات ہے۔"[2]

میری بہن! آج ہی سے یہ چھوٹے چھوٹے جھوٹ بولنا بند کر دے۔ اگر تو نے انھیں ترک نہ کیا تو آہستہ آہستہ تو جھوٹ بولنے کی عادی ہو جائے گی۔ پھر تیرے لیے جھوٹ ترک کرنا مشکل ہو جائے گا۔ پھر تو بات بے بات بغیر کسی فائدے کے جھوٹ بولا کرے گی جیسا کہ حضرت لقمان علیہ السلام سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت

---

[1] الصف 61:2، 3۔ [2] ذم الکذب: 5/213، رقم: 47.

کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"بیٹے! جھوٹ سے بچ! کیونکہ جھوٹ چڑیا کے گوشت کی مانند نہایت مرغوب اور من پسند چیز ہے۔ چڑیا کا گوشت چاہے کتنا ہی تھوڑا ہو، آدمی اسے پکا لیتا ہے۔ (اسی طرح جھوٹ ہے، خواہ کتنی ہی فضول بات ہو، جھوٹا آدمی بلا وجہ جھوٹ بول دیتا ہے۔)" [1]

میری مسلمان بہن! مذاق اور سنجیدگی دونوں حالتوں میں جھوٹ کو ترک کر دے۔ اس خیال میں نہ رہ کہ میں تو محض ازراہِ مذاق جھوٹ بول رہی ہوں۔ مذاق میں جو جھوٹ ہوتا ہے وہ بھی اتنا ہی سنگین اور نتائج کے اعتبار سے اتنا ہی خطرناک ہے جس قدر سنجیدگی سے جھوٹ بولنا مہلک ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جھوٹ بولنا سنجیدگی میں صحیح ہے نہ مذاق میں۔" [2]

---

1 ذم الکذب: 218/5، رقم: 74. 2 صحیح الأدب المفرد: 140/1، رقم: 387.

جھوٹ سے نجات پانے کا طریقہ

میری مسلمان بہن! ہم اب تک اس بات سے بخوبی آگاہ ہو چکے ہیں کہ جھوٹ نہایت ضرر رساں اور ہلاکت خیز چیز ہے، لہٰذا کسی مسلمان خاتون کو زیب نہیں دیتا کہ وہ جھوٹ بولنے والی ہو، بلکہ اس کے شایانِ شان یہ ہے کہ وہ جھوٹ سے ہر حال میں دور بھاگے، غلط گوئی سے کسی کو جسمانی یا ذہنی اذیت نہ پہنچائے لیکن شیطانی وسوسے انسان کو بسا اوقات جھوٹ بولنے پر بہت مجبور کرتے ہیں۔ چنانچہ اب ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ایسے حالات میں وہ کون سا طریقہ ہے جسے بروئے کار لا کر مسلم خاتون اس شیطانی چنگل سے نکل سکتی ہے۔

جھوٹ بولنے کا بڑا سبب خواہش پرستی ہے۔ جھوٹ بولنے والی عورت کے دماغ میں یہ شیطانی سوچ کام کرتی ہے کہ تیرے جھوٹ کا پول نہیں کھلے گا۔

میری بہن! اللہ نہ کرے! تجھ پر یہ حالت طاری ہو۔ تو اِس کمزور لمحے میں اللہ سے ڈر اور اپنی سوچ پر قرآن کریم کا یہ حکم نافذ کر دے۔ اس طرح ان شاء اللہ تو جھوٹ نہیں بولے گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ○﴾

"انسان جو بات بھی منہ سے نکالتا ہے، اسے لکھنے کے لیے اس کے پاس ایک

نگران (فرشتہ) تیار ہوتا ہے۔"[1]

میری بہن! شاید آج تو لوگوں سے اپنا جھوٹ چھپا لے مگر کل تو اُس دانائے قلوب اللہ سے اپنے جھوٹ کیسے چھپائے گی جس کا فرمان ہے:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝ ﴾

"اور یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم اس کے دل میں ابھرنے والے وسوسوں کو بھی جانتے ہیں اور ہم (اِس کی) رگِ جاں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔"[2]

میری بہن! یاد رکھ! تیری اصلاح کا اصل میدان تیرا قلب ہے۔ تیرے قلب و ذہن میں یہ اَٹل حقیقت جس قدر پختہ اور راسخ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے اور کل روزِ قیامت تیرے جھوٹ کا سارا پول کھل جائے گا، اسی نسبت سے تو جھوٹ بولنے سے اپنی زبان کو روکنے میں کامیاب رہے گی۔ جونہی اس یقین کی گرفت ڈھیلی پڑے گی، اسی لمحے تو جھوٹ بولنے میں سبقت کرے گی۔ بس اپنے دل و دماغ میں یہ حقیقت اچھی طرح نقش کر لے کہ تیری زندگی کا ایک ایک لمحہ اور تیری زبان سے نکلا ہوا ایک ایک حرف اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرشتے ضبطِ تحریر میں لا رہے ہیں۔ تجھے اس حقیقت کا جس قدر استحضار رہے گا، اُسی نسبت سے تو جھوٹ بولنے کی نحوست سے محفوظ ہوتی چلی جائے گی، شیطان کے وسوسے سے محفوظ رہے گی اور جھوٹ بولنے سے بچ جائے گی۔

1۔ قٓ 18:50۔ 2۔ قٓ 16:50۔

میری بہن! اگر آج تو کسی سزا کے ڈر سے یا خودنمائی، شہرت پسندی اور مبالغہ آرائی کی غرض سے جھوٹ بولتی ہے تو تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا عذاب موجودہ دنیا کے عذاب سے کہیں زیادہ شدید اور الم ناک ہے اور آخرت کی عزت ووقار ہی حقیقی عزت ووقار ہے، لہٰذا دنیا کے وقار کی نسبت آخرت ہی کے وقار اور عزت کو ترجیح دینی چاہیے، ورنہ دنیا کی چند روزہ شہرت کے بدلے میں تجھے ہمیشہ کی ذلت ورسوائی جھیلنی پڑے گی۔

دروغ گو خاتون روزِ قیامت بے نصیب ہوگی۔ آج جس عزت کے حصول کے لیے جھوٹی عورت جھوٹ کو تھامے ہوئے ہے، سرِ محشر وہ خاک میں مل جائے گی اور اس کا چہرہ کالا کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْمُتَكَبِّرِينَ ۝﴾

''اور روزِ قیامت تم دیکھو گے کہ جن لوگوں نے اللہ کی نسبت جھوٹ باندھا ہو گا ان کے چہرے کالے ہوں گے۔ کیا (انھوں نے سمجھ رکھا تھا کہ) متکبروں کا ٹھکانہ جہنم میں نہ ہوگا۔''[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّهُ مَعَ الْبِرِّ وَهُمَا فِي الْجَنَّةِ، وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّهُ مَعَ الْفُجُورِ وَهُمَا فِي النَّارِ»

''سچائی کو تھامے رہو۔ کیونکہ سچ نیکی کا ساتھی ہوتا ہے اور یہ دونوں جنت میں

[1] الزمر 60:39.

ہوں گے۔ جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ اور گناہ کا باہم ساتھ ہے اور یہ دونوں دوزخ میں ہوں گے۔"[1]

میری بہن! جھوٹ بولنے سے پہلے اگر تو اپنے ذہن میں اس حدیث کو تازہ کر لے تو ان شاء اللہ! تو کبھی جھوٹ نہیں بولے گی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يَكُونَ صِدِّيقًا، وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَاللّٰهِ كَذَّابًا»

"سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ اور آدمی ہمیشہ سچ کہتا ہے اور سچائی کی جستجو میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس کا نام سچے لوگوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جھوٹ گناہ ہے اور گناہ دوزخ کی راہ بتاتا ہے۔ اور آدمی مسلسل جھوٹ بولتا رہتا ہے اور اس کی جستجو میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔"[2]

میری بہن! اللہ کے عذاب سے ڈر جا اور اللہ سے اس بات کی توفیق طلب کر کہ وہ تجھے اس گناہ سے محفوظ رکھے ورنہ انجام اتنا ہولناک ہوگا کہ شاید کبھی تیرے گمان

---

[1] صحيح ابن حبان: 43/13، و صحيح الترغيب والترهيب، حديث: 2933. [2] صحيح البخاري، الأدب، باب قول الله تعالى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱتَّقُوا ٱللَّهَ ....﴾، حديث: 6094.

میں بھی نہ آیا ہو۔

میری بہن! اگر تو دنیاوی جاہ و حشمت اور شہرت کے لیے جھوٹ بولتی ہے اور دوسری خواتین کے مقابلے میں اپنے آپ کو فائق اور برتر ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے تو تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ جھوٹ بولنے سے انسان کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہتی۔ عورت کی قدر و قیمت اگر ہے تو وہ سچ بولنے ہی میں ہے اور بہترین مسلمان خواتین وہی ہیں جو سچ بولتی ہیں۔

دانشمندوں کا قول ہے:

جو شخص لوگوں کے ساتھ تین قسم کا سلوک کرے تو لوگوں پر اس کے تین حق واجب ہو جاتے ہیں، وہ تین قسم کے سلوک یہ ہیں: ① وہ شخص لوگوں سے بات چیت میں سچ بولے۔ ②جب وہ اسے کسی چیز کا امین بنائیں تو وہ ان سے خیانت نہ کرے۔ ③اور جب ان سے وعدہ کرے تو اسے پورا کرے۔ اس طرح لوگوں پر اس کے تین حق لازم ہوجاتے ہیں،یعنی: ①لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت کا جذبہ پھوٹ پڑتا ہے۔ ②ان کی زبانیں اس کی تعریف وتوصیف کرتی ہیں۔ ③اور وہ اس کی مدد کرتے ہیں۔

میری بہن! اگر تو جھوٹ بولے گی تو لوگوں کے نزدیک تیری قیمت ایک کوڑی کے برابر بھی نہ ہوگی۔

محمد بن عبداللہ بغدادی فرماتے ہیں:

جب کسی غلام میں یہ تین چیزیں معدوم ہوں تو اسے بیچ ڈالو چاہے مٹھی بھر راکھ کے عوض ہی بیچنا پڑے۔ وہ تین چیزیں سینے کی صفائی، سچ بولنااور دل میں راز

چھپانا ہے۔[1]

میری بہن! کیا تو چاہتی ہے کہ لوگ تجھے حقارت سے دھتکار دیں اور تو جو بات کرے، وہ اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیں۔ اگر کسی موقع پر تیری اور کسی گنوار اور حقیر ذات کی سچی عورت کی شہادت کا معاملہ درپیش ہو تو اس کی گواہی تسلیم کر لی جائے اور تجھ جیسی بزعم خود معزز خاتون کی گواہی مسترد کر دی جائے۔

اگر تو ایسا نہیں چاہتی تو آج ہی سے یہ پختہ عہد کر لے کہ تو کبھی جھوٹ نہیں بولے گی ورنہ لوگ تیری سچی بات بھی نہیں مانیں گے کیونکہ لوگوں کا طرزِ عمل یہی ہے کہ جب کسی کا ایک جھوٹ ثابت ہو جائے تو وہ ان کی نظروں سے گر جاتا ہے اور وہ اسے جھوٹا شمار کرنے لگتے ہیں۔ اگر کبھی وہ سچ بھی بول دے تب بھی اس کی بات نہیں مانتے۔

حضرت ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی مجھ سے ایک دفعہ جھوٹ بولتا ہے تو میں اس کے بعد اس کی کوئی بات تسلیم نہیں کرتا۔[2]

رافع بن اشرس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کے ہاں یہ بات مشہور ہے کہ کذاب آدمی کی سزا یہ ہے کہ اس کی سچی بات بھی نہ مانی جائے۔[3]

جھوٹ کی ایک نحوست یہ ہے کہ لوگ جھوٹے کا اعتبار نہیں کرتے، چاہے وہ اپنی بات میں سچا ہو۔ جناب منصور بن محمد کریزی فرماتے ہیں:

تم نے جھوٹ بولا، اور جو شخص جھوٹ بولے، اس کی سزا یہ ہے کہ جب وہ سچی بات بھی کرتا ہے تو اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ جب جھوٹا اپنی کذب بیانی

1 روضة العقلاء، ص:53. 2 ذم الكذب:220/5، رقم:83. 3 ذم الكذب، رقم:86.

کی وجہ سے معروف ہو جائے تو پھر وہ لوگوں کے نزدیک ہمیشہ دروغ گو ہی رہتا ہے، چاہے وہ سچ ہی بولے۔ جھوٹے کی مصیبت یہ ہے کہ وہ اپنے جھوٹ بھول جاتا ہے جبکہ ذہین ودانا آدمی اپنی حذاقت اور مہارت کی بنا پر اسے بھانپ لیتا ہے۔

میری مسلمان بہن! یہ کتنی بڑی سعادت اور خوش نصیبی کی بات ہوگی کہ جنت کے اعلیٰ محلات میں تجھے سلف صالحین کی معیت نصیب ہو۔ یہ خوش بختی صرف اسی شرط پر میسر آسکتی ہے کہ تو سچائی کو اپنا شعار بنائے۔ بلاشبہ ہمارے سلف اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند مقامات پر فائز ہیں اور دنیا کی ہر عورت اللہ کی خوشنودی حاصل کر کے قربِ الٰہی میں ان کے برابر نہیں تو کم از کم ان کے قریب ضرور پہنچ سکتی ہے۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ تو پوری طرح خلوص کے ساتھ ان سلف صالحین کے نقش قدم پر چل اور جھوٹ کو فوری طور پر ہمیشہ کے لیے ترک کر دے۔

میری بہن! صداقت شعاری کے بارے میں سلف صالحین کے طرز عمل کا مطالعہ کر اور ان کے مطابق سچائی کی زندگی بسر کرنے کی کوشش کر۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جب سے میں نے تہبند باندھنا شروع کیا ہے (سن شعور کو پہنچا ہوں) میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔[1]

لیث بن سعد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کی آنکھوں سے آشوب چشم کی بنا پر سفید میل نکلا اور بہہ کر آنکھوں کے گوشوں تک

1 ذم الکذب: 208/5، رقم: 18.

پہنچ گیا۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ میل صاف کر لیجیے۔ انھوں جواباً فرمایا:

میں نے طبیب سے جو بات کی ہے اس کا کیا بنے گا؟ طبیب نے کہا تھا کہ اپنی آنکھ کو مت چھونا۔ میں نے اسی وقت کہا تھا کہ میں آنکھ کو چھونے سے پرہیز کروں گا۔[1]

ربیع بن خثیم رحمہ اللہ کی ہمشیرہ ایک مرتبہ ربیع رحمہ اللہ کے بیٹے سے ملنے گئیں۔ انھوں نے پوچھا: بیٹے! تمھارا کیا حال ہے؟ ربیع رحمہ اللہ نے یہ سنا تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے: کیا تم نے اسے دودھ پلایا ہے؟ اس نے جواب دیا: نہیں! تو ربیع رحمہ اللہ نے کہا: پھر تمھیں بھتیجا کہہ کر پکارنے میں کونسی چیز مانع تھی؟ اگر تم ایسا کرتیں تو یقیناً سچ بولتیں![2]

میری مسلمان بہن! ذرا سلف صالحین کے کردار پر غور کر۔ وہ کتنی ننھی ننھی اور کیسی کیسی سادہ باتوں میں بھی سچائی کا دامن مضبوطی سے تھام رکھتے تھے۔ حقیقت میں یہ ان امور میں ان کی احتیاط کی مثالیں ہیں جنھیں آج کوئی اہمیت ہی نہیں دی جاتی بلکہ آج کل تو بڑے بڑے جھوٹ بے تکلف بول دیے جاتے ہیں اور یہ احساس ہی نہیں کیا جاتا کہ ہماری زبان سے کیسی کیسی مہلک باتیں پھسل رہی ہیں۔

میری بہن! سچائی کو حرزِ جان بنا لے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی کے لیے آ جا۔ ہمارے جیسی کمزور مخلوق کو یہی زیب دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے توبہ کرے۔ اپنی پشیمانی کا اظہار کرے۔ عاجزی اختیار کرے اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔

[1] ذم الکذب: 212/5، رقم: 42. [2] ذم الکذب: 217/5، رقم: 65.

میری بہن! ہلاکت سے نجات اور حقیقی کامیابی وہی ہے جو آخرت میں ملے گی۔ آج جھوٹ بول کر تو جس کامیابی اور نجات کی تلاش میں ہے اس میں تیرا خسارہ ہے۔ اس لیے سچی توبہ کر کے اللہ کے دربار میں آ جا اور اس کے لیے جلدی کر کیونکہ معلوم نہیں کب تیری زندگی کی مہلت ختم ہو جائے۔

حیلے بہانے اور مکر وفریب

اے میری مسلمان بہن!

مکر وفریب عورتوں کے ان عیبوں میں سے ہے جس کا اکثر خواتین مخفی اور علانیہ طور پر شب و روز ارتکاب کرتی رہتی ہیں۔ اگر چہ مکر وفریب مخالف جنس کے ساتھ بھی کیا جاتا ہے لیکن اپنی ہی جنس کے ساتھ دھوکا اور فریب کیا جائے تو یہ عیب زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔

عربی زبان میں اس کے لیے کید کا لفظ مستعمل ہے۔ اس کا مفہوم ''خفیہ طریقے سے ضرر پہنچانا اور دھوکا بازی'' ہے اور جب کہا جائے: اِمْرَأَۃٌ تَکِیدُ لِغَیْرِھَا تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ عورت حیلہ بازی یا مکر کر رہی ہے تاکہ وہ اپنے کسی کام یا ہدف کو پورا کر لے۔

عورتوں کی زندگی میں مکر وفریب ان امور میں سے ہے جو ایسی خاتون سے مخفی نہیں رہ سکتے جو عورتوں کے احوال کو انصاف کی نظر سے دیکھتی ہے۔

مکار عورت کبھی مومن نہیں ہوسکتی کیونکہ جب وہ مکر کرے گی تو عہد شکنی کرے گی اور جب عہد شکنی کرے گی تو دھوکا دے گی اور دھوکا دینا ہرگز کسی مومن عورت کا شعار نہیں ہوسکتا۔

عورت کا مکر اس وقت سب سے زیادہ واضح ہوتا ہے جب وہ کسی ایسے معاملے تک پہنچنا چاہتی ہو جس کے بارے میں وہ اپنے دل کی گہرائی سے جانتی ہو کہ وہ اس معاملے تک جائز طریقوں سے نہیں پہنچ سکتی۔ چنانچہ وہ اپنے نفس کے لیے مکر کے ذریعے سے اس معاملے تک پہنچنے کی غرض سے یہ جواز پیدا کرتی ہے کہ اس کی غرض و غایت تو نیک کام تک پہنچنا ہے، حالانکہ اسلام میں [اَلْغَایَةُ تُبَرِّرُ الْوَسِیلَةَ] ''یعنی جائز اور اچھا مقصد اپنے تک پہنچانے والے وسیلے کو جائز بنا دیتا ہے۔'' جیسا کوئی اصول نہیں ہے۔ یہ اہلِ کفر، جھوٹ بولنے اور بہتان طرازی کرنے والے طبقوں کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے۔ یہ لوگ اپنی مرضی سے جو چاہتے ہیں، کر گزرتے ہیں، پھر اس کے بعد اپنے اعمال کو جائز ٹھہرانے کے اسباب وعوامل تلاش کرتے ہیں۔

اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ وسائل کا حکم بھی مقاصد والا ہی ہوتا ہے، لہٰذا ہر عمل کی قبولیت کے لیے دو شرطوں کا ہونا ضروری ہے:

- صحیح ہونا۔
- خالص ہونا۔

صحیح ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ کام اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق ہو اور خالص ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کام سے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مطلوب ہو اور وہ ریاکاری سے خالی ہو۔

عورت کا مکر اس وقت عروج پر پہنچ جاتا ہے جب وہ کسی معاملے سے دہشت زدہ ہو جائے ۔ ایسی حالت میں وہ بہت آہ و زاری کرتی ہے۔ روتی پیٹتی ہے حتیٰ کہ بعض اوقات اس کا مکر اسے چیخنے چلانے اور واویلا کرنے کی حد تک پہنچا دیتا ہے اور

اس ساری کدوکاوش کی غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے ہدف تک پہنچ جائے اور اپنی مراد پالے۔

عورتوں کے مکر کی شدت کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ ۝ ﴾

"بے شک تمھارا (عورتوں کا) مکر بہت بڑا ہے۔"[1]

عورتیں کسی کٹھن معاملے سے گلوخلاصی کے لیے جو حیلے اور ہیرا پھیریاں کرتی ہیں ان کی وضاحت کے لیے اللہ تعالیٰ نے "عظیم" کا لفظ استعمال کیا ہے، اسی لیے بعض اہل نظر میں سے کسی نے کہا ہے: جس قدر میں عورتوں سے ڈرتا ہوں اتنا شیطان سے نہیں ڈرتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے مکر کے بارے میں یہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَٰنِ كَانَ ضَعِيفًا ۝ ﴾

"بے شک شیطان کا مکر کمزور ہے۔"[2]

لیکن عورتوں کے مکر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے:

﴿ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ ۝ ﴾

"بے شک تمھارا مکر بہت بڑا ہے۔"[3]

عورتوں کے مکروفریب کی نمایاں مثالوں میں سے ایک مشہور مثال وہ ہے جو قرآن کریم میں عزیز مصر کی بیوی زلیخا کے بارے میں بیان کی گئی ہے۔ اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ اُس کے سلوک کے مختلف پہلو صراحت سے بتائے گئے

[1] یوسف 28:12. [2] النسآء 76:4. [3] یوسف 28:12.

ہیں۔ اس قرآنی قصے میں ہر عورت اور مرد کے لیے نہایت قیمتی نصیحتیں موجود ہیں۔

ذرا مندرجہ ذیل کردار پر غور کیجیے:

عزیز مصر کی بیوی نے اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کا خوف نکال دیا۔ وہ بدکاری پر تل گئی۔ اس نے اپنے مذموم ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے منصوبہ بنا لیا۔ اس نے اپنے عشرت کدے کا جائزہ لیا۔ تمام دروازے بند کر دیے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنے کے تمام اسباب تیار کر لیے لیکن اس کی یہ کوشش بُری طرح ناکام ہوئی۔ یوسف علیہ السلام نے اسے سرزنش کی۔ اسے اللہ سے ڈرایا اور فرمایا:

﴿ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ﴾

"اللہ کی پناہ! بے شک وہ (عزیز مصر) میرا آقا ہے۔ اس نے مجھے بہت اچھا ٹھکانا دیا ہے، بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے۔"[1]

اس کے باوجود عزیزِ مصر کی بیوی پشیمان نہیں ہوئی۔ یوسف علیہ السلام بھاگنے لگے۔ اس نے یوسف علیہ السلام کو پیچھے سے پکڑنا چاہا اور اس کوشش میں ان کی قمیص پھاڑ دی۔ وہ موقع واردات پر پکڑی گئی تو الٹا یوسف علیہ السلام پر الزام دھرنے لگی۔ وہ انھیں ذلت میں مبتلا کرنا چاہتی تھی لیکن حق روشن ہو کر سامنے آ گیا۔ باطل مٹ گیا۔ بات پوری واضح ہو گئی کہ قصور وار زلیخا ہے۔ اس کے خاوند نے کہا:

﴿ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۝ ﴾

"بے شک یہ تم عورتوں کے مکر و فریب میں سے ہے، بے شک تمھارا مکر بہت

1 یوسف 12:23۔

بڑا (خطرناک) ہے۔"[1]

لیکن وہ عورت شرمسار نہیں ہوئی۔ بدستور اپنی گمراہی پہ ڈٹی رہی۔ اس کا مکر و فریب بھی ختم نہ ہوا۔ اس کے مکر نے اب دوسرا طریقہ اختیار کیا۔ اس نے یوسف علیہ السلام کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں اور خواتینِ مصر کے سامنے اعلانیہ طور پر کہا:

﴿وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝﴾

"اگر اس نے وہ نہ کیا جو میں حکم دیتی ہوں تو اسے ضرور قید کیا جائے گا اور یقیناً وہ بے عزت ہوگا۔"[2]

مزید برآں اس سلسلے میں دیگر خواتینِ مصر کا فریب بھی کچھ کم نہ تھا۔

ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۭ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾

"اور شہر کی عورتیں آپس میں کہنے لگیں کہ عزیز مصر کی بیوی اپنے غلام کو بہلا پھسلا رہی ہے، بلاشبہ اس (یوسف) کی محبت اس (عزیز مصر کی بیوی) کے دل میں گھر کر گئی ہے۔ بے شک ہم اُسے واضح گمراہی میں مبتلا خیال کرتی ہیں۔"[3]

خواتینِ مصر نے یہ بات عزیزِ مصر کی بیوی کا حزن و ملال دور کرنے کے لیے نہیں کہی تھی، نہ انھیں حضرت یوسف علیہ السلام سے کوئی ہمدردی تھی۔ درحقیقت یہ ان کا مکروفریب تھا، ان کا مقصد یہ تھا کہ عزیزِ مصر کی بیوی یہ بات سن کر انھیں بلائے تاکہ

[1] یوسف 28:12. [2] یوسف 32:12. [3] یوسف 30:12.

وہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ سکیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان تک حضرت یوسف علیہ السلام کے ہوشربا حسن و جمال کے ایسے تذکرے پہنچے تھے جنھوں نے ان کے دلوں میں آپ کو دیکھنے کی شدید تڑپ اور طلب پیدا کر دی تھی۔ یہی بات قرآن مجید میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

﴿فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ﴾

''جب اس (عزیز مصر کی بیوی) نے ان کی پر مکر باتیں سنیں۔''[1]

اس فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ جب عزیزِ مصر کی بیوی نے اپنے متعلق ان کی غیبت اور اپنی مذمت کی حیلہ ساز باتیں سنیں تو اس نے انھیں دعوت دی۔[2]

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عزیزِ مصر کی بیوی نے ان عورتوں کو بذاتِ خود اپنے اس راز سے مطلع کر دیا تھا اور انھیں راز دار بنا لیا تھا لیکن انھوں نے اس کا راز فاش کر دیا۔ چنانچہ ان کی راز افشانی کو مکر کا نام دیا گیا۔

دیکھیے! یہ مکار خاتون اپنی گمراہی کے حصول کے لیے کیا کچھ کرتی ہے۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان خواتین میں سے ہر عورت نے عزیز مصر کی بیوی سے مطالبہ کیا تھا کہ انھیں حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ خلوت کی فضا فراہم کی جائے تاکہ وہ اسے سمجھا سکیں، چنانچہ عزیزِ مصر کی بیوی زلیخا نے ان کی یہ خواہش پوری کر دی۔ پھر جو عورت بھی خلوت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئی، اس نے انھیں خود اپنے ہی ساتھ بدکاری کی دعوت دی۔ فسبحان ربي العظيم.

خواتینِ مصر، عزیزِ مصر کی بیوی پر عیب لگاتی ہیں کہ وہ واضح گمراہی میں مبتلا ہے،

1 یوسف 31:12۔ 2 تفسیر القرطبي: 117/9.

لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کو ترغیب دیتی ہیں کہ وہ عزیزِ مصر کی بیوی کے حکم کو تسلیم کر لے اور اس کی خواہش پر لبیک کہہ دے۔ اس کے بعد وہ اسے مزید سمجھانے کے لیے خلوت کا مطالبہ کرتی ہیں اور جب انھیں یکے بعد دیگرے یوسف علیہ السلام سے گفتگو کے لیے خلوت میسر آ جاتی ہے تو وہ انھیں اپنے ساتھ بدکاری کی دعوت دیتی ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی مکر وفریب ہو سکتا ہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''عزیزِ مصر کی بیوی نے اپنے خاوند سے کہا کہ میں ان خواتین کی ضیافت کرنا چاہتی ہوں۔ تو عزیزِ مصر نے کہا: تو جو چاہتی ہے کر لے۔ چنانچہ اس نے کھانا تیار کیا۔ گھر کو سجایا اور انھیں پیغام بھیجا کہ وہ سب کھانے کے لیے حاضر ہو جائیں۔ کوئی خاتون غیر حاضر نہ رہے۔ پھر اس نے ان خواتین کے لیے مسندیں تیار کیں۔ وہ آ گئیں تو ہر ایک خاتون کو چھری دی گئی۔ پھر اس نے انھیں اُترجہ (مالٹے) دیے جو ایک خوش رنگ خوشبو والا پھل ہے۔ جب انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو ان پر جمالِ یوسفی کی حیرت ومحویت طاری ہو گئی (اور وہ اس قدر غافل ہوئیں کہ) انھوں نے اپنے ہی ہاتھ کاٹنے شروع کر دیے جبکہ وہ اپنے زعم میں مالٹے کاٹ رہی تھیں۔[1]

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں ان کے مکر کی سزا تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ خیانت کرنے والی مکار عورتوں کے دھوکے کو کامیابی کی راہ نہیں دکھاتا۔

نسوانی مکر وفریب میں سے ایک فریب یہ ہے کہ خواتین حیلے بازی اور شیطنت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی ہمسائی خاتون کو اس کے خاوند کے خلاف یا اس کی سوکن کے

[1] تفسير الطبري: 12/122.

خلاف ورغلا دیتی ہیں۔وہ اس کے خاوند یا سوکن کی غیبت کرتی ہے۔ ان پر طرح طرح کے الزامات لگاتی ہے اور دوسرے کسی مرد کو اس کے سامنے آراستہ کر کے پیش کرتی ہے یا اس کی خوبیاں بیان کرتی ہے۔یوں اسے نافرمانی پر ابھارتی ہے۔ بسااوقات وہ اپنے قبیح اعمال کی مثالیں سناسنا کر اسے فاسد اخلاق کی طرف راغب کرتی ہے۔ وہ اپنے خاوند کے ساتھ اپنے روا رکھے ہوئے منفی طرز عمل کے حوالے دے کر دوسری عورت سے کہتی ہے کہ تو بھی میرے جیسے حربے اپنا لے۔ وہ اسے اپنے خاوند سے طلاق لینے اور علیحدگی اختیار کرنے پر اُکساتی ہے حتی کہ وہ عورت اس سے متاثر ہوکر اپنے خاوند کی ناشکری اور نافرمانی کرتی ہے یا اس سے طلاق کا مطالبہ کر دیتی ہے۔ یوں اس کا خاوند بھی مجبور ہوکر اس سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہے اور خاندانی نظام درہم برہم ہوکر رہ جاتا ہے۔

فتنوں کے موجودہ دور میں عام طور پر خواتین کا رویہ یہ ہے کہ جب وہ مل بیٹھتی ہیں تو آپس میں ایک دوسری کے خاوندوں کے متعلق باتیں شروع کر دیتی ہیں ۔ وہ بتاتی ہیں کہ فلاں کا خاوند یا میرا خاوند میرا اس قدر خیال رکھتا ہے یا مجھے اس قدر خرچ دیتا ہے ۔ پھر ایک عورت دوسری عورت کو ورغلانے لگتی ہے کہ تیرا خاوند اتنی کمائی کے باوجود تیرا خیال نہیں رکھتا۔ اگر تیری جگہ میں ہوتی تو میں اسے سیدھا کر دیتی۔ اس طرح عورت کو اس کے خاوند کے خلاف بھڑکایا جاتا ہے۔اسے طعنے دیے جاتے ہیں کہ تو پگلی ہے، کسی قابل نہیں، سیدھی سادھی ہے ،اسی لیے تیرا خاوند اپنی ماں کی طرف زیادہ مائل ہے۔ پھر اسے خاوند کو ورغلانے کے طریقے سکھلائے جاتے ہیں اور اسے نازنخروں کے اظہار کے نت نئے کرتبوں کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔اسے بتایا جاتا ہے

کہ خاوند کو اپنی طرف راغب کرنے کے فلاں فلاں طریقے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ نسوانی مکر ایک ناقص عنصر سے پیدا ہوتا ہے جو ایسی خواتین کے دل میں چھپا ہوتا ہے جو دیگر خواتین کو ہلاکت میں پڑتے دیکھ کر بہت خوش ہوتی ہیں۔

اس گناہ کو حقیر سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ بلا شبہ بیوی کو میاں کے خلاف ورغلانا کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے کیونکہ اس سے اس عورت کے خاوند اور دیگر متعلقہ افراد، مثلاً: خاوند کے والدین، اپنے والدین اور اولاد وغیرہ کو شدید تکلیف پہنچتی ہے اور مسلمان کو تکلیف پہنچانا حرام ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ ﴾

”اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ناکردہ گناہ پر تکلیف پہنچاتے ہیں، یقیناً ان لوگوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے۔“[1]

رسول اللہ ﷺ نے خاوند کے خلاف بیوی کو بھڑکانے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَأَةً عَلٰى زَوْجِهَا أَوْعَبْدًا عَلٰى سَيِّدِهٖ»

”وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے کسی عورت کو اس کے خاوند کے خلاف یا کسی غلام کو اس کے آقا کے خلاف بھڑکایا۔“[2]

شمس الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی عورت کے رُوبرُو اس کے خاوند کی برائیاں بیان کرے یا کسی دوسرے مرد کے

1 الأحزاب 58:33. 2 سنن أبي داود، الطلاق، باب فيمن خبب......، حديث: 2175.

محاسن کسی غیر عورت کو سنائے۔ (تاکہ اس طریقے سے اسے اس کے خاوند کے خلاف بھڑکایا جاسکے۔)[1]

اس مکر کے متعلق اتنی سخت وعید اس بنا پر ہے کہ اس مکر کے نتائج بہت بھیانک اور دیرپا ہوتے ہیں اور بہت سے افراد کو متاثر کرتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ایک گھر میں ناچاقی پیدا ہوتی ہے۔ اس وجہ سے دونوں میاں بیوی معاشرے میں بدنام ہو جاتے ہیں اور ان کی اولاد ضائع اور برباد ہو جاتی ہے۔ میاں بیوی دونوں اولاد کو اپنے پاس رکھنے پر مُصر ہوتے ہیں جس سے ایک طرف تو دونوں خاندانوں میں دشمنی پیدا ہوتی ہے اور دوسری طرف بچے اس لڑائی کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ ان کی مناسب تربیت ہی نہیں ہونے پاتی۔ اگر دونوں میں سے کوئی ایک انھیں رکھ لے، تب بھی وہ بچے ماں باپ میں سے کسی ایک کی شفقت سے محروم رہ جاتے ہیں جس کا اثر تادیر قائم رہتا ہے۔

جو شخص بھی ان نتائج پر نظر ڈالے گا وہ یقیناً تسلیم کرے گا کہ واقعتاً یہ مکر اسی شدید ترین وعید کا مستحق ہے۔

جو عورت اس مکر کی مرتکب ہوتی ہے اسے سوچنا چاہیے کہ وہ کس قدر عظیم گناہ کا ارتکاب کر رہی ہے۔ اسلام ہمیشہ صلہ رحمی، محبت اور مسلمانوں کے مابین ربط و تعلق کا درس دیتا ہے اور قطع تعلقی، دشمنی اور جھگڑے سے ہمیشہ منع کرتا ہے لیکن یہ عورت اپنے اس عملِ شنیع کی بنا پر دو خاندانوں کے درمیان ایک نہ ختم ہونے والی عداوت اور نفرت پیدا کر دیتی ہے۔ چونکہ اس مکر و فریب اور دھوکے کے اثرات بہت دیرپا اور مفاسد

[1] عون المعبود: 60/5.

نہایت مہلک ہیں، اسی لیے ہمارا حقیقی دشمن شیطان لعین اپنے اس کارندے کو بہت پسند کرتا ہے جو دو تعلق داروں کے تعلق کو ختم اور میاں بیوی میں تفریق پیدا کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ إِبْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ فَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً، يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ: فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا، فَيَقُولُ مَا صَنَعْتَ شَيْئًا» قَالَ: «ثُمَّ يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ مَا تَرَكْتُهُ حَتّٰى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ، قَالَ: فَيُدْنِيهِ مِنْهُ وَيَقُولُ: نِعْمَ أَنْتَ، قَالَ الْأَعْمَشُ: أُرَاهُ قَالَ: فَيَلْتَزِمُهُ»

''ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے، پھر اپنے لشکروں کو (فتنے بپا کرنے کے لیے ادھر ادھر) بھیجتا ہے۔اس کے ہاں سب سے مقرب کارندہ وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ انگیز ہو۔ ان میں سے کوئی آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں (تخریبی) کام کیا ہے، تو وہ کہتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں کیا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: '' پھر ان میں سے کوئی ایک آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اس (آدمی) کو نہیں چھوڑا حتی کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان علیحدگی کرادی۔ تو (یہ سن کر) ابلیس اسے اپنے قریب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو ہی (صحیح کام کا آدمی) ہے۔ اعمش (راویٔ حدیث) بیان کرتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ انھوں نے یہ بھی فرمایا تھا: اور پھر وہ اسے گلے لگا لیتا ہے)۔''[1]

اے میری وہ مسلمان بہن جو کسی بھی عورت کی باتوں میں آکر اپنا گھر برباد کرنے

[1] صحيح مسلم، صفة القيامة، باب تحريش الشيطان..... ، حديث: 2813.

پر تلی بیٹھی ہے اور اپنے خاوند کی نافرمانی و ناشکری سے باز نہیں آتی! تجھے ناچاقی کے مندرجہ بالا نتائج وعواقب پر نظر رکھنی چاہیے۔ اپنی اولاد کا مستقبل اور اپنے خاندان کی عزت وشرافت تیرے ہاتھ میں ہے۔ تجھے کسی کے ورغلانے پر اپنا ہنستا گھر برباد نہیں کرنا چاہیے۔ مجھے امید واثق ہے کہ اگر تو مندرجہ بالا نتائج کو مدنظر رکھے گی تو کبھی کسی فریبی عورت کے دھوکے میں نہیں آئے گی۔

مکر وفریب کا علاج

مکروفریب کا علاج یہ ہے کہ ہر مسلمان خاتون اس بات کا اچھی طرح ادراک و احساس کر لے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے زمین میں دھنسا دینے اور اس کے اس برے فعل کے سبب اس سے انتقام لینے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ جس قدر مسلمان عورت کا دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے بھرا ہوگا اسی قدر وہ مکروفریب میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہے گی۔

اسی لیے ہم ماضی وحال کی متقی، عبادت گزار اور مومن خواتین کو دیکھتے ہیں کہ ان کا ایمان بہت مضبوط ہے۔ کوئی مکر وفریب ان کے دل میں راستہ نہیں پاتا بلکہ ان کے دل ایک مضبوط قلعے میں محصور ہو کر اس گھناؤنی خصلت سے محفوظ ہیں۔ اے میری مسلمان بہن! حقیقی مسلمان خاتون وہی ہے جو کبھی کسی کے ساتھ دھوکا، فریب، مکر اور فراڈ نہیں کرتی بلکہ وہ ہمیشہ دوسروں کے لیے بھلائی، خیر خواہی، تعمیری سوچ اور اچھے جذبات کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ وہ کسی کو بُرائی اور نقصان کی ترغیب نہیں دیتی بلکہ نیکی اور نفع بخش باتوں کی دعوت دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ

وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝﴾

"مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ وہ نیکی کا حکم دیتے، برائی سے روکتے، نماز قائم کرتے اور زکاۃ دیتے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم فرمائے گا، یقیناً اللہ غالب، حکمت والا ہے۔"[1]

میری مسلمان بہن! تجھے یہ حقیقت اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ دین اسلام دوسروں کے ساتھ خیر خواہی، نیکی اور بھلائی کا نام ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ» قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: «لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ»

"دین خیر خواہی کا نام ہے۔" ہم (صحابۂ کرام) نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: کس کی خیر خواہی؟ آپ نے فرمایا: "اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول ﷺ کی، مسلمانوں کے ائمہ (حکمرانوں) کی اور عام لوگوں کی۔"[2]

نبیٔ اکرم ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے سب مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا برتاؤ کرنے کی بیعت بھی لیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی سے آپ ﷺ نے اس بات کی بیعت لی تھی۔[3]

---

1 التوبة 9: 70. 2 صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان أن الدين النصيحة، حديث: 55.
3 صحيح البخاري، الإيمان، باب قول النبي ﷺ الدين النصيحة، حديث: 57، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان أن الدين..... ، حديث: 56.

میری بہن! جو عورت کسی دوسری خاتون کے خلاف مکر کرنے کی آزمائش میں گرفتار ہو جائے تو اس کا علاج یہ ہے کہ وہ اس بات کو یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے خلاف تدبیر کرنے کے معاملے میں اس کی نسبت بہت زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ یہ بھی ممکن ہے کہ جس مصیبت، تکلیف، آزمائش، خانگی ناچاقی اور خاندانوں کی بربادی میں وہ دوسری خاتون کو مبتلا کرنا چاہتی وہ بذاتِ خود اسی کا شکار ہو جائے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ ﴾

''اور انھوں نے تدبیر کی اور اللہ نے بھی تدبیر کی اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔''[1]

میری مسلمان بہن! تجھے اس اٹل حقیقت کا کامل یقین ہونا چاہیے کہ جو خاتون اپنی بہن کے لیے کوئی گڑھا کھودتی ہے تو وہ بذاتِ خود اس میں گر جاتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ﴾

''اور بری چال صرف چال چلنے والوں ہی کو گھیرتی ہے۔''[2]

میری بہن! میں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کے ذریعے سے اپنے دل کا علاج کر۔ اللہ تعالیٰ سے التجا کر کہ وہ تیرا سینہ کھول دے اور تجھے مکر وفریب اور دھوکے کی راہ سے دور کر دے۔

---

1 آل عمران 3:54۔ 2 فاطر 35:43۔

مزید برآں اپنے نفس کو یہ نصیحت کر کہ بلاشبہ کوئی مومن خاتون اس وقت تک کامل ایمان والی نہیں ہوسکتی جب تک وہ اپنی مسلمان بہن کے لیے بھی وہی چیز پسند نہ کرنے لگے جسے وہ اپنے لیے پسند کرتی ہے اور اس کے لیے اس چیز کو ناپسند کرے جسے وہ اپنی ذات کے لیے ناپسند کرتی ہے۔

جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُم حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ»

''تمھارا کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''[1]

میری بہن! کیا تو پسند کرتی ہے کہ تیرا گھر برباد ہو جائے، تیری اولاد دربدر ٹھوکریں کھاتی پھرے اور تیرے خاندان میں تیری رسوائی ہو؟

ان سوالات کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ پھر تو ان امور کو اپنی کسی بہن کے لیے کیوں پسند کرتی ہے جبکہ خود تیرے نزدیک تیرے لیے یہ تمام اُمور نہایت ناپسندیدہ ہیں؟

1 صحیح البخاري، الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه......، حدیث:13، وصحیح مسلم، الإیمان، باب الدلیل علی أن من خصال......، حدیث:45.

بے پردگی

میری مسلمان بہن! جلیل القدر صحابی حضرت ابو اذینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«خَيْرُ نِسَاءِكُمُ الْوَدُودُ الْوَلُودُ، الْمُوَاتِيَةُ الْمُوَاسِيَةُ، إِذَا اتَّقَيْنَ اللّٰهَ، وَشَرُّ نِسَاءِ كُمُ الْمُتَبَرِّجَاتُ، الْمُتَخَيِّلَاتُ، وَهُنَّ الْمُنَافِقَاتُ»

''تمھاری بہترین خواتین وہ ہیں جو زیادہ محبت کرنے والی، زیادہ بچے دینے والی، خاوند کی موافقت کرنے والی اور ہمدرد، غمگسار ہیں جبکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی بھی ہوں۔ اور تمھاری بدترین خواتین وہ ہیں جو بے پردگی اختیار کرتی ہیں اور متکبر ہیں۔ اور یہی عورتیں منافق ہیں۔''[1]

یہ حدیثِ نبوی ان عیوب کی سنگینی کو اُجاگر کرتی ہے جن میں عام خواتین مبتلا ہیں اور انھیں ان مہلک عیوب سے ڈراتی ہے۔

[المتبرجات] سے مراد وہ خواتین ہیں جو اجنبی اور غیر محرم مردوں کے سامنے اپنی زینت ظاہر کرتی ہیں۔

[المتخیلات] سے مراد خود پسند اور متکبر خواتین ہیں۔

[1] السنن الکبریٰ للبیهقي: 82/7.

[وھن المنافقات] سے مراد وہ خواتین ہیں جو اپنے دلوں میں چھپی ہوئی باتوں کے برعکس باتیں ظاہر کرتی ہیں۔ یہ نفاق کی علامت ہے۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْهُنَّ إِلَّا مِثْلُ الْغُرَابِ الْأَعْصَمِ»

''جنت میں بہت ہی کم خواتین داخل ہوسکیں گی۔ جس طرح کووں میں سرخ چونچ اور سرخ پاؤں والے کوے بہت ہی کم ہوتے ہیں۔''[1]

اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں بہت کم خواتین داخل ہوسکیں گی۔ سرخ پاؤں والے کوے نہایت قلیل اور نادر ہیں۔ اکثر کوے سیاہ یا چتکبرے ہوتے ہیں۔

اس حدیث کی وضاحت ایک دوسری حدیث میں بیان ہوئی ہے۔

حضرت عمارہ بن خزیمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم کسی حج یا عمرے کے موقع پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ اسی دوران میں وہ فرمانے لگے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک گھاٹی میں تھے تو آپ ﷺ نے اچانک فرمایا:

«اُنْظُرُوا، هَلْ تَرَوْنَ شَيْئًا؟»

''دیکھو! کیا تمھیں کوئی چیز دکھائی دے رہی ہے؟''

ہم نے عرض کیا کہ ہمیں کوے نظر آ رہے ہیں، ان میں سرخ چونچ اور سرخ پاؤں والا کوا بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان کووں میں جو تناسب اس سرخ چونچ اور سرخ پاؤں والے کوے کا ہے، اسی تناسب سے خواتین

1 السنن الكبرٰى للبيهقي: 82/7.

جنت میں داخل ہوں گی۔“ [1]

بے پردہ خواتین سے چند گزارشات

میری مسلمان بہن! ہر بے پردہ عورت کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس پر ابتدا میں جنت میں داخل ہونے والی اولین خواتین کی معیت حرام ہے۔ اس کا سبب اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کلی طور پر جنت میں جانے کی اہل ہی قرار نہ پائے کیونکہ اس نے عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے دیے گئے پردے کے احکام کا انکار کیا ہے۔

اے بے پردہ خاتون! کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:

﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

”اور خواتین کو چاہیے کہ وہ اپنی اوڑھنیوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالیں اور اپنے خاوندوں، اپنے باپوں، اپنے سسروں، اپنے بیٹوں، اپنے خاوندوں کے بیٹوں، اپنے بھائیوں، اپنے بھتیجوں، اپنے بھانجوں، اپنی (میل ملاپ والی مسلمان) عورتوں، اپنے غلاموں، غیر شہوت والے مردوں اور عورتوں کے مخفی امور نہ

[1] مسند أحمد: 197/4، و المستدرك للحاكم: 602/4. یہ حدیث صحیح ہے۔

جاننے والے بچوں کے علاوہ کسی پر اپنی زینت ظاہر نہ کریں اور وہ اپنے پاؤں اس قدر زور کے ساتھ زمین پر مار کر نہ چلیں کہ جس سے ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔ اے مومنو! تم سب اللہ کے حضور توبہ کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔'' [1]

اوڑھنیوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالنے سے مراد یہ ہے کہ خواتین اپنے سر، گردن اور سینے کو ڈھانپ کر رکھیں کیونکہ ان میں زینت اور زیورات ہوتے ہیں۔

اے بے پردہ خاتون! ذرا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک پسندیدہ خاتون اور جنت کی وارث عورت کو دیکھ کہ وہ اس آیت پر کس طرح عمل پیرا ہوتی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تیری آئیڈیل اور پسندیدہ خاتون ایسی ہی عورت ہونی چاہیے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''اللہ کی قسم! کتاب اللہ کی تصدیق اور نازل شدہ احکام پر ایمان میں شدت برتنے کے معاملے میں انصاری خواتین سے زیادہ افضل خواتین میں نے نہیں دیکھیں۔ جب سورۂ نور کی آیت ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾ ''خواتین پر لازم ہے کہ وہ اپنی اوڑھنیوں کو اپنے گریبانوں پر ڈال کر رکھیں۔'' نازل ہوئی تو ان کے مرد ان کی طرف پلٹ گئے اور انھوں نے خواتین کے لیے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آیات انھیں پڑھ کر سنائیں تو جیسے ہی کوئی مرد اپنی بیوی، اپنی بیٹی، بہن یا کسی قریبی رشتہ دار خاتون کو یہ آیات پڑھ کر سناتا، وہ عورت اسی وقت کھڑی ہو جاتی اور قرآنِ کریم میں نازل کردہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تصدیق کرتی اور اس پر ایمان لاتے ہوئے فوراً

[1] النور 31:24.

اوڑھنی لپیٹ لیتی۔"[1]

اے بے پردہ خاتون! اپنی ہستی کا مقصد پہچان! غور کر کہ سلف صالحات کے مقابلے میں تو کہاں کھڑی ہے؟ خواتین کے عیوب میں سے بے پردگی موجودہ دور میں وبائے عام کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ اگر بے پردہ عورت کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ اللہ کے بندوں کے لیے کس قدر فتنوں اور گناہوں کا سبب بنتی ہے تو اسے اس بات کا بخوبی ادراک ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کا حساب کتاب بے حد مشکل ہوگا۔ بلاشبہ اس نے واضح طور پر گھاٹا اٹھایا ہے۔

یہاں میں ایک اہم بات کی طرف بھی توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ بے پردہ خاتون سے مراد صرف وہی خاتون نہیں جو بازاروں میں کھلے منہ پھرتی ہے بلکہ بے حجابی گھر میں بھی ہوسکتی ہے۔ گھر کے اندر بے پردگی باہر کے مقابلے میں کم خطرناک نہیں۔ اس بے پردگی سے مراد قریبی نامحرم رشتہ داروں سے بے حجابی ہے۔ اس میں عورت کے اپنے کزن وغیرہ بھی آتے ہیں اور خاوند کے بھائی اور کزن بھی، عموماً انھیں گھر کا فرد تصور کر کے ان سے پردہ نہیں کیا جاتا، حالانکہ ان سے بھی پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ سورۂ نور کی مذکورہ بالا آیت سے واضح ہے۔

میری مسلمان بہن! اگر تو اپنے نامحرم قریبی رشتہ داروں کے سوا دیگر افراد سے پردہ کرتی ہے تو کیا خیال ہے کہ تیرا یہ ناقص پردہ اللہ کو پسندیدہ ہے؟ کیا یہ پردہ اللہ کی رضا کے لیے ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! اگر تو اللہ کی رضا کے لیے پردہ کرتی تو کامل پردہ کرتی۔ درحقیقت یہ شرعی پردہ نہیں۔ یہ تو وہ پردہ ہے جس کا سبب اللہ کی خوشنودی کا

[1] تفسیر ابن کثیر: 379/3. اس کی اصل صحیح بخاری (حدیث: 4758، 4759) میں ہے۔

حصول نہیں بلکہ یہ اپنی خاندانی شرافت، ذاتی انانیت، رسوم و رواج یا ذاتی پسند و ناپسند کی وجہ سے اختیار کیا گیا ہے۔

یہ طرزِ عمل اس بات کا غماز ہے کہ تو اپنی مرضی سے قرآن کا انکار تسلیم کرتی ہے۔ جہاں مرضی ہو وہاں قرآنی آیت کو قابل عمل قرار دے کر پردہ کر لیتی ہے اور جہاں مرضی کے خلاف ہو وہاں اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیتی ہے۔ کیا عام مردوں سے پردہ کرنے کے حکم کے ساتھ ہی قریبی رشتہ داروں سے بھی پردے کا حکم نہیں؟ لہٰذا تو نے کس دلیل کی بنا پر قریبی رشتہ داروں سے پردہ ترک کیا ہے؟

میری بہن! اگر حقیقتاً ایسا ہی ہے تو ذرا سوچ لے کہ یہ تو کفار اور یہودیوں کا طرز عمل ہے کہ وہ کتاب اللہ کی بعض آیات کو تسلیم کرتے اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ ﴾

''کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کا انکار کرتے ہو؟''[1]

اے مسلمان بہن! آیات قرآنیہ کے معاملے میں اپنی من مانیاں ترک کر دے اور تمام غیر محرم مردوں سے، چاہے وہ قریبی رشتے دار مرد ہی کیوں نہ ہوں، پردہ کیا کر۔ اسی میں تیری عفت و عصمت اور اطاعت الٰہی کا راز مضمر ہے۔

بے پردگی کے سلسلے میں خواتین کے عیوب میں سے ایک عیب یہ بھی ہے کہ بعض خواتین خود تو پردہ کر لیتی ہیں لیکن مردوں کو دیکھتی رہتی ہیں۔

---

1 البقرة 2:85.

اے مسلمان بہن! جس طرح عورت پر اپنے آپ کو چھپانا فرض ہے، اسی طرح اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کسی غیر محرم مرد کو نہ دیکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَٰرِهِنَّ﴾

''اور ایمان والی خواتین سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔''[1]

مسلمان بہن! تجھے نہیں معلوم کہ آنکھوں کی بے باکی اور ان کی آزادی شہوت میں انتشار پیدا کر دیتی ہے۔ تیری نگاہوں میں ایک ایسا زہر پوشیدہ ہے جو موقع پاتے ہی کسی کو گھائل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ یہ تیرے ہی دل و دماغ میں سرایت کر جاتا ہے اور تیرے دماغ کو ماؤف کر دیتا ہے۔ اس طرح تو اپنا گوہر عصمت کھو بیٹھتی ہے اور خاندان کی عزت و شرافت کو بٹا لگا دیتی ہے۔

اے مسلمان بہن! شہوت کے معاملے میں خواتین مردوں سے کم نہیں بلکہ اس کی نگاہ کے فتنے زیادہ مہلک ہیں کیونکہ عورت مرد کی نسبت زیادہ جلد جذبات کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جلد متاثر ہونا اس کی فطری کمزوری ہے۔ اپنی آنکھوں کی خوب حفاظت کر۔ ایسا نہ ہو کہ زلیخا کی طرح تجھے بھی کوئی خوبرو یوسف بھا جائے اور تو اپنی عفت کے دامن کو زندگی بھر کا روگ لگا بیٹھے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نگاہ شہوت کی قاصد ہوتی ہے اور نظر کی حفاظت درحقیقت شرمگاہ اور جائے شہوت کی حفاظت کے مترادف ہے۔ جس نے اپنی نگاہ کو آزادی دے دی، وہ درحقیقت حدودِ آوارگی و ہلاکت میں جا نکلا۔ نظر ہی ان تمام

---

[1] النور 31:24.

آفتوں اور مصیبتوں کی بنیاد ہے جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے۔ نظر کھٹک پیدا کرتی ہے۔ کھٹک غور وفکر کو جنم دیتی ہے۔ اور کسی کے متعلق رومانوی سوچ بچار شہوت انگیز ہے۔ شہوت سے ارادے کو وجود ملتا ہے۔ ارادہ قوی ہوکر عزیمت کی شکل اختیار کرتا ہے اور عزیمت مزید پختہ ہو کر فعل و عمل کے سانچے میں ڈھل جاتی ہے۔"[1]

ابن قیم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: نظر کو جھکا کر اس پر صبر کر لینا بہت آسان اور راحت بخش عمل ہے۔ اس کے برعکس نظر کی آوارگی اور بے باکی انسان کو ہوس رانی اور جذباتی دیوانگی تک پہنچا دیتی ہے۔ اِس کے نتیجے میں انسان کو جو رسوائیاں اور عذاب جھیلنے پڑتے ہیں، اُس کی داستانیں نہایت الم ناک ہیں۔ ان تباہ کن مصائب میں گرفتار ہونے سے بچاؤ کی یہ تدبیر کتنی مؤثر، مفید اور مبارک ہے کہ نظروں کی حفاظت کی جائے۔ غیر محرم چہروں پر اتفاقاً نظر پڑ بھی جائے تو فوراً غضِ بصر سے کام لیا جائے۔ حق یہ ہے کہ غضِ بصر بے شمار نیکیوں اور فوز وفلاح کا دروازہ ہے۔ جو شخص نظروں کی حفاظت کرتا ہے وہ ہمیشہ ایسی حلاوتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے جن کا اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔

احمد شوقی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

نَظْرَةٌ، فَابْتِسَامَةٌ، فَسَلَامٌ
فَكَلَامٌ، فَمَوْعِدٌ، فَلِقَاءُ

"پہلے نظر بازی ہوتی ہے، پھر لبوں پر تبسم کھیلتا ہے، پھر سلام دعا شروع ہوتی ہے۔ یوں آپس میں بات چیت کا آغاز ہوتا ہے، پھر باہم ملنے کے وعدے

[1] الجواب الكافي، ص: 204.

ہوتے ہیں اور آخر کار ملاقات ہو جاتی ہے۔ [1]

اس موقع پر میں زیب و زینت والے زیبائشی حجاب سے دور رہنے کی پرزور نصیحت بھی کروں گا۔

میری محترم بہن! تیری بے خبری پر افسوس! تو کیا جانے کہ زیب و زینت والا حجاب کیا چیز ہے؟ ہمارے موجودہ دور میں اکثر خواتین اس شرعی پردے کو نہیں جانتیں جس کا اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم فرمایا ہے۔ موجودہ دور میں حجاب زیب و زینت کے ایک جزو کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ خواتین اپنے حجاب میں ایک دیدہ زیب رنگین پرس بھی رکھتی ہیں، یعنی وہ چاہتی ہیں کہ راستے پہ چلتے چلتے راہ گیروں کی نظر بھی اپنی طرف کھینچ لیں۔

یہ خواتین اپنے بالوں کی لٹوں کو کھلا چھوڑ دیتی ہیں جو ان کے حجاب سے باہر نظر آتی ہیں۔ گویا یہ خواتین اپنے اُڑتے ہوئے بالوں کے ذریعے اپنے حسن و جمال کے بارے میں اجنبی نگاہوں کو باخبر کرتی ہیں اور یہ بتاتی ہیں کہ ہمارے حجاب میں حُسن کی ایک دنیا پوشیدہ ہے۔

بعض خواتین اس انداز و ادا سے سکارف اوڑھتی ہیں جس سے ان کی فتنہ انگیزی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور انھیں یہ زعم ہوتا ہے کہ حقیقی حجاب یہی ہے۔

میری مسلمان بہن! ہمارے رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴾

[1] ديوان أحمد شوقي.

"اے نبی! اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادر لٹکا لیا کریں، یہ (بات) اس کے زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور انھیں ایذا نہ پہنچائی جائے اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔"[1]

یہ آیتِ کریمہ خواتین کو حجاب کے کامل اہتمام والتزام کی دعوت دیتی ہے۔ لیکن یہ حجاب کون سا ہے؟

جلیل القدر عالم دین، فاضل محقق فضیلۃ الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے قرآنِ کریم، سنت نبوی کی نصوص اور سلف صالحین سے منقول آثار و اقوال کی روشنی میں شرعی پردے اور حجاب کے اوصاف کی خوب اچھی طرح چھان بین اور تحقیق کی ہے اور یہ نتائج اخذ کیے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

حجاب کی مندرجہ ذیل شرائط بہر حال لازم ہیں:

- بدن کے مستثنیٰ اعضاء کے علاوہ تمام بدن کو ڈھانپنا۔
- حجاب ایسا نہ ہو کہ وہ بذات خود ہی زینت معلوم ہو۔
- حجاب اتنا دبیز (موٹا) ہو کہ اس میں سے کوئی اندرونی چیز نظر نہ آئے۔
- حجاب تنگ نہ ہو بلکہ کشادہ اور ڈھیلا ہو۔
- حجاب پر کوئی عطر یا پرفیوم وغیرہ نہ لگایا گیا ہو۔
- حجاب مردوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو۔
- حجاب کافر عورتوں کے لباس سے بھی مشابہت نہ رکھتا ہو۔

1 الأحزاب 59:33.

❖ حجاب حصولِ شہرت کا لباس بھی نہ ہو۔

میری مسلمان بہن! یہ شرطیں اچھی طرح پڑھ لے اور پوری طرح ذہن نشین کر لے۔ ان شرطوں کو مکمل طور پر پورا کر کے ہی تیرا حجاب شرعی ضوابط و قوانین پر پورا اتر سکتا ہے۔

بے پردگی کا علاج

اے میری مسلمان بہن! جب تک تو بذاتِ خود اصلاحِ احوال کی فکر نہیں کرے گی اور بہت گہری شخصی دلچسپی نہیں لے گی، بے پردگی کے مہلک مرض سے نجات نہیں پاسکے گی۔ بلاشبہ اس مرض کا علاج صرف یہ ہے کہ تو قرونِ اولیٰ کی جنتی خواتین کی طرح اللہ کے حکم کو تسلیم کرلے اور پردہ کرنا شروع کردے۔

اے مسلمان خاتون! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ بے پردگی کا مرض کس قدر خطرناک ہے اوراس سے شفا پانا تیری اپنی صحت اور معاشرے کی بقا کے لیے کس قدر ضروری ہے۔ تو جس چہرے کو طرح طرح کے لوشن اور کریمیں لگا لگا کر خوبصورت بنانے کی کوشش کرتی ہے کیا تجھے معلوم ہے کہ اس کی جلد کس قدر نازک ہے اور دھوپ اس کی خوبصورتی کو کس طرح جھلسا دیتی ہے؟

اے میری بے پردہ بہن! جو خواتین باپردہ ہوتی ہیں، ان کی جلد تیری جلد سے کہیں زیادہ نرم، ملائم، پاکیزہ اور قابل التفات ہوتی ہے۔ اُن پردے دار محترم خواتین کے مقابلے میں تو اپنے چہرے کو بے پردہ رکھ کر اس کی جلد خراب کر دیتی ہے اور پھر اس کے قدرتی حسن کے حصول کے لیے طرح طرح کے میک اپ کرتی ہے لیکن تو کیا جانے کہ حقیقت کا مقابلہ بناوٹ اور مصنوعی چیزوں سے نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا تجھ سے

التماس ہے کہ پردے کی پابندی کر کے اپنے فطری حسن کی حفاظت کر۔

جامعہ ازہر کے شعبہ امراض جلد کی پروفیسر ڈاکٹر نجویٰ حسن عبدالعال نے بے پردہ اور باپردہ خواتین سے ملاقاتیں کر کے ان کی جلدوں کے مابین فرق جاننے کا سروے کیا اور ایک رپورٹ مرتب کی۔ وہ فرماتی ہیں: تحقیق کرنے پر یہ بات سامنے آئی ہے کہ سر کے بال چھپانے والی خواتین کے بال ننگے سر پھرنے والی خواتین کی نسبت اعلیٰ معیار کے ہیں۔[1]

میری بے پردہ بہن! اگر یہیں بات ختم ہو جاتی تو قابل برداشت تھی لیکن ہوتا یوں ہے کہ تو اور تیری ہم مشرب بے پردہ خواتین اس حسن کے چھن جانے پر حصول حسن کے لیے بے قرار ہو کر مصنوعی حسن، میک اپ اور شیمپو وغیرہ کا استعمال کرتی ہیں۔ اس کا مالی نقصان تو بہر حال ہوتا ہی ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ مصنوعی عمل تجھے اعصابی بیماریوں اور پریشانیوں بھی میں مبتلا کرتا ہے۔

مغربی لندن سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر نیقو لاس بارینگ کہتے ہیں: عورت سرِ شام آدھ گھنٹے کے لیے غائب رہنے کے بعد میک اپ کر کے جب واپس آتی ہے تو اس نے اپنا چہرہ میک اپ کے رنگوں کے پیچھے چھپایا ہُوا ہوتا ہے۔ جب عورت چہرے کو اس حد تک نمایاں کرنے کے لیے بے چین اور پریشان رہتی ہے تو جان لیجیے کہ اسی کیفیت سے اس کی ذہنی اور اعصابی بیماریوں کی ابتدا ہوتی ہے، جبکہ دوسری خواتین جو میک اپ نہیں کرتیں وہ ذہنی طور پر مطمئن اور پر اعتماد رہتی ہیں۔[2]

1 مجلة الدعوة، الرياض، شمارہ 1447۔ 2 زیبائش نسواں، محمد بن عبدالعزیز المسند، ص: 106.

میری بہن! تو نئی نسل کی تربیت کرنے والی ہے۔ اگر تو ہی بے پردہ رہے گی تو پھر پردے میں کون رہے گا؟ تو نسل کی تربیت کس طرح کرے گی؟ جان لے کہ تیری نسل میں سے جو بچیاں بے پردہ اُٹھیں گی، ان سب کا گناہ تجھ پر ہوگا۔ آہ! تو کیا جانے کہ تیری یہ بے پردگی معاشرے کے لیے کس قدر ہلاکت انگیز ہے۔ اس بے پردگی ہی کی بنا پر تو رسول اللہ ﷺ نے تجھے اس امت کا سب سے خطرناک فتنہ قرار دیا ہے۔ فرمایا:

«مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ»

''میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے بڑھ کر ضرر رساں کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔''[1]

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی عورت اپنی بے پردگی کی حشر سامانیوں کے ساتھ کسی بھی قوم میں جلوہ نُما ہوئی ہے، وہ قوم چاہے جتنی بھی ترقی یافتہ تھی، چند ہی برسوں میں تباہ و برباد ہوکر رہ گئی۔ رومن سلطنت کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ مولانا ظفیر الدین اس کے بارے میں لکھتے ہیں: رومن ایمپائر جو تمام یورپ کی ماں ہے، تہذیب و تمدن کے اعلیٰ معیار و اقدار پر فائز تھی اور عین عروج و ترقی کے دور میں ان کی خواتین اتنا سخت پردہ کرتی تھیں کہ ان کا کوئی عضو دکھائی دینا تو درکنار جسمانی بناوٹ کا بھی پتہ لگنا مشکل تھا۔ جس دور میں اس ملک وقوم کی ترقی کا آفتاب نصف النہار پر تھا، اسی دور میں انھیں عیش پرستی کا شوق پیدا ہوا۔ انھوں نے اپنی ہر مجلس نشاط میں عورتوں کو شریک کرنا شروع کردیا۔ نتیجتاً انھوں نے عورتوں کو پردے کی قید سے باہر نکالا اور کچھ ہی

1 صحيح البخاري، النكاح، باب مايتقى من شؤم المرأة، حديث: 5096، و صحيح مسلم، الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء، حديث: 2740.

دنوں میں عورتیں ناچ رنگ کی محفلوں میں کھل کر آ گئیں تو رومی حکومت کی بربادی شروع ہوگئی اور ساری عظمت و شوکت کی عمارت زمین بوس ہوگئی۔ اس بربادی کا بڑا سبب عورتوں کی آزادی ہی تھا۔ بقول فرید وجدی ہوا یوں کہ جب انھیں بے پردہ بنایا گیا تو باقتضائے فطرت مرد ان کی طرف مائل ہونے لگے اور ان کے لیے رقابت کی وجہ سے آپس میں کٹنے مرنے لگے۔ اس سے ایک طرف تو ملک کے اخراجات بڑھ گئے اور دوسری طرف فتنہ و فساد کے چشمے ابلنے لگے۔[1]

میری بہن! اگر تو یہ سمجھتی ہے کہ موجودہ دور میں امریکہ اور یورپ میں اسی بے پردگی کی وجہ سے ترقی ہو رہی ہے تو یہ تیری بھول ہے۔ مغربی مفکرین تو خود اس بات سے پریشان ہیں کہ ہماری یہ نام نہاد ترقی نہ جانے کیا گل کھلائے گی اور وہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ نسوانی آزادی کی اس ترقی کے نتائج نہایت مہلک ہیں۔ مولانا مودودی رحمہ اللہ نے کسی امریکی رسالے کے حوالے سے کسی امریکی دانشور کی تشویش بیان کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہمارے وطن امریکہ میں بے حیائی کا سبب بننے والی تینوں چیزیں بڑھتی چلی جارہی ہیں اور ان کا نتیجہ مسیحی تہذیب و معاشرے کا زوال اور آخر کار ہولناک تباہی ہے۔ اگر انھیں نہ روکا گیا تو ہماری تاریخ بھی روم اور ان دوسری قوموں کے مماثل ہوگی جنھیں اسی نفس پرستی، شہوانیت، شراب، عورتوں اور ناچ رنگ کے تماشوں نے فنا کے گھاٹ اتار دیا۔[2]

اے میری بہن! کیا تو چاہتی ہے کہ تو مسلمان قوم کے لیے زیب و زینت اور بے پردگی کے ذریعے سے فتنہ اور آشوب بن جائے؟ کیا تو چاہتی ہے کہ تیری بے پردگیاں

---

[1] عفت و عصمت کا تحفظ، ص: 398,397۔ [2] عفت و عصمت کا تحفظ، ص: 356۔

مسلمان قوم کے لیے جلد از جلد شکست و ریخت اور زوال کا سبب بن جائیں؟

اے میری بہن! تیری عزت و آبرو، عفت و عصمت اور پاک دامنی اسی میں ہے کہ تو پردے کی مضبوطی اور استقامت کے ساتھ پابندی کر۔ اگر تیرے دل میں غیرت کی ذرا سی بھی رمق موجود ہے تو مجھے یقین واثق ہے کہ تو ہرگز یہ نہیں چاہے گی کہ تیری عزت لوٹ کا مال بن جائے اور تجھے سر بازار بدنام کیا جائے۔ اگر تو پردہ نہیں کرتی تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تو اپنی عزت کی دشمن ہے کیونکہ بدکار مرد و عورت ہر معاشرے میں ہوتے ہیں اور وہ اپنے رہن سہن اور طور طریقے سے صاف پہچانے جاتے ہیں۔ اگر تیرے ظواہر بدکار عورت کی علامات، یعنی بے پردگی وغیرہ سے مزین ہوئے تو کوئی بدکار مرد ضرور تجھے چھیڑنے کی جرأت کرے گا کیونکہ بدکار مرد صرف انھی عورتوں کو چھیڑنے کی جرأت کرتے ہیں جن کے بارے میں انھیں کسی رنگ ڈھنگ، طرز عمل اور کھلی یا چھپی نشانی سے معلوم ہو جائے کہ یہ ہمارے ہی قبیلے کی عورت ہے۔

اے بہن! یہ خیال نہ کر کہ میں تو صرف چہرہ کھلا رکھتی ہوں، آخر اس میں کیا حرج ہے، حالانکہ یہی کھلا چہرہ آہستہ آہستہ دیگر قباحتوں کا پیش خیمہ بنتا ہے۔ ماہر القادری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ذوق بے حجابی اور شوق تبرج صرف چہرے کی بے نقابی ہی پر قناعت نہیں کرتا، پہلے نقاب اٹھتا ہے،، پھر جھکی ہوئی نگاہیں آہستہ آہستہ بلند ہوتی ہیں، پھر لباس میں تخفیف ہونا شروع ہوتی ہے، پھر آرائش اور بناؤ سنوار میں یہ جذبہ کارفرما ہوتا ہے کہ لوگ دیکھیں اور شوق و قدر دانی کی نگاہ سے دیکھیں، ہوس ناکیوں،

بے اعتدالیوں اور برائیوں کا یہ سلسلہ شاخ در شاخ ہوتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ جو عورت پہلی بار چہرے کو بے نقاب کرتے ہوئے فرطِ شرم و غیرت سے پسینہ پسینہ ہوگئی تھی، وہ آگے چل کر کلب گھروں میں غیر مردوں سے بغل گیر ہوکر ناچتی اور تھرکتی ہے۔[1]

اے میری بہن! اللہ سے ڈر! اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت کی جلوہ گاہ بنا۔ مغربی تہذیب میں ڈوبی ہوئی خواتین سے کنارہ کش ہو جا۔ قرونِ اولیٰ کی عظیم خواتین کو اپنا رہنما بنا۔ کیا تو نے صحابیات کے عمل کا مطالعہ نہیں کیا کہ جیسے ہی آیاتِ پردہ نازل ہوئیں، انھوں نے اپنے آپ کو فوراً پردے سے مزین کرلیا۔ یہاں میں ایک ایسی صحابیہ کا ذکر جمیل کرنا چاہتا ہوں جو بیماری کی وجہ سے بے پردہ ہوجایا کرتی تھی تو اس کا دل تڑپ اُٹھتا تھا۔ ایک وہ عظیم مجسمۂ حیا صحابیہ تھی اور ایک آج کل کی ناسمجھ مسلمان بہنیں ہیں جو جانے بوجھے بے پردگی اختیار کرتی ہیں اور ان کے دل میں ذرا سا بھی احساس گناہ پیدا نہیں ہوتا۔

ایک مرتبہ ایک سیاہ فام عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے تو میں بے پردہ ہوجاتی ہوں، آپ اللہ تعالیٰ سے میرے حق میں دعا کیجیے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ، وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُّعَافِيَكِ»

''اگر تو چاہے تو صبر کر، اور (بدلے میں) تیرے لیے جنت ہوگی اور اگر

[1] عفت و عصمت کا تحفظ، ص: 356.

تو چاہتی ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے تیرے لیے تیری عافیت کی دعا کر دیتا ہوں؟‘‘

اس عورت نے عرض کیا: میں صبر کا دامن تھامے رکھوں گی لیکن آپ اتنی دعا ضرور کر دیجیے کہ میں دورہ پڑنے کی حالت میں بے پردہ نہ ہونے پاؤں۔ نبی ﷺ نے اس کے لیے بے پردہ نہ ہونے کی دعا فرما دی۔[1]

میری بہن! حکم ربانی اور سنت کے خلاف اپنا طرز عمل دیکھ اور اس سیاہ فام صحابیہ کا عمل دیکھ کہ جو بیماری اور معذوری میں بھی بے پردہ ہونا گوارا نہیں کرتی تھی اور اُس جلیل القدر خاتون کے برعکس ایک تُو ہے کہ نہایت اہتمام اور التزام سے شمع محفل بنی پھرتی ہے۔

اے میری بہن! اللہ تعالیٰ نے تجھے حسن عطا کر کے ایک آزمائش میں مبتلا کیا ہے، اس حسن کو پس پردہ چھپا اور جنت کی وارث بن جا۔

ذرا غور کر کہ کیا اس دنیا کی عارضی زندگی اور فانی حسن تیرے لیے بہتر ہے یا آخرت کی دائمی زندگی اور لازوال حسن؟

اے بہن! ہوسکتا ہے کہ پردہ اختیار کر لینے پر بعض لوگ تجھ سے کہیں کہ اصل چیز تو دل کا پردہ ہے۔ دل صاف ہونا چاہیے۔ ظاہری پردہ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ ایسی عورتوں اور مردوں کو تجھے یہ جواب دینا چاہیے:

بے پردہ خاتون بھلا کون سے پاکیزہ اور صاف دل کی مالک ہے جبکہ وہ اپنی جلوہ

[1] صحيح البخاري، المرض، باب فضل من يصرع من الريح، حديث: 5652، وصحيح مسلم، البر والصلة، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه.....، حديث: 2576.

آرائیوں سے مردوں کی ناپاک خواہشوں میں تموج پیدا کرتی رہتی ہے؟

اُس بے پردہ عورت کے پاس کس قماش کا پاکیزہ دل ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت پر ابھارتا رہتا ہے؟

بے پردہ خاتون کا ''پاکیزہ دل'' بھلا کیسی پاکیزگی کا حامل ہے جسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اتنی محبت بھی نہیں جتنی اسے اپنی خواہشات سے ہے؟

بھلا ایک بے پردہ خاتون کو ایسا پاک صاف دل کہاں سے مل گیا جو آج سے پہلے کسی نبی کو ملا نہ کسی باپردہ مقدس خاتون کو؟ جس سے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، خواتینِ جنت کی سردار حضرت فاطمہ اور دیگر ازواج مطہرات اور صحابیات رضی اللہ عنہن بھی محروم رہیں۔

پاک صاف اور سچا دل ظواہر میں اپنے اثرات ضرور نمایاں کرتا ہے اور نیک نیتی صرف اسی عمل کی قبولیت میں کفایت کرتی ہے جو صحیح ہو۔ پاکیزہ اور صاف دل تو وہ ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی خشیت، اس کے احکام کی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت اور اطاعت جاگزیں ہو۔

اگر بے پردہ عورت کا دل واقعی اللہ تعالیٰ کی خشیت سے بھرا ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈر جاتی۔

اگر بے پردہ خاتون کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے معمور ہوتا تو وہ اس کے احکام پر ضرور عمل کرتی۔

اگر بے پردہ خاتون کا دل اسلام کی اطاعت کے جذبے سے سرشار ہوتا تو وہ پردے کا حکم سُن کر فوراً اٹھ کھڑی ہوتی اور حجاب پہن لیتی۔

اگر بے پردہ خاتون کا دل اسوۂ رسول کی محبت سے لبریز ہوتا اور اسے آپ کے حکم سے محبت ہوتی تو وہ پردے کے لیے چادر اوڑھنے میں جلدی کرتی۔

اگر بے پردہ خاتون کا دل نیکوکار صالح خواتین کی محبت سے لبریز ہوتا تو وہ ضرور ان کی پیروی کرتی اور پردے کی چھاؤں میں آجاتی۔

حقیقت یہ ہے کہ بے پردہ خاتون کا دل اللہ کی خشیت، اس کی محبت، اسلام کی طرف رجحان اور رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ مبارک کو قبول کرنے اور نیک خواتین کی محبت سے بالکل خالی ہے۔

پھر یہ کیسی دل کی صفائی ہے؟ یہ تو ابلیس کی حیلہ بازی اور شیطان کا مکر وفریب ہے جو ہر بے پردہ خاتون پر بڑا کارگر ثابت ہوتا ہے، لہٰذا ایسی عورت کا ظاہر و باطن نفاق آمیز اور اس کا دل زندگی کے غیر اسلامی طور طریقوں کا دلدادہ ہوتا ہے جس سے اس کا ظاہر اہل باطل اور نام نہاد روشن خیال طبقے کو بہت پسند آتا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ برتن سے وہی چیز ٹپکتی ہے جو اس میں موجود ہوتی ہے۔

میری بہن! بعض خواتین یہ بھی کہیں گی کہ یہ تو جدید فیشن ہے، اس کی تو سالہا سال سے عادی ہو چکی ہے، لہٰذا تو اسے کیسے چھوڑ سکتی ہے؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ تو ایسے پردے دار بڑے بڑے کپڑے اوڑھنا شروع کر دے جن سے تو مانوس نہیں ہے؟

میری مسلمان بہن! اپنے کامل ایمان، اسلامی جذبات اور دل میں موجود دینی حمیت کو بروئے کار لا کر انھیں یہ جواب دے: میری خواہشات اپنے مولائے کریم کی رضا کے تحت ہیں، میری سعادت، خوش بختی اور میری رضا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی سے وابستہ ہے کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کے احکام اور ہدایت کی پیروی اختیار کر لی ہے۔

میں اپنے ایمان کی مدد سے اپنے احوال پر اپنی بری عادتوں کو ہرگز غالب نہ آنے دوں گی، نہ اپنے اعمال پر انھیں قابض ہونے دوں گی۔ میں اپنے رب تعالیٰ کی مدد سے اسلام پر کاربند رہتے ہوئے سیدھے راستے پر ڈٹی رہوں گی۔

بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾

''اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جس نے اللہ کی رہنمائی کے بغیر اپنی خواہشات کی پیروی کی۔''[1]

میری محترم بہن! تجھے پردے سے مرد روکیں یا عورتیں تو انھیں صاف صاف کہہ دے: میں تو بس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتی ہوں۔ اللہ اور اس کے رسول کی محبت مجھ سے ان دونوں کی رضا کا مطالبہ کرتی ہے چاہے تم سب کے سب مجھ سے ناراض ہو جاؤ کیونکہ میں اس نتیجے پر پہنچ چکی ہوں کہ حقیقی کامیابی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی اطاعت میں پوشیدہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۝﴾

''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے تو بے شک اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔''[2]

اگر وہ تجھ سے یہ کہیں کہ تو ابھی چھوٹی ہے۔ عنفوان شباب میں ہے۔ عشق و مستی کی بہار میں ہے۔ ابھی تیرے لیے پردہ کرنے کا وقت نہیں آیا۔ تو تجھے ان سب کو یہ

---

1 القصص 28:50. 2 الأحزاب 33:71.

جواب دینا چاہیے:

حضرت زین العابدین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ جو لوگ تفریح میں مشغول رہتے ہیں، آپ اُن کے ساتھ تفریح کیوں نہیں کرتے اور کھیلنے کودنے والوں کے ساتھ کھیلتے کودتے کیوں نہیں؟ آپ نے جواب دیا: میں نے اپنی ماں کو چولہا جلاتے دیکھا ہے۔ وہ چولہے میں بڑی لکڑیوں سے پہلے چھوٹی لکڑیاں ڈالتی ہیں، اس طرح آگ جلدی بھڑک اُٹھتی ہے۔ اس لیے میں بہت ڈرتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ بوڑھے لوگوں کی بجائے جہنم کا عذاب دینے کا آغاز چھوٹوں سے نہ کرے۔

میری محترم بہن! اگر جدید تہذیب کی دلدادہ مغرب زدہ خواتین تجھے پردے سے روکیں تو تجھے حکمت سے کام لینا چاہیے۔ مغربی تہذیب کی متوالی خواتین کے دل کے تار چھیڑنے چاہئیں اور انھیں شائستگی سے یہ جواب دینا چاہیے: مجھے میرے دل کی دھڑکنیں کہتی ہیں کہ شاید زندگی چند منٹوں اور سیکنڈوں پر مشتمل ہو، لہٰذا ندامت اور خسارے کا وقت آنے سے پہلے پہلے اطاعت میں اپنی کوششیں بجا لانا میرا پہلا اور فوری فرض ہے۔

میرے لیے وہ وقت آ گیا ہے کہ میں موت کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤں۔ میں اس منظر کو اپنی آنکھوں میں جمائے رکھتی ہوں کہ میں عمر کی اس منزل پر پہنچ چکی ہوں جب وہ ختم ہونے والی ہے، مجھ پر بیماریوں نے دھاوا بول دیا ہے، میرے تمام ارادے ماند پڑ گئے ہیں، ضروریات مجھ سے چھوٹ گئی ہیں، آنکھیں پتھرا گئی ہیں، آواز لڑکھڑا گئی ہے، موت کے سدباب کے لیے کوئی تدبیر اور اسباب کارگر نہیں رہے، موت کا فرشتہ اتر آیا ہے اور میری روح کے سامنے

کھڑے ہو کر کہہ رہا ہے:

﴿لَقَدْ كُنْتَ فِىْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا﴾

''اے انسان اس (قیامت) سے تُو غفلت میں مبتلا تھا۔''[1]

بعض لوگ تجھے یہ بھی کہیں گے کہ اب تک تو بے پردہ ہی رہی ہے۔ اب تو نے ہم سے اپنا چہرہ پردے کے پیچھے چھپالیا ہے، حالانکہ ہم نے تجھے دیکھ رکھا ہے۔ بھلا اب تیرے اس پردے کا کیا فائدہ؟ ہم تم بچپن سے اکٹھے کھیلتے آئے ہیں، دکھ سکھ کے ساتھی ہیں،اب تو ہم سے اپنا چہرہ چھپا کر کیا کرے گی؟ اگر تو ایسا کربھی لے تو کیا فرق پڑتا ہے؟ تیرا سراپا تو لوگوں کے دل و دماغ میں موجود ہے۔

ایسے لوگوں کو تجھے یہ جواب دینا چاہیے کہ بے شک میں غفلت میں پڑی ہوئی تھی۔ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتی رہی مگر اب اللہ تعالیٰ نے مجھے توبہ کی توفیق بخشی ہے تو میں اس وجہ سے پردہ کیوں ترک کروں کہ تم نے مجھے پہلے دیکھا ہوا ہے؟

مجھے بتاؤ کیا صرف پہلی مرتبہ دیکھنے یا دکھانے کی وجہ سے بے پردگی کا گناہ لکھا جاتا ہے یا ہر مرتبہ دیکھتے رہنے سے مرد و عورت دونوں کے برے اعمال ناموں کی سیاہی میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور میزان عدل میں گناہوں کا بوجھ بڑھتا جاتا ہے؟ مجھے تو اپنے نامۂ اعمال کی پچھلی رُوسیاہیوں کی وجہ سے عذاب الٰہی کا اندیشہ ہے، اس لیے میں اب مزید گناہ کا خطرہ کیوں مول لوں؟ لہٰذا میں تو ضرور پردہ کروں گی۔ بلکہ اب تو میں کہتی ہوں:

اے میرے پردے پر اعتراض کرنے والے! کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ گناہ گار

[1] قٓ 50:22.

کے توبہ کر لینے پر اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اب میں نے پختہ ارادے کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کر لیا ہے تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بے پردگی کے سلسلے میں میری تمام سابقہ کوتاہیوں سے درگزر فرمالیا ہوگا۔ اب میں اس بات کی ہرگز متحمل نہیں کہ دوبارہ وہی گناہ دہراؤں، اس لیے اب تو میں پردے کی مستقل پابندی کروں گی۔

کیا تجھے معلوم نہیں کہ پردے کے احکام نازل ہونے سے پہلے خواتین برہنہ چہرہ بازاروں میں گھوما کرتی تھیں۔ صحابۂ کرام ایک دوسرے کی بیویوں اور بیٹیوں کی صورتوں سے واقف تھے حتی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مقدس چہرے بھی پہچانتے تھے لیکن جونہی پردے کے احکام نازل ہوئے انھوں نے فوراً پردہ کر لیا تھا۔ میں نے تو انھی صحابیات اور ازواج مطہرات کی مقدس زندگی کو مشعل راہ بنایا ہے۔ جب انھوں نے تمھارے جیسے بیان کردہ اعتراضات کی بنا پر پردے سے سرمو انحراف گوارا نہ کیا تھا تو بھلا میں کس طرح کر سکتی ہوں؟

میری بہن! بعض لوگ تجھے یہ بھی کہیں گے کہ چہرے کا پردہ ضروری نہیں۔ تو ایسے لوگوں سے صاف کہہ دے کہ اگر چہرے کا پردہ ضروری نہیں تو پھر آخر جسم کے کس حصے کا پردہ ضروری ہے؟ کیا پورے اعضائے جسم میں چہرے سے بڑھ کر بھی کوئی پرفتن عضو ہے؟ عورت کی خوبصورتی یا بدصورتی کا اصل معیار چہرہ ہی تو ہے۔ اور اصلی فتنے کی آماجگاہ بھی یہی ہے۔ جب مرد اور عورت کے نقوش کو جانچا جاتا ہے تو اس کا معیار چہرہ ہی ہوتا ہے۔ جب کوئی مرد اپنی زندگی کی رفاقت کے لیے ہم سفر کی تلاش، کوئی عورت اپنی بہو کی جستجو، یا کوئی آوارہ و نا کارہ شخص اپنی ہوس رانی کے لیے کسی لڑکی کی

تلاش میں نکلتا ہے تو اس کی نگاہیں کسی خوبصورت چہرے ہی کو ڈھونڈتی ہیں اور چہرے ہی کی وجہ سے وہ اپنی پسند یا ناپسند کا اظہار کرتا ہے۔ جسم کے کسی دوسرے عضو کو یہ اہمیت حاصل نہیں کہ اس کی بنا پر کسی کو خوبصورت یا بدصورت قرار دیا جائے۔ جب چہرے کی اتنی زبردست اہمیت ہے تو دوسرے اعضاء کے مقابلے میں اسے چھپانا تو کہیں زیادہ ضروری ہے۔

مزید برآں Face is the index of mind کہہ کر جدید تہذیب نے بھی یہ حقیقت تسلیم کرلی ہے کہ یہ چہرہ ہی ہے جو کسی کے جذبات، شادمانی یا ناگواری کے اظہار واعلان کا ذریعہ ہے۔ اگر کوئی شخص میرے کسی دوسرے عضو کو دیکھے گا تو وہ میری آمادگی یا ناگواری، میلان یا عدم میلان کے بارے میں متردد رہے گا۔ لیکن جونہی وہ میرا چہرہ دیکھے گا، اس پر سجی ہوئی مسکراہٹ کو تاڑے گا تو اس سے میرے میلان کا صاف اظہار ہوجائے گا۔ یوں میرا چہرہ کسی بیمار ذہنیت کے شخص کو دعوت گناہ دے گا کیونکہ پردہ ہٹا کر میں اپنے چہرے پر مصنوعی سختی پیدا نہیں کرسکتی۔

میری مکرم مسلمان بہن! اگر تو نے انسانی تاریخ کا مطالعہ کیا ہوتا تو تجھے معلوم ہوتا کہ اس چہرے نے کس کس کو گھائل اور تباہ و برباد کردیا۔ دنیا کے بیشتر قتل چہرے ہی کی وجہ سے ہوئے ہیں۔ جب کوئی مرد کسی عورت کی عزت داغ دار کرتا ہے تو کیا اس کا سبب عورت کا برہنہ چہرہ بنتا ہے یا کوئی دوسرا عضو؟ اگر مرد کا ابتدائی میلان کسی لڑکی کی طرف ہوتا ہے تو اس کا اصل محرک چہرہ ہی ہوتا ہے۔ اگر ہم ان عورتوں کا سروے کریں جو جنسی حملوں کا شکار ہوئی ہیں تو معلوم ہوگا کہ برہنہ چہرے والی خواتین ہی طرح طرح کے جنسی آشوب اور گینگ ریپ کا شکار ہوتی ہیں۔

میں سوال کرتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ چہرے کا پردہ نہ کیا جائے؟ نہیں! ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہرگز ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ وہ اللہ تعالیٰ جو عورتوں کو زمین پر زور سے پاؤں مارنے کی بھی اجازت نہیں دیتا، مبادا عورتوں کے پازیب کی جھنکار سن کر کوئی جنس زدہ اس کی طرف مائل ہو جائے، بھلا وہ چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت کس طرح دے سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ﴾

''......اور عورتیں اپنے پاؤں (زور زور سے) زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انھوں نے چھپا رکھی ہے، وہ (لوگوں کو) معلوم ہو جائے۔''[1]

اللہ تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ لوگوں کو پاؤں کے پوشیدہ زیورات دکھانا تو درکنار ان کی آواز تک سنائی نہ دے۔ اس کے برعکس اے بہن تو یہ چاہتی ہے کہ میں خوبصورتی کے سب سے بڑے مظہر چہرے کو ننگا رکھوں اور آوارہ نگاہوں کی ہوس کا نشانہ بنواتی پھروں۔

آخر اللہ تعالیٰ چہرہ ظاہر کرنے کی اجازت کس طرح دے سکتا ہے جبکہ وہ اس چہرے کے پوشیدہ حصے (گلے) سے نکلنے والی آواز کو بھی پوشیدہ رکھنے اور بوقت مجبوری سخت لہجہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا﴾

---

1 النور 24:31.

"......اگر تم تقویٰ اختیار کرتی ہو تو (غیر محرم سے) نزاکت (لوچ دار مترنم آواز) سے گفتگو نہ کرو مبادا وہ فرد جس کے دل میں روگ ہے، لالچ کرے اور تم معقول (ضرورت کی) بات کہا کرو۔"[1]

اگر کوئی تجھے یہ کہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کو چہرہ اور ہاتھ ننگے رکھنے کی اجازت دی تھی۔[2] لہٰذا چہرے کے پردے کی ضرورت نہیں۔ تو تجھ پر یہ جواب دینا لازم ہے کہ یہ روایت ضعیف اور ناقابلِ عمل ہے۔ اس میں ولید اور قتادہ نامی دو راویوں کی تدلیس ہے۔ اس کی سند میں سعید بن بشیر نامی راوی ہے جو ضعیف ہے۔ مزید برآں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کرنے والے راوی خالد بن دریک کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت نہیں، اس لیے خالد بن دریک اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان انقطاع ہے، چنانچہ مذکورہ چار علتوں کی بنا پر یہ روایت ضعیف ہے۔

اس کے ناقابل عمل ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جن اسماء کا نام لے کر چہرے کا پردہ ترک کرنے کی رخصت دی جارہی ہے، وہ بذاتِ خود چہرے کے پردے کی اس قدر قائل تھیں کہ دوران حج حالت احرام میں بھی چہرہ چھپایا کرتی تھیں جبکہ اس حالت میں چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"ہم حالت احرام میں مردوں سے اپنے چہرے ڈھانپ لیا کرتی تھیں اور کنگھی بھی کر لیتی تھیں۔"[3]

---

[1] الأحزاب 33:32. [2] سنن أبي داود، اللباس، باب فيما تبدي المرأة......، حديث: 4104.
[3] المستدرك للحاكم: 1/454.

آپ کی پوتی حضرت فاطمہ بنت منذر فرماتی ہیں:

”ہم اس سے قبل حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما کی معیت میں حالت احرام میں اپنے چہرے ڈھانپا کرتی تھیں۔“[1]

یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم چہرہ برہنہ رکھنے کی اجازت دیں جبکہ آپ امت میں سب سے زیادہ صاحب حیا اور شرم والے تھے۔ اور اگر بالفرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خانوادے کو اس پر سب سے پہلے عمل کرنا چاہیے تھا جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی ازواج مطہرات پردے کی سختی سے قائل اور فاعل تھیں۔ انھوں نے پردے کے احکام نازل ہونے کے بعد کبھی غیر محرم کے سامنے اپنا چہرہ کھلا نہیں رکھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واقعۂ افک (جس میں آپ پر زنا کا نہایت جھوٹا بہتان اور الزام لگایا گیا تھا) کے سلسلے میں فرماتی ہیں کہ میں قضائے حاجت کے بعد واپس آئی تو قافلہ کوچ کر چکا تھا۔ پس میں قافلے ہی کی جگہ پر بیٹھ رہی اور بیٹھے بیٹھے سو گئی۔ اسی دوران حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ آئے تو انھوں نے سوئے ہوئے فرد کو دیکھا۔ فرماتی ہیں:

«فَعَرَفَنِي حِينَ رَآنِي وَكَانَ رَآنِي قَبْلَ الْحِجَابِ، فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ عَرَفَنِي، فَخَمَّرْتُ وَجْهِي بِجِلْبَابِي»

”جونہی انھوں نے مجھے دیکھا تو فوراً پہچان لیا کیونکہ انھوں نے مجھے حکم حجاب کے نازل ہونے سے پہلے دیکھ رکھا تھا۔ وہ مجھے پہچان کر افسوس سے انا للہ وانا

[1] الموطأ، الحج، باب تخمير المحرم وجهه: 1/328، حديث: 718.

إلیہ راجعون پڑھنے لگے۔میں ان کی آواز سن کر بیدار ہوئی تو میں نے فوراً اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔"[1]

میری محترم بہن! تیرے خاندان میں جو خواتین و حضرات چہرے کے پردے کے قائل نہیں اُن سے پوچھ کہ کیا نبیٔ کریم ﷺ کو اس بات کا علم نہیں تھا جس کا بزعمِ خویش تمھیں علم ہے کہ چہرے کا پردہ ضروری نہیں۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو فوراً چہرہ ڈھانپ لیتی ہیں لیکن تم نئی تہذیب کے مارے لوگ مجھے چہرہ چھپانے سے روکتے ہو؟ کیا وہ دور موجودہ دور کی نسبت زیادہ پرفتن تھا کہ اس میں چہرہ چھپانا ضروری تھا اور آج ضروری نہیں رہا؟ کیا موجودہ دور اس عہد کی نسبت زیادہ خطرناک نہیں ہے؟ کیا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مقدس دور کے مقابلے میں آج کا دور انتہائی شرمناک وارداتوں کا مظہر نہیں؟ کیا آج کے حیا باختہ بدطینت مرد سرعام عورتوں کے پیچھے نہیں لپکتے؟ کیا آج علی الاعلان نفس کے ارمان نہیں نکالے جاتے ہیں؟

اگر موجودہ دور زیادہ فتنہ پرور ہے اور آج کل کے مرد زیادہ خطرناک ہیں تو کیا اب یہ لازم نہیں آتا کہ آج دورِ سلف کی نسبت کئی گنا زیادہ سختی سے پردہ ہونا چاہیے اور اُن لوگوں کو صراطِ مستقیم دکھانی چاہیے جو چہرے کے پردے کو ضروری نہیں سمجھتے۔

میری محترم بہن! آج کل کے زمانے میں بہت سے لوگ تجھ سے یہ بھی کہیں گے کہ شادی ہونے تک پردہ نہ کر ورنہ یہ پردہ تیری شادی یا منگنی میں رُکاوٹ بن جائے گا۔

---

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب حديث الإفك، حديث:4141، وصحيح مسلم، التوبة، باب في حديث الإفك......، حديث:2770.

میری بہن! تجھے لال بجھکڑوں سے پوچھنا چاہیے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہوں کی زندگی بسر کرنے والا کوئی فرد کبھی خوش نصیبی کی منزل تک پہنچا ہے؟

کیا میرے بے پردہ ہونے کی صورت میں وہی لوگ میری طرف منگنی کا پیغام نہیں بھیجیں گے جنھیں دین کی کوئی پرواہی نہیں ہے؟ کیونکہ متدیّن اور صاحب ایمان لوگ بے پردہ خاتون سے ہرگز کوئی رغبت نہیں رکھتے بلکہ وہ پردہ دار خواتین سے رشتے ناتوں کے آرزومند ہوتے ہیں۔ بھلا اُس رشتۂ ازدواج کی کیا وُقعت ہے جس کا آغاز اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نہیں بلکہ اس کی نافرمانی سے ہوتا ہے۔ بے پردگی کی صورت میں مجھے قبول کرنے والا شخص وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی کوئی قدرو قیمت ہی نہیں جانتا، نہ وہ اطاعت ربانی اور اتباع رسول ﷺ جیسی صفات سے متصف ہے، پس جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حقوق کو پس پشت ڈالتا ہے، وہ میرے حقوق کا کہاں خیال رکھے گا؟ پھر آپ تو کہتے ہیں کہ رشتوں کا تعلق قسمت سے ہے۔ جوڑیاں آسمان پر بنتی ہیں۔ اب آپ کا یہ مقولہ کہاں گیا؟

میں پردے کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیوں نہ کروں؟ اگر میں نے پردہ ترک کیا تو شدید خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عذاب میں مبتلا کردے گا۔

کیا قضا اور تقدیر پر ایمان لانا اور اللہ کی رضا پر راضی رہنا ایمان میں سے نہیں؟ لہٰذا اگر میری شادی ہوگئی تو میں اپنے رب سے راضی ہوں اور اس کے فیصلے اور تقدیر پر مکمل ایمان رکھتی ہوں۔ اگر اس کے برعکس صورت ہوئی، تب بھی میں اللہ تعالیٰ سے راضی ہوں اور اس کے فیصلے اور تقدیر پر پختہ یقین رکھتی ہوں۔ میں تو صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابند ہوں، لہٰذا مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، مجھے اپنے خالق اور معبودِ حقیقی

کی اطاعت کرنے دو۔

بعض لوگ تجھے طعنہ دیں گے: یہ رجعت پسندی ہے۔ تو نے تہذیب و تمدن کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ میری بہن! ایسے لوگوں سے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تجھے ایسے لوگوں کو دعوت دینی چاہیے کہ آؤ ہم باہم مکالمہ کرلیں۔ اس کے بعد میں تمھاری بات کا جواب دوں گی۔

رجعت پسندی کسے کہتے ہیں؟

درحقیقت رجعت پسندی کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسی پرانی روایت یا عادت اختیار کی جائے جو کسی نئی، مفید اور نفع بخش چیز یا چلن کے خلاف ہو۔ جب ہم ماضی کے اوراق پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ بے پردگی فرعونوں اور مشرکین عرب کے دور کی خصوصیت تھی جو معاشرے پر چھائی رہی۔ یہ بہت بُری چیز تھی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بے پردگی کی ممانعت فرمادی:

﴿ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ﴾

”اور سابقہ دور جاہلیت کی سج دھج کی مانند زیب و زینت کی (بے پردہ ہوکر) نمائش نہ کرتی پھرو۔“[1]

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جاہلیت کے زمانے میں عورت گھر سے باہر نکلا کرتی تھی اور لوگوں کے سامنے کھلم کھلا پھرا کرتی تھی۔ یہی جہالت کی بے پردگی اور سج دھج ہے۔[2]

[1] الأحزاب 33:33. [2] تفسیر عبدالرزاق: 96/2، و تفسیر ابن کثیر: 482/3.

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نیک بخت عورتوں سے کہتا ہوں کہ جب تم اپنے گھروں سے باہر نکلو تو زمانۂ جاہلیت جیسی سج دھج اور بے پردگی اختیار نہ کیا کرو۔ جاہلیت میں عورتوں کی مخصوص چال، ناز نخرے اور نسوانی نزاکت ہوا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان باتوں سے خواتین کو منع فرما دیا۔[1]

ابن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تبرج یہ ہے کہ عورت اوڑھنی محض اپنے سر پر ڈال لے مگر اِسے لپیٹنے اور سینہ ڈھانپنے کی زحمت گوارا نہ کرے، اپنے ہار، بالیوں اور گردن کو کھلا رکھے اور یہ ساری سج دھج نمایاں ہوتی رہے، بس یہی ممنوعہ بے پردگی ہے۔[2]

ثابت ہو گیا کہ بے پردگی بڑی قدیم روایت ہے۔ پس اگر میں بے پردہ رہوں تو لامحالہ رجعت پسند قرار پاؤں گی۔ لیکن جب میں پردہ کرتی ہوں تو پھر آپ مجھے کس رُو سے رجعت پسند اور قدامت پرست قرار دیتے ہیں؟

تہذیب و تمدن کیا ہے؟

کیا تہذیب و تمدن بے پردگی کا نام ہے؟ اگر واقعی بے پردگی ہی کا نام تہذیب ہے تو یہ کن لوگوں کی تہذیب ہے؟ یہاں ضروری ہے کہ تہذیب کی تعریف پر غور کیا جائے۔

تہذیب در حقیقت ایک پہچان اور شناخت کا نام ہے۔ کسی قوم کے عقائد، ان عقائد پر ان کے عمل، جغرافیائی احوال و ظروف اور اس کے طور طریقوں، رہن سہن، لباس، صنعات، روایات، معاملات، تہوار، مقدس ایام منانے اور خوشی و غمی کی تقریبات کے طریقوں کے پیش نظر جو تصویر اور تصور ذہن میں اُبھرتا ہے وہی اس قوم کی

---

1 تفسیر الطبري، الأحزاب 33:33. 2 تفسیر ابن کثیر، الأحزاب 33:33، والدرالمنثور، الأحزاب 33:33.

تہذیب کہلاتا ہے اور اسی کے حوالے سے وہ قوم پہچانی جاتی ہے۔

جب مسلمان کا لفظ کسی قوم یا شخص کے لیے بولا جاتا ہے تو اسلامی تہذیب کی روشنی میں ذہن میں ایک مخصوص تصویر اُجاگر ہوتی ہے جس کے لباس، طرز تکلم اور عقائد سے ہم اس کی شناخت کر لیتے ہیں کہ حقیقتاً یہ شخص مسلمان ہے۔

اب ہم اپنے عقائد و نظریات کی روشنی میں اپنی تہذیب سے متصف اسلامی خاتون کا تصور کریں اور اس کا حلیہ دیکھیں تو کیا وہ ایسی خاتون ہے جس کے سر پر دوپٹہ نہیں ہے، جس کا گریبان، گردن اور بازو کھلے ہوئے ہیں اور جس کا کھلا چہرہ اجنبی نگاہوں کو دعوتِ نظارہ دے رہا ہے، جس کے بدن کا ایک ایک انگ ہوس بھری نظروں کا ہدف بن کر دعوت گناہ دے رہا ہے؟ یا اسلامی تہذیب اپنانے والی خاتون وہ ہے جو سر سے پاؤں تک کسی بڑی چادر یا برقع میں چھپی ہوئی ہے اور بازاری مردوں سے بچتے ہوئے نہایت احتیاط اور وقار سے قدم اُٹھاتے ہوئے اپنی منزل کی طرف بڑھتی چلی جا رہی ہے؟

اب ایک مغربی فیشن کی دلدادہ یا کسی اخلاق باختہ بازاری، شمع محفل قسم کی روشن خیال، نام نہاد مسلمان عورت کا تصور ذہن میں لائیے، مجھے بتائیے کہ یہ عورت کس تہذیب کی ترجمانی کر رہی ہے؟

کیا علم سے مستفید ہونا تہذیب وتمدن نہیں ہے؟ اگر علم تہذیب وتمدن کا نشان ہے تو اس کے حصول کے لیے بے پردہ رہنا ہرگز ضروری نہیں۔ میرا پردہ مجھے تحصیل علم سے قطعاً نہیں روکتا۔

اللہ کی قسم! پردہ تو فرائض و واجبات کی تکمیل میں مدد دیتا ہے اور فضول مشغولیات

ترک کرنے کی سعادت بخشتا ہے۔

کیا پردہ لیڈی ڈاکٹر کو بیماری کی تشخیص کرنے میں کوئی رکاوٹ ڈالتا ہے؟ یا مریض کو دوا بتانے سے منع کرتا ہے؟

تہذیب و تمدن اور رجعت پسندی کا فرق اب بالکل صاف اور بے غبار ہو گیا ہے۔ اللہ کی قسم! پردہ اعلیٰ اقدار وروایات کی تہذیب کی نشانی ہے۔ پردہ عورت کے وقار اور اعتبار میں اضافے کا ضامن ہے۔ پردہ عورت کی آبرو کا نگہبان ہے۔ پردہ عورت کی عظمت، ہیبت اور سطوت میں اضافہ کرتا ہے۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو جبکہ وہ تمھیں ایسی چیز کی طرف بلائیں جو تمھیں زندگی بخشنے والی ہو۔"[1]

نیز فرمایا:

﴿يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَن يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَن تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ۝ يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُخَفِّفَ عَنكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْإِنسَانُ ضَعِيفًا ۝﴾

"اللہ چاہتا ہے کہ تم پر ان طریقوں کو واضح کرے اور انھی طریقوں پر تمھیں چلائے جن کی پیروی تم سے پہلے لوگ کرتے رہے ہیں اور وہ تمھاری طرف متوجہ ہوتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ وہ

1 الأنفال 24:8.

تمھاری طرف رحمت کے ساتھ متوجہ ہو مگر جو لوگ خواہشات نفس کے پیروکار ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہِ راست سے ہٹ کر بہت دور نکل جاؤ۔ اللہ تم پر آسانی کرنا چاہتا ہے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔"[1]

اے میری محترم مسلمان بہن! تو بے پردگی اور عریانی کے علمبرداروں سے کہہ دے کہ مجھے چھوڑ دو، مجھے پردے کی پابندی کرنے دو تاکہ میرا رب مجھ سے راضی ہو جائے۔ میں ماں کے پیٹ سے اکیلی آئی ہوں، عنقریب اکیلی ہی قبر میں چلی جاؤں گی۔ مجھے اس گھڑی سے خوف آتا ہے جب اپنے رب کے سامنے اکیلی کھڑی کردی جاؤں گی۔

اے میرے رب! میں تیرے حضور توبہ کرتی ہوں۔

اے میرے رب! میں ہر اس دن پر بہت نادم اور پشیمان ہوں جب میں نے بے پردگی کر کے تیری نافرمانی کی۔

اے میرے رب! میں دل کی گہرائیوں سے تجھ سے دعا مانگتی ہوں کہ میری موت سے پہلے میری توبہ قبول فرمالے۔

اے میرے رب ! میں تجھ سے دل کی گہرائیوں سے وہ عرض کررہی ہوں جو موسیٰ علیہ السلام نے کی تھی اور جس کا ذکر قرآن میں ہے:

﴿وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ۝﴾

"اے میرے رب! میں تیری خوشنودی کے لیے تیرے حضور جلدی آ گیا ہوں۔"[2]

---

1 النسآء 4:26-28. 2 طٰهٰ 20:84.

ایک بے پردہ خاتون کی عبرت انگیز توبہ

میری مسلمان بہن! اسلام سب سے بڑی صداقت ہے۔ دنیا چاہے یا نہ چاہے اُسے سچائی کے آگے سر جھکانا ہی پڑتا ہے۔ میری بہن! اس پس منظر میں روزانہ تیری نظروں سے یہ خبریں گزرتی ہیں کہ آج امریکہ کی فلاں عورت نے اسلام قبول کرلیا اور باپردہ زندگی بسر کرنی شروع کردی۔ آج برطانیہ کی فلاں عورت نے سکارف اوڑھنے کا مقدمہ جیت لیا۔ آج فرانس کی فلاں خاتون نے بے پردگی سے توبہ کرکے حجاب و نقاب کی اہمیت تسلیم کرتے ہوئے پردہ شروع کردیا اور مجالس عامہ ترک کرکے خانہ نشینی اختیار کرلی۔

میری مکرم بہن! کیا جدید تہذیب کی یہ جھلکیاں تجھے یہ بتانے کے لیے کافی نہیں کہ فی زمانہ بے پردگی ہماری خواتین کے عیبوں میں بھاری عیب ہے اور اس عیب سے جلد از جلد نجات حاصل کرنی چاہیے۔

میری بہن! میں اب تیری بھلائی کے لیے ایک سچی داستان سنانا چاہتا ہوں۔ یہ ایک بے پردہ خاتون کی سرگزشت ہے۔ اس نے بے پردگی سے توبہ کرکے پردے کی پابندی شروع کردی تھی۔ یہ قابل احترام خاتون کہتی ہے:

بے شک یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے مجھے اس وبا سے شفا عطا فرمائی جو غلط ماحول کی بنا پر مجھ میں سرایت کرگئی تھی اور غفلت نے اسے بڑھادیا

تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک درد ناک روگ لگا دیا۔ اس وبا سے میرا علاج کیا اور میرے دل و دماغ کو توانائی بخشی۔

ہوا یوں کہ میں نے داڑھ نکلوائی۔ داڑھ نکلوانے کے بعد میں ایک شدید بیماری میں مبتلا ہوگئی۔ داڑھ نکلواتے ہی مجھ پر اتنی دردناک تکلیفیں مسلّط ہوگئیں کہ میرا دن کا چین اور رات کی نیند حرام ہوگئی۔ پورا ایک مہینہ اس حالت میں بسر ہوا کہ نہ میں کچھ کھا سکتی تھی، نہ سو سکتی تھی۔ ہر وقت تڑپتی پھڑکتی رہتی تھی اور میری تکلیف کی شدت میں ایک لمحے کے لیے بھی کوئی کمی نہیں آتی تھی۔

میرے منہ کا ورم اس قدر بڑھ گیا کہ ایک رخسار پھٹنے کے قریب پہنچ گیا۔ اور درد کی شدت گردن اور سر تک پھیل گئی۔ اور سُوجن کا بوجھ میری آنکھوں پر آپڑا۔ اس کی وجہ سے میری پلکیں بند ہوگئیں۔ ڈاکٹر اور سرجن حضرات میری انوکھی بیماری کے بارے میں بہت متردد اور حیران ہوئے۔ طب عاجز آ گئی، دوائی ناپید ہوگئی اور شفا کی امید معدوم ہوگئی۔

اچانک اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا۔ آہستہ آہستہ اس زخم کو مندمل کر دیا، سوجن جاتی رہی اور میری صحت کی رونق واپس آتی چلی گئی۔ اس حواس باختہ کرنے والی غیر متوقع صحت سے ڈاکٹر اور سرجن بھی چونک اُٹھے۔ حیران ہوکر کہنے لگے:

یہ بات بالکل برحق ہے کہ اللہ تعالیٰ کامل قدرت رکھنے والا ہے۔ نہایت مہربان ہے، بے شک وہی ہے جو ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے کے بعد انھیں دوبارہ زندہ کر دے گا۔

بیماری کے دوران میں نے مخلوق کی ذلت دیکھی، گھٹیا پن دیکھا اور میڈیکل سائنس

مجھے اپنا چہرہ مرہم پٹی سے ڈھانپنے پر مجبور کر دیا۔ درحقیقت یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان تھا کہ اس طرح مجھے اپنا چہرہ ڈھانپنے کا اسلامی سبق مل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی۔ میری تکلیف کا خاتمہ فرما دیا۔ اب میں اللہ تعالیٰ کے شکر و سپاس کے طور پر دوپٹہ اوڑھتی ہوں۔ چہرہ مستور رکھتی ہوں۔ یوں مجھے اللہ نے حیا اور وقار کے زیور سے سرفراز فرما دیا۔ اب میں طرح طرح کی کریموں، پوڈروں، لوشنوں اور رنگا رنگ بناؤ سنگھار سے بے نیاز ہوگئی ہوں۔ اب باپردہ زندگی سے بہت خوش ہوں۔ اب وضو میرا چہرہ نکھارتا ہے۔ اب دوپٹہ میری تہذیب کا پرچم ہے۔ اب گھر کی چاردیواری میری جنت ہے۔ فی الجملہ میرے چہرے کی تکلیف میرے لیے صراطِ مستقیم پر چلنے کا ذریعہ بن گئی۔ اللہ تعالیٰ کی اس مہربانی کا میں جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔

میری یہ گفتگو سن کر ایک محترمہ نے مجھ سے کہا: تو نے تو وہی کام کیے ہیں جو تیرے علاوہ بھی بہت سی خواتین کرتی ہیں بلکہ تو نے تو دیگر خواتین کے مقابلے میں بہت کم فیشن کیا ہے۔ دوسری خواتین تو تجھ سے کہیں زیادہ زیبائش، بناؤ سنگار اور میک اپ کرتی ہیں اس کے باوجود یہ خواتین بڑی صحت مند ہیں، آسودہ اور خوشحال زندگی بسر کر رہی ہیں۔ یہ خواتین آج بھی نت نئے فیشن کی نظر فریب پوشاکیں زیب تن کر کے بڑے ناز و انداز سے چلتی ہیں؟

میں نے جواب دیا: یہ مجھ پر میرے رب کا فضل ہے۔ یہ مجھ پر اس کی خصوصی رحمت اور شفقت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی سے محبت کرتا ہے تو اسے تکالیف میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اسے اپنے عذاب کے ذریعے سے دنیا ہی میں گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور اس کی تربیت فرماتا ہے۔ پھر جب چاہتا ہے اس کے لیے صحت و عافیت کا پروانہ جاری

مجھے اپنا چہرہ مرہم پٹی سے ڈھانپنے پر مجبور کر دیا۔ درحقیقت یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان تھا کہ اس طرح مجھے اپنا چہرہ ڈھانپنے کا اسلامی سبق مل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی۔ میری تکلیف کا خاتمہ فرما دیا۔ اب میں اللہ تعالیٰ کے شکر و سپاس کے طور پر دوپٹہ اوڑھتی ہوں۔ چہرہ مستور رکھتی ہوں۔ یوں مجھے اللہ نے حیا اور وقار کے زیور سے سرفراز فرما دیا۔ اب میں طرح طرح کی کریموں، پوڈروں، لوشنوں اور رنگارنگ بناؤ سنگھار سے بے نیاز ہوگئی ہوں۔ اب باپردہ زندگی سے بہت خوش ہوں۔ اب وضو میرا چہرہ نکھارتا ہے۔ اب دوپٹہ میری تہذیب کا پرچم ہے۔ اب گھر کی چاردیواری میری جنت ہے۔ فی الجملہ میرے چہرے کی تکلیف میرے لیے صراطِ مستقیم پر چلنے کا ذریعہ بن گئی۔ اللہ تعالیٰ کی اس مہربانی کا میں جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔

میری یہ گفتگو سن کر ایک محترمہ نے مجھ سے کہا: تو نے تو وہی کام کیے ہیں جو تیرے علاوہ بھی بہت سی خواتین کرتی ہیں بلکہ تو نے تو دیگر خواتین کے مقابلے میں بہت کم فیشن کیا ہے۔ دوسری خواتین تو تجھ سے کہیں زیادہ زیبائش، بناؤ سنگار اور میک اپ کرتی ہیں اس کے باوجود یہ خواتین بڑی صحت مند ہیں، آسودہ اور خوشحال زندگی بسر کر رہی ہیں۔ یہ خواتین آج بھی نت نئے فیشن کی نظر فریب پوشاکیں زیب تن کر کے بڑے ناز و انداز سے چلتی ہیں؟

میں نے جواب دیا: یہ مجھ پر میرے رب کا فضل ہے۔ یہ مجھ پر اس کی خصوصی رحمت اور شفقت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی سے محبت کرتا ہے تو اسے تکالیف میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اسے اپنے عذاب کے ذریعے سے دنیا ہی میں گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور اس کی تربیت فرماتا ہے۔ پھر جب چاہتا ہے اس کے لیے صحت و عافیت کا پروانہ جاری

کردیتا ہے اور اسے تکالیف سے نجات عطا فرماتا ہے۔ مزید برآں مصائب ومشکلات کا شکار شخص اپنے صبر کا اجر پالیتا ہے۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شکر کرنے کی سعادت عطا فرمائی اور توبہ کرنے اور پاکیزہ زندگی اختیار کرنے کا شرف بخشا۔ پس میں تو اِس نفع بخش سبق، شافیٔ الم سزا اور صراط مستقیم پر گامزن کردینے والی بیماری میں، اس مفید اور نفع بخش سبق والی بیماری پر اللہ تعالیٰ کی بے حد شکر گزار ہوں۔

جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ میں اس کے فرامین کی تعمیل نہیں کر رہی تو وہ تکلیف میں مبتلا کر کے مجھے اپنے احکام پر عمل کرنے پر مائل کر دیتا ہے، لہٰذا میں اس کی اس عنایت، توجہ اور باز پرس پر اس کی شکر گزار کیوں نہ بنوں؟ میں اس مقدس پروردگار کی اطاعت کیوں نہ کروں جس نے میرا اس قدر خیال رکھا اور میری حفاظت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے اس بیماری کے ذریعے سے مجھے جو انتباہ فرمایا میں اُسے اچھی طرح سمجھ گئی۔ مجھے شدت سے احساس ہوا کہ اپنے سر اور چہرے کو دوپٹے سے ڈھانپنا کتنا ضروری ہے۔ میں نے جان لیا کہ مجھے بہر حال اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بننا چاہیے اور اس کے عذاب کا خوف اور اس کے انعامات کی خواہش اور امید رکھتے ہوئے اسے دل کی گہرائیوں سے پکارنا چاہیے۔

میں اپنی بیماری کے بعد بہت بدل گئی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر سب سے بڑا انعام یہ ہوا کہ میں نے نفسانی خواہشات پر بڑی حد تک غلبہ پالیا۔ اب حالت یہ ہے کہ میں اپنے ماضی کے مقابلے میں آج بہت خوشحال، آسودہ اور مطمئن ہوں۔

ہاں! میں یہ بھی بتادوں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ انعام صرف مجھ تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ

اِس کا سایہ میری بچیوں، میری سہیلیوں اوران کے گھروں تک پھیل گیا۔ اب میری بچیاں، میری سہیلیاں اوران کی بچیاں بھی بے پردگی سے توبہ کرکے حجاب اورنقاب کی پابند ہوگئی ہیں۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی کا کرم تھا کہ میں نے بہت جلد اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کر لی۔ جن گناہوں کا میں جانے بوجھے ارتکاب کرتی تھی، ان سے کنارہ کش ہوگئی۔ وقت گزرنے سے پہلے ہی میں نے ایک باوقار اور حیا دار روش اختیار کر لی۔ یوں میں ان خواتین کی طرح نہیں جو مدت گزرنے کے بعد اس وقت حجاب اختیار کرتی اور دوپٹہ اوڑھتی ہیں جب حجاب کے کپڑے ترک کرنے پر انھیں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ یوں ان کا معصیت ترک کرنا مجبوری اورلاچاری کی بنا پر ہوتا ہے نہ کہ سچی توبہ کی وجہ سے!

اب میں نے یہ عزم صمیم کرلیا ہے کہ میں فسق و فجور سے جنگ کروں گی اور اللہ کے راستے میں اپنی زبان، دل اور مال کے ساتھ جہاد کروں گی۔ میں نے اپنی قوت، وقت اوراللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی تمام صلاحیتیں اسی کام کے لیے وقف کر دی ہیں۔ میں نے اپنے اردگرد کے ماحول کو گہری نظر سے دیکھا ہے۔ ہائے! جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ کس قدر ہولناک ہے۔

میں نے لوگوں کے سوادِ اعظم اور جمِ غفیر کو غفلت کی گہری نیند میں ڈوبے ہوئے دیکھا ہے۔ جب بھی ان کا رب انھیں کسی آزمائش میں مبتلا کرتا ہے تو وہ سمجھتے ہی نہیں کہ اس آزمائش سے اللہ کا مقصد کیا ہے؟ لہٰذا وہ اپنے گناہوں سے باز آتے ہیں نہ انھیں روحانی بیماریوں سے نجات ملتی ہے۔ وہ یہ گمان رکھتے ہیں کہ ان سے ان کے

گناہوں کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا جائے گا یا بسا اوقات وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ انھیں صرف حالات ہی ہلاکت میں مبتلا کرتے ہیں۔ کوئی مصیبت نازل کرنے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی دخل نہیں۔ کاش وہ آزمائش میں مبتلا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی حکمت سمجھ لیتے تو اللہ کی نعمت سے ضرور مستفید ہوتے۔

اگر وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی خشیت کا شعور رکھتے تو وہ اللہ کی نعمت کو گھٹیا سمجھتے نہ اس کی تحقیر کرتے، اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تو انھیں اس کے احکام کی خلاف ورزی کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

اے عقل مند خاتون! اپنے گناہوں سے فوراً توبہ کر۔ غفلت سے ڈر جا۔ جب بھی تیرا رب تجھے کسی تکلیف اور آزمائش میں مبتلا کرے تو وہ وجہ تلاش کر جس نے اللہ تعالیٰ کو غضب ناک کیا ہے اور تجھے اس سزا کا مستحق قرار دیا ہے، پھر اپنی اصلاح کر۔ اپنے آپ کو اعلیٰ کردار اور خوبیوں سے آراستہ کر۔ بری عادات اور گھٹیا کاموں سے پاک رہنے کی کوشش کر۔[1]

میری محترم بہنو! کیا آپ جانتی ہیں کہ یہ توبہ کرنے والی خاتون کون ہیں؟ یہ معروف عرب ادیبہ محترمہ نعمت صدقی ہیں۔ وہ ''التبرج'' نامی کتاب کی مصنفہ ہیں۔ اس کتاب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے ہزاروں مسلمان خواتین کو بے پردگی کے فتنے سے بچایا ہے۔ انھیں دوپٹہ یا چادر اوڑھنے کا عادی بنایا ہے، غیر محرم مردوں کے رُوبرو حجاب اوڑھنے کی توفیق دی ہے۔ اللہ تعالیٰ محترمہ نعمت صدقی کو بیش از بیش جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

---

[1] التبرج از محترمہ نعمت صدقی، ص: 12.

والدین کی نافرمانی

اے میری مسلمان بہن! عصر حاضر میں خواتین کے عیوب میں سے ایک بڑا بھاری عیب والدین کی نافرمانی بھی ہے۔ بے شمار خواتین اپنے شوق اور خواہشات کی تکمیل کے لیے اپنے والدین کی نافرمانی کرتی ہیں۔

بہت سی خواتین اپنے خاوند اوراولاد کی وجہ سے اپنے والدین کی نافرمانی کرتی ہیں۔

بے شمار خواتین اپنے والدین کی اس لیے نافرمانی کرتی ہیں کہ وہ ان کی پسند،ان کی خواہشات کی تکمیل ، ان کی من مانیوں کی بجا آوری اور ان کی رضامندی والے امور پورے کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے یا فضول خرچی پر مبنی ان کے مطالبات استطاعت کے باوجود پورے نہیں کرتے؟

اکثر خواتین ایسی ہیں جو دیگر مختلف اسباب کی بنا پر اپنے والدین کی نافرمانی کرتی ہیں۔بعض خواتین تو اس قدر ظالم ہیں کہ اپنے والدین سے ان کی وفات کے بعد بھی نفرت اور بغض رکھتی ہیں۔

اس نافرمانی کی وجہ سے آج کی مسلمان خاتون اللہ تعالیٰ کو سخت ناراض کرنے والے ایک نہایت کبیرہ گناہ میں مبتلا ہو چکی ہے۔

ہر خاتون کو معلوم ہونا چاہیے کہ والدین کی نافرمانی سے مراد صرف ان کی حکم عدولی

نہیں بلکہ یہ بہت وسیع مفہوم کا لفظ ہے۔ اس میں ہر وہ معاملہ اور برتاؤ شامل ہے جس کے ارتکاب سے والدین کی توہین کا پہلو نکلتا ہے، مثلاً: اگر آپ اپنی والدہ کے ساتھ کہیں جاتی ہیں تو آپ کو اپنی والدہ یا والد سے آگے آگے چلنا چاہیے نہ ان سے پہلے نشست پر بیٹھنا چاہیے۔ نہ کھانا یا پھل وغیرہ کھاتے وقت والدین سے سبقت کرنی چاہیے۔

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کسی دوسرے شخص کے پیچھے پیچھے چلتے دیکھا۔ آپ نے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' آگے والے آدمی نے کہا کہ یہ میرے والد ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''والد کو اس کا نام لے کر نہ بلاؤ، اس سے پہلے نشست پر مت بیٹھو اور اس کے آگے نہ چلو۔''[1]

موجودہ دور میں بعض فیشن ایبل اور اعلیٰ عہدوں پر فائز خواتین اپنے پرانے نظریات و روایات والے والدین کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہوئے شرم محسوس کرتی ہیں۔ یہ بہت بڑی گستاخی ہے۔

بسا اوقات یورپ کی اندھی تقلید میں ڈوبی ہوئی خاتون اپنے والدین کو حقوق و فرائض کی میزان میں اپنے برابر سمجھتی ہے۔ اگر والدین اس سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں تو وہ جواباً انھیں اپنے حقوق کی عدم ادائیگی کا طعنہ دیتی ہے، مثلاً: عتبی نے اپنے بیٹے سے کہا: بیٹا! اللہ نے میرے لیے جس بات کی تاکید کی ہے اُسے مدنظر رکھو۔ تو اس نے جواب دیا: ابا جان! آپ بھی میرے حق کا خیال رکھیں جس کی تاکید اللہ نے آپ کو کی ہے۔ آپ کو چاہیے کہ اس ہاتھ دیں اور اس ہاتھ لیں...... اولاد کے لیے یہ کتنی نالائقی اور بدنصیبی کی بات ہے۔

---

[1] شعب الإيمان للبيهقي: 198/6.

انھی گستاخیوں میں سے ایک وحشیانہ گستاخی اپنے والدین کو یا کسی اور کے والدین کو گالی دینا اور اس کی طرف سے جواباً آپ کے والدین کو گالی دینا ہے۔ یہ کبیرہ گناہ ہے۔

نافرمانی یا گستاخی میں ہر وہ سلوک شامل ہے جس کی وجہ سے ماں باپ آپ سے ناراض ہوجائیں۔ والدین کا کہا ماننے سے انکار صرف اُس وقت لازم آتا ہے جب وہ کسی ایسی بات کا حکم دیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مبنی ہو۔ اس کے علاوہ ہر اعتبار سے والدین کو راضی رکھنا اور ان کے حکم کی تعمیل کرنا اولاد کا اولین فرض ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ والدین کی اطاعت اور فرماں برداری یہ ہے کہ جب تک اللہ کی نافرمانی نہ ہو ان کا حکم مانو، یعنی ان سے تعلق نہ توڑو۔ انھیں اپنی خیر و بھلائی سے محروم نہ کرو۔ یہ تاکید اللہ نے قرآن کریم میں بھی فرمائی ہے:

﴿وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰٓ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ﴾

''اگر وہ دونوں تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شرک کر جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان کی اطاعت نہ کر اور دنیا میں معروف طریقے سے ان دونوں سے اچھا سلوک کر اور اس شخص کے طریقے کی اتباع کر جو میری طرف رجوع کرتا ہے۔''[1]

آہ! کیا والدین کی نافرمانی کرنے والی خاتون کے لیے ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کان لگا کر سنے اور اللہ کے عذاب سے ڈر کر اس پر

[1] لقمان 15:31.

عمل کرنے لگے:

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ○ ﴾

''اور تمھارے رب نے فیصلہ کر دیا کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین سے نہایت اچھا سلوک کرو، اگر ان دونوں میں سے ایک یا دونوں تمھارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ''اف'' تک نہ کہو، نہ انھیں جھڑکو اور ان سے نرم لہجے میں (ادب و احترام سے) بات کرو اور ان کے سامنے رحم دلی سے عاجزی کے ساتھ اپنا بازو (پہلو) جھکائے رکھو اور کہو: میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسے انھوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔''[1]

بسا اوقات اولاد اپنے والدین کی باتوں پر ناک بھوں چڑھاتی ہے۔ اف کہتی ہے۔ کبھی اس سے بھی زیادہ نازیبا الفاظ استعمال کرتی ہے۔ اولاد کو سوچنا چاہیے کہ اللہ نے تو ''اف'' کہنے سے بھی منع فرمایا ہے جس کا مقصود یہ ہے کہ والدین کے حضور ادنیٰ سے ادنیٰ نافرمانی بھی روا نہ رکھی جائے۔ اف کہنا نہایت کم تر نافرمانی اور بے ادبی ہے۔ جب یہ بھی ممنوع ہے تو دیگر نافرمانیاں تو یکسر ممنوع ہیں۔ اگر اف سے بھی کم درجے کا کوئی گستاخانہ لفظ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس سے بھی منع فرما دیتا۔ پھر اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان سے نرمی اور شائستگی سے گفتگو کرو، مثلاً: جب وہ پکاریں تو یوں کہو: میں حاضر ہوں، لبیک، جی ہاں وغیرہ۔ جب وہ بات کریں تو درمیان میں کوئی دخل یا خلل نہ

1. بنی إسرآء یل 17:23،24.

ڈالو۔ان کی آواز سے اپنی آواز اُونچی مت کرو۔

اس کی تفسیر میں حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

''جو چیز وہ چاہتے ہیں اسے مت روکو بلکہ اس کی تعمیل کرو۔''[1]

اللہ نے صرف والدین کے ادائے حقوق کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ اس نے اسے اپنی ذات عالی کے تذکرے کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے،جیسا کہ مذکورہ آیات سے عیاں ہے۔اس کے علاوہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴾

''یہ کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔تمھیں میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''[2]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے شکر کے ساتھ ہی والدین کا شکر ادا کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ تین آیات تین احکام کے ساتھ مشترک بیان ہوئی ہیں اور تینوں آیات میں موجود ہر حکم اس وقت تک پورا نہیں ہوسکتا جب تک اس کے ساتھ دیے گئے دوسرے حکم کی تعمیل نہ کی جائے۔انھوں نے تفصیل کے ساتھ وہ آیات بیان کی ہیں۔انھی میں سے ایک مذکورہ آیت ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کی بنا پر جو شخص اللہ کا شکر تو کرے مگر وہ والدین کا شکر گزار نہ بنے تو اللہ تعالیٰ کے لیے اس کی شکر گزاری ہرگز قبول نہیں ہوگی۔

ان آیات کے علاوہ بھی متعدد آیات اور احادیث ایسی ہیں جن میں والدین کی اطاعت اور ان کے حقوق کے تحفظ کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ

[1] تفسیر ابن أبي حاتم، سورة بني إسرآئيل 17:23,24. [2] لقمٰن 31:14.

آیات واحادیث نہ بھی ہوتیں، تب بھی عقل وشعور کا یہی فیصلہ ہوتا کہ والدین کی نافرمانی اور گستاخی انتہائی بدبختی اور کم ظرفی کی بات ہے۔ فطرت سلیمہ اور انسانیت کا یہی تقاضا ہے کہ جن نفوس مکرمہ نے تجھے جنم دیا، تجھے پال پوس کر بڑا کیا اور تیری تربیت کی ہے تو ان کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آنہ انھیں اذیت پہنچا۔ مقام افسوس ہے۔ معلوم نہیں تیری عقل، فطرت اور ذوق سلیم کو کیا ہو گیا ہے کہ نہ تو والدین کے حقوق کی پاسداری کرتی ہے اور نہ آیات واحادیث کی تجلیاں تیرے زنگ آلود دل پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

آہ! میری بہن! تو اپنی ماں کی قدر ومنزلت بھول گئی ہے۔ اس نے تجھ پر جو عظیم احسانات کیے ہیں تو انھیں فراموش کر چکی ہے۔ اے غفلت زدہ بہن! تو کیا جانے کہ ماں کا درجہ کس قدر عظیم الشان ہے؟

تیری پرورش اور تربیت میں اس نے اپنا بھرپور حق ادا کیا ہے۔ اس نے حمل کا بوجھ اُٹھایا، اس نے تھکاوٹ، مشقت، دردِ زہ اور رضاعت کی ناقابل برداشت اذیتیں برداشت کیں۔ یہ تمام تکالیف اس تکلیف سے کہیں زیادہ ہیں جو تو بھوک یا تکلیف دہ بیماری میں محسوس کرتی ہے۔ تجھے اپنی اس معمولی سی تکلیف کا تو احساس ہے لیکن اپنی ماں کی ان دردناک تکالیف کا کوئی احساس نہیں جو اس نے تجھے وجود بخشنے کے لیے برداشت کی ہیں۔ تجھ پر افسوس! تو پھر بھی اپنی ماں سے مزید جزا اور شکر وسپاس کا مطالبہ کرتی ہے جبکہ یہ مطالبہ تجھے ہرگز زیبا نہیں۔

اس نے اپنی عمر کا طویل عرصہ تیری خدمت گزاری اور تیمارداری میں بسر کیا ہے۔ جب تو چھوٹی سی تھی، بیت الخلا جانے کے قابل بھی نہ تھی، بستر ہی پر لیٹے لیٹے

پیشاب پاخانے کی گندگیوں سے آلودہ ہو جاتی تھی، تیری ماں نے تجھ سے کبھی گھِن محسوس نہیں کی۔ اس نے ہمیشہ تجھے بڑی محبت سے نہلا کر پاک صاف کیا اور بڑے صاف ستھرے کپڑے پہنائے۔

اس کا سب سے بڑا مسرت بخش دن وہ تھا جب اس نے تجھے نوجوان دوشیزہ کی حیثیت میں دیکھا۔

میری بہن! اب تو جوان ہوگئی ہے، تو ماں کی نیکیوں کا بدلہ نافرمانی اور ناسپاسی کی شکل میں دے رہی ہے۔

اس نے تجھ پر جو احسانات اور نوازشات کی ہیں، ان کا بدلہ احسان کے علاوہ کچھ نہیں ہوسکتا۔

تو بزعم خود جنت تلاش کرتی ہے، حالانکہ وہ تیری ماں کے قدموں تلے ہے۔

تو شب و روز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے نماز پڑھتی رہتی ہے۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب عمل کون سا ہے؟ وہ والدین کے ساتھ حسن سلوک ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلصَّلَاةُ عَلٰی وَقْتِهَا» قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ» قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «اَلْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ»

''بروقت نماز ادا کرنا۔'' میں نے پوچھا: پھر کون سا عمل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔'' میں نے پوچھا: پھر کون سا عمل ہے؟

آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔''[1]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تیری ماں نے نو ماہ تک تجھے اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھا۔ یہ نو ماہ نو سال کی مانند تھے۔ ایسی شدید مصیبت اور تکلیف جھیل کر تجھے جنم دیا جو چربی پگھلا دیتی ہے، جان گھلا دیتی ہے اور پِتا پانی کر دیتی ہے۔ تجھے اپنی چھاتی سے دودھ پلایا۔ اس نے تیری وجہ سے اپنی تمام ضروریات پسِ پُشت ڈال دیں۔ اپنے ہاتھوں سے تیرا پیشاب پاخانہ صاف کیا۔ اس نے خود کچھ کھانے پینے کی کوشش نہیں کی مگر تجھے بہترین غذا کھلائی۔ اپنی آغوش کو تیرے لیے پنگھوڑا بنا دیا۔ تجھ پر احسانات، عنایات اور انعامات کی برسات کر دی۔

تجھے کوئی بیماری، تکلیف اور شکایت لاحق ہوتی تھی تو تیری ماں ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتی تھی۔ اُس کے حزن و ملال کا دورانیہ نہایت طویل ہو جاتا تھا۔ اور دیر تک وہ سسکیاں بھرتی رہتی تھی۔ جو کچھ اس سے بن پڑتا تھا وہ تیرے لیے کر گزرتی تھی۔ وہ تجھے ڈاکٹر اور طبیب کی خدمت میں لے جاتی تھی۔ اگر اسے تیری زندگی اور اس کی موت کے درمیان اختیار دیا جاتا تو بہ بانگ دہل تیری زندگی کو ترجیح دیتی۔

یہ تھا اس کا تیرے ساتھ طرزِ عمل ...... پھر جب تو نے بارہا اس سے بدخلقی کا سلوک کیا تو اس نے مخفی اور علانیہ تیری اصلاح اور بھلائی کی دعا کی۔ جب وہ اپنے بڑھاپے میں تیری محتاج ہو گئی تو تو نے اسے اپنے نزدیک سب سے گھٹیا اور کم تر چیز قرار دے دیا۔

[1] صحيح البخاري، الأدب، باب البر والصلة، حديث: 5970، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون الإيمان......، حديث: 85.

تو سیر ہو کر کھاتی رہی اور وہ بھوکی رہی۔ تو جی بھر کر ٹھنڈا پانی پیتی رہی جبکہ وہ پیاسی رہی۔ تو نے اس کے احسانات کا بدلہ اُسے فراموش کر کے چکایا۔

تیرے نزدیک اس کی خدمت گزاری نہایت مشکل اور پر مشقت ہے، حالانکہ یہ انتہائی آسان بات ہے۔ تو نے اس کی عمر کو طویل سمجھ لیا ہے، حالانکہ اس کی عمر بہت کم رہ گئی ہے۔ تو نے اسے چھوڑ دیا ہے جبکہ اس وقت تیری ماں کو تیری اشد ضرورت ہے۔

یہ ہے تیرا طرزِ عمل! حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو تجھے ''اف'' کہنے سے بھی منع کیا ہے اور والدہ کے حق میں تجھے بڑے لطیف انداز سے ڈانٹا ہے لیکن تو اللہ تعالیٰ کے فرمان کو نظر انداز کر کے دنیا جہاں کی نافرمانیاں روا رکھتی ہے اور اپنی ماں کی راحت رسانی کا تجھے بھول کر بھی خیال نہیں آتا۔

عنقریب تجھے دنیا میں تیرے بیٹوں اور بیٹیوں کی طرف سے نافرمانی کی سزا ملے گی اور آخرت میں اللہ رب العالمین تجھ سے سخت ناراض ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تجھے ڈانٹ کر پوچھے گا:

﴿ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ ﴾

''یہ اس کا بدلہ ہے جو تیرے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا اور بے شک اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔''[1] [2]

اے والدین کی نافرمان اولاد! کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ تو اس گناہ کی وجہ سے جنت سے محروم کر دی جائے گی؟

جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

1 الحج 22:10۔ 2 الکبائر للذھبي، ص: 74,75.

نے فرمایا:

”والدین کا نافرمان جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“ [1]

اگر کوئی شخص اس نافرمانی کو اپنے لیے حلال اور جائز سمجھتا ہے تو اس حالت میں وہ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا، نہ ابتدا میں نہ انتہا میں۔

اہلِ علم فرماتے ہیں: اس برے وصف کے ساتھ انسان جنت میں داخل نہیں ہو گا حتیٰ کہ وہ اس عیب سے پاک ہو جائے، چاہے دنیا میں اس سے توبہ کر کے پاک ہو جائے، یا آخرت میں گناہ کے بقدر عقوبت کے ذریعے سے اس گناہ کی آلائش سے نجات پا جائے، یا اللہ تعالیٰ اس پر اپنا فضل اور احسان کرتے ہوئے اس سے اس کے والدین کو راضی کر دے اور وہ اس سے درگزر کر لیں۔

آہ میری بہن! والدین کی نافرمانی کا عیب تیرے ان قبیح عیوب میں سے ہے جو تجھے اللہ کی عقوبت اور سزا تک پہنچا دیتے ہیں، لہٰذا تجھے اس گناہِ کبیرہ سے فوراً سچی توبہ کرنی چاہیے۔

یقیناً جو عورت اس عیب میں پڑ کر والدین کی نافرمانی کرتی ہے، اسے عنقریب اسی دنیا میں سزا ملے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ آخرت میں اس کے اس گناہ کا ذخیرہ کر لیا جائے گا۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُّعَجِّلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي

[1] سنن النسائي، الأشربة، باب الرواية في المدمنين في الخمر، حديث: 5675، و مسند أحمد: 201/2 و 203 واللفظ له.

الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِثْلُ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ»

''قطع رحمی اور سرکشی وظلم سے بڑھ کر کوئی گناہ اس بات کے لائق نہیں کہ اس کے مرتکب کے لیے آخرت میں اس گناہ کا بدلہ (عذاب) ذخیرہ کر دینے کے ساتھ ساتھ دنیا ہی میں اسے بہت جلد سزا دی جائے۔''[1]

کیا یہ حدیث تجھے اس ہولناک عیب سے دور رہنے کی دعوت نہیں دیتی؟

کیا تو اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کی سزا سے خوف نہیں کھاتی؟

والدین کی نافرمانی کا عیب عنقریب تجھے رب جلیل کی نظر سے گرادے گا، جیسا کہ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَلْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ وَالدَّيُّوثُ»

''تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت ان کی طرف (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا: والدین کا نافرمان، مردوں کی مشابہت کرنے والی عورت اور بھڑوا (جو اپنے اہل وعیال میں بے حیائی دیکھتا ہے لیکن اس میں غیرت پیدا نہیں ہوتی)۔''[2]

[لا ينظر الله عزوجل إليهم] کی تشریح ائمہ کرام نے اس طرح کی ہے:

---

[1] سنن أبي داود، الأدب، باب في النهي عن البغي، حديث: 4902، وجامع الترمذي، صفة القيامة، باب في عظم الوعيد على البغي.....، حديث: 2511. [2] سنن النسائي، الزكاة، باب المنان بما أعطى، حديث: 2563. اس حدیث کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے السلسلة الصحيحة، رقم: 674,673.

1 اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی وجہ سے خیر و رحمت کے ذریعے سے ان پر مہربانی اور شفقت نہیں کی جائے گی۔ [1]

2 اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھے گا۔ [2]

3 اللہ تعالیٰ ان کی طرف رحمت، ہمدردی اور شفقت کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔

4 احسانات کی برکھا برسانے والے بادشاہ کی طرف سے ان کی جانب فضل و انعام کی نظر نہیں کی جائے گی۔ [3]

ہائے افسوس! والدین کی نافرمان عورت کو اس دن کس قدر افسوس ہوگا اور وہ اس وقت کتنی شدید ندامت کا سامنا کرے گی جب لوگ اللہ تعالیٰ کی نظر کرم سے مستفید ہوکر جنت میں جارہے ہوں گے اور یہ نافرمان عورت اللہ تعالیٰ کی اس بے رخی کا شکار ہوکر آتشِ جہنم کا ایندھن بن جائے گی۔

اس وصفِ قبیح سے متصف خاتون کبیرہ گناہ میں مبتلا ہوچکی ہے جیسا کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا:

«أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟»۔ ثَلَاثًا۔ قُلْنَا: بَلٰی یَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: «اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ» وَكَانَ مُتَّكِئًا، فَجَلَسَ فَقَالَ: «أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ، أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ»

''کیا میں تمھیں سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟'' آپ نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں! ضرور بتایئے۔

---

1 تفسير الطبري: 3/ 229. 2 تفسير ابن كثير: 1/ 375 . 3 فيض القدير للمناوي: 3/329,330.

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا ہے۔'' یہ گفتگو فرماتے ہوئے آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر آپ (ٹیک چھوڑ کر) بیٹھ گئے اور فرمایا: ''خبردار! اور جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی، خبردار! جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی (بھی سب سے بڑے گناہوں میں سے ہے)۔''[1]

اب رہا تیرا والد، تو میری بہن! تجھے کیا معلوم کہ تیرے والد کا درجہ کیا ہے؟ تیری تربیت کی راہ گزر میں نجانے اس نے کس قدر تکلیفیں برداشت کیں، تیرے لیے رزق کمانے میں کس قدر مصیبتیں جھیلیں، نہ جانے کتنی راتیں جاگ جاگ کر اس نے صبح کر دی، صرف اس لیے کہ تجھے خوش بختی اور امن وسکون والی زندگی میسر آئے، اس نے خشک ٹکڑے کھائے اور کھردرا لباس زیب تن کیا تاکہ تجھے عمدہ غذا اور اچھا لباس میسر ہو؟ کتنی مرتبہ اس نے تیری خاطر لوگوں سے سخت کلمات سنے، کلفتیں برداشت کیں جبکہ تو میٹھی نیند سوتی اور سہانے خوابوں سے لطف اندوز ہوتی رہی یا کھیل کود میں مشغول رہی۔ تو دن کے وقت کھیل میں مشغول ہوتی تھی اور رات کو نیند میں ڈوب جاتی تھی۔ پس تو اس ترشی اور سختی کا اندازہ کس طرح کر سکتی ہے جس کا سامنا تیرے باپ نے تیری وجہ سے کیا؟

تو ان تمام باتوں کے بعد بھی اس کے احسان کا بدلہ اس کی نافرمانی سے دیتی ہے؟ اے اپنے والد کی بھلائیوں کا انکار کرنے والی اور اس کے فضل و احسان کو فراموش کرنے والی خاتون! اس گناہ سے فوراً باز آجا!

---

1 صحيح البخاري، الأدب، باب عقوق الوالدين من الكبائر، حديث: 5976، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الكبائر و أكبرها، حديث: 87.

والدین کی نافرمانی کا علاج

میری بہن! والدین کی نافرمانی سے نجات کا سب سے مؤثر طریقہ یہ ہے کہ تو شریعتِ اسلامی کی روشنی میں اپنے والدین کے مقام و منزلت کو جلد از جلد پہچان لے۔ جب تو ان کے مقام واحترام کے تقاضے سمجھ لے گی تو ان کی حکم عدولی پر اللہ تعالیٰ کی وعیدوں سے ڈرنے لگے گی۔ اس طرح تیرے لیے والدین کی اطاعت آسان ہو جائے گی۔

جب تجھے کامل یقین حاصل ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا تیرے والدین کی تجھ سے رضامندی میں مضمر ہے تو یہ چیز تجھے والدین کی نافرمانی ترک کرنے میں مدد دے گی۔

والدین کا نافرمان درحقیقت اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے کیونکہ تیرے والدین کی ناراضی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی مضمر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«رِضَا الرَّبِّ فِي رِضَا الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ»

”رب تعالیٰ کی رضامندی والد کی رضامندی میں اور رب تعالیٰ کی ناراضی

والد کی ناراضی میں مضمر ہے۔''[1]

ایک دوسری روایت میں ہے:

«رِضَا الرَّبِّ فِي رِضَا الْوَالِدَيْنِ وَسَخَطُهُ فِي سَخَطِهِمَا»

''والدین کی رضامندی ہی میں رب تعالیٰ کی رضامندی ہے اور ان کی ناراضی میں رب تعالیٰ کی ناراضی ہے۔''[2]

میری بہن! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جب تو اس حدیث نبوی پر غور وفکر کرتی ہے تو آخر کیا محسوس کرتی ہے؟

اس حدیث نبوی میں پوری وضاحت کر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے اس وقت راضی ہوگا جب تجھ سے تیرا والد یا ماں باپ دونوں راضی ہوں گے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بڑا واضح حکم دیا ہے کہ والدین کی اطاعت اور تکریم کی جائے۔

جس خاتون نے والدین کے احکام کی تعمیل کی وہ یقیناً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حکم پورا کر رہی ہے اور جس عورت نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضب ناک ہوگا۔ یہ حکم اس وقت لاگو ہوتا ہے جب والدین نیکوکار اور صلحاء کے راستے پر چلنے والے ہوں۔ ورنہ دوسری صورت میں اگر والدین برائی کا حکم دیں یا نیکی سے منع کریں تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی ایسے نافرمان والدین کی مخالفت میں ہے، اس لیے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

---

1 جامع الترمذي، البروالصلة، باب ما جاء من الفضل في رضا الوالدين، حديث: 1899. اسے شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے: الصحيحة، رقم: 515. 2 ان الفاظ کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔ دیکھیے: صحيح الترغيب: 258/2، حديث: 2503.

«إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ»

"اطاعت تو صرف جائز کاموں میں ہے۔"[1]

میری بہن! والدین کی نافرمانی سے خلاصی حاصل کرنے والے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تو اس حقیقت کا اچھی طرح ادراک و احساس کر لے کہ میں جتنی بھی والدین کی خدمت کر لوں ان میں سے کسی ایک کا بھی پورا حق ادا نہیں کر سکتی حتیٰ کہ ان میں سے ایک نے بھی میری جو ہلکی سی خدمت بھی سر انجام دی ہے، میں اس کا بھی حق ادا کرنے سے قاصر ہوں۔

سیرت نگار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنی والدہ کو اٹھا کر بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے: اے میری ماں! کیا آپ کے خیال میں میں نے آپ کا حق ادا کر دیا ہے؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شخص سے فرمایا: "اللہ کے بندے! ابھی تو تو اس کے ایک مرتبہ کراہنے کا حق بھی ادا نہیں کر سکا۔"[2]

اس موقع پر میں کہوں گا یہ بڑی عجیب و غریب بات ہے کہ ہم میں سے کوئی ایک فرد اپنی عمر کے کسی لمحے میں یہ گمان کرنا شروع کر دیتا ہے کہ اس نے اپنے والدین کے وہ حقوق ادا کر دیے ہیں جو اس پر لازم تھے بلکہ اس نے اپنے احسانات اور عظیم رویے اور کردار کے ذریعے سے ان پر بڑا فضل اور احسان کیا ہے۔

میری مسلمان بہن! حقیقت یہ ہے کہ ہم ہزار کوشش کے باوجود بھی والدین کے احسانات اور ان کے لطف و کرم کا ادنیٰ سا حق بھی نہیں ادا کر سکتے، لہٰذا ہمیں اپنی زندگی

1 صحيح البخاري، حديث: 7145. 2 الأدب المفرد، ص: 8، باب جزاء الوالدين، حديث: 11.

کے اس دور کو خاص طور پر قیمتی بنالینا چاہیے جب ہمارے والدین دونوں یا کوئی ایک بڑھاپے میں قدم رکھ دے۔ اس موقع پر ہمیں اپنی تمام تر توانائیوں، حوصلوں اور ثابت قدمی کو ان کی خدمت کے لیے وقف کر دینا چاہیے اور بڑھاپے کی وجہ سے اگر وہ ہمیں سخت سست بھی کہہ لیں تو ہمیں خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیے کیونکہ اسی برداشت اور صبر میں ہماری جنت پوشیدہ ہے۔

والدین کی نافرمانی سے بچنے کی ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ سلف صالحین کی سیرت پر غور وفکر کیا کر کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ کس حسن سلوک سے پیش آتے تھے اور کس طرح اپنی ماؤں کے حقوق ادا کرتے تھے۔ قرونِ اولیٰ کی خواتین اور سلف صالحات جانتی تھیں کہ والدین کی فرماں برداری اور ان کے حقوق کی پاسداری ہی سے جنت کا راستہ ملتا ہے، اسی لیے وہ اپنے والدین کی زندگی میں انھیں ہر ممکن طریقے سے راضی رکھنے کی کوشش کرتی تھیں اور مرنے کے بعد ان کے لیے دعائے خیر کیا کرتی تھیں۔

اب میں والدین کی خدمت کے سلسلے میں اسلاف کرام کے چند واقعات سناتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''اس امت میں اپنی ماں کے ساتھ سب سے بڑھ کر نیکی اور حسن سلوک کرنے والے دو افراد ہیں۔'' پوچھا گیا کہ وہ کون ہیں؟ انھوں نے فرمایا: ''حضرت عثمان بن عفان اور حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہما'' جہاں تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو وہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے میں اپنی ماں کی بہبود کے بارے میں توقف کرنے کی قدرت اور جسارت نہیں رکھتا۔ رہے حارثہ تو ان کی حالت یہ تھی کہ اپنی ماں کے سر سے جوئیں نکالتے تھے اور انھیں اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے تھے۔

انھوں نے اپنی ماں کی بات سمجھنے کے لیے ان سے کبھی بات دوہرانے کی درخواست نہیں کی، نہ انھیں یہ پوچھنے کی ضرورت پیش آئی کہ میری ماں نے کیا کہا ہے؟''[1]

مدینہ منورہ میں کھجور کے ایک ایک درخت کی قیمت ہزاروں درہموں کی ہوتی تھی۔ اسی دور میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کھجور کے ایک درخت کا قصد کیا اور اس کا گودا حاصل کرنے کے لیے اسے کاٹ ڈالا۔ اس بارے میں جب ان سے وضاحت چاہی گئی تو انھوں نے فرمایا: ''میری ماں نے مجھ سے اس کی خواہش ظاہر کی تھی۔ میری ماں دنیا کی کوئی چیز بھی طلب کریں، میں اسے مہیا کرنے کی قدرت رکھتا ہوں تو ان کی خواہش ضرور پوری کرتا ہوں۔''[2]

حُجر بن عدی کندی رحمہ اللہ اپنے ہاتھ سے اپنی ماں کا بستر ٹٹولتے تھے۔ اگر انھیں اپنے ہاتھوں پر غلاظت لگنے کا شک بھی پڑ جاتا تو اپنی ماں کو اپنی کمر پر اُٹھا لیتے تھے۔ جب انھیں بستر پر کسی چیز کے نہ ہونے کا یقین ہو جاتا تبھی والدہ کو دوبارہ بستر پر لٹاتے تھے۔[3]

حضرت ظبیان بن علی ثوری رحمہ اللہ اپنے والدین کے ساتھ ہمیشہ نیکی اور حسن سلوک سے پیش آنے والے لوگوں میں سے تھے۔ ان کے بارے میں مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: ایک رات ان کی والدہ اس حالت میں سو گئیں کہ ان کے دل میں ان کے خلاف کوئی ناراضی تھی، چنانچہ وہ کھڑے رہے۔ انھیں گوارا نہ ہوا کہ والدہ کو جگائیں۔ وہ اس بات کو بھی برا سمجھتے تھے کہ بیٹھ جائیں حتیٰ کہ جب وہ کھڑے کھڑے

1 مكارم الأخلاق از ابن أبي دنيا، رقم: 223، والحدائق لابن جوزي: 356,355/2.

2 صحيح البخاري، حديث: 7145. 3 مكارم الأخلاق، رقم: 226، والحدائق: 356/2.

لڑکھڑا گئے تو ان کے غلاموں میں سے دو غلام آئے۔ جب تک ان کی والدہ بیدار نہ ہوئیں، وہ بدستور اپنے غلاموں کے سہارے کھڑے رہے۔

جب وہ اپنی والدہ کے لیے کوئی ترکاری خریدتے تھے تو اس کے ایک ایک بنڈل اور گچھے کو صاف کرنے کے بعد اپنی والدہ کے سامنے پیش کرتے تھے۔ وہ اپنی والدہ کے ساتھ مکہ مکرمہ جا رہے تھے۔ گرمیوں کے دن تھے۔ ایک دن انھوں نے ایک کنواں کھودا، پھر ایک کھال لے کر آئے۔ اس میں پانی ڈالا، پھر اپنی والدہ سے عرض کیا: اس پانی میں بیٹھ کر ٹھنڈک حاصل کیجیے۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صبح کے وقت اپنے گھر سے نکلتے تو لباس زیب تن کرتے اور دروازے پر کھڑے ہو کر کہتے: ''اے ماں! [اَلسَّلَام عَلَیْكِ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ] وہ بھی اسی طرح جواب دیتیں تو وہ فرماتے: ''اللہ تعالیٰ آپ کو میری طرف سے اسی طرح جزائے خیر عطا فرمائے جس طرح آپ نے میرے بچپن میں میری تربیت فرمائی۔'' وہ جواب میں فرماتیں: ''اے میرے بیٹے! تجھے اللہ تعالیٰ اسی طرح جزائے خیر عطا فرمائے جس طرح تو نے میرے بڑھاپے میں میرے ساتھ حسن سلوک کیا اور میرا خیال رکھا۔''[2]

حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ اپنا رخسار زمین پر رکھ دیتے، پھر اپنی ماں سے کہتے: ''اپنا قدم میرے رخسار پر رکھیے۔''[3]

اشجعی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ ام مسعر نے ایک رات ان سے پانی مانگا۔ وہ اٹھے

1 مکارم الأخلاق، رقم: 327، والحدائق: 2/356. 2 مکارم الأخلاق، رقم: 228. 3 مکارم الأخلاق، رقم: 230.

پانی لائے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس دوران وہ دوبارہ سو گئیں۔ اُنھوں نے والدہ محترمہ کو نیند سے بیدار کرنا گوارا نہ کیا، نہ وہ خود واپس گئے، مبادا والدہ محترمہ بیدار ہو جائیں، پانی طلب فرمائیں اور وہ اُس وقت موجود نہ ہوں۔ وہ بدستور پانی کا برتن تھامے کھڑے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ [1]

میری مسلمان بہن! ان شاندار مثالوں پر غور کر اور اپنے دل سے پوچھ کہ تو ان سلف صالحین کے مقابلے میں کہاں کھڑی ہے؟

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ جب اپنی ماں کے پاس ہوتے تو اپنی آواز پست کر لیتے تھے اور آہستہ آہستہ کلام کرتے تھے۔ [2]

برحق یہ ہے کہ ہم اپنے سلف صالحین کے اخلاق کے مقابلے میں بہت پیچھے ہیں۔

اے میری مسلمان بہن! والدین کی نافرمانی سے خلاصی حاصل کر لے۔ والدین کے ساتھ نیکی کرنا شروع کر دے، یقیناً گناہ بھلایا نہیں جاتا۔ جس طرح کا سلوک تُو اپنے والدین کے ساتھ روا رکھے گی ویسا ہی طرزِ عمل عنقریب اپنے بیٹوں اور بیٹیوں سے پائے گی۔

میری بہن! یہ اصولِ فطرت ہے، آدمی جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ والدین اولاد کے لیے مشعلِ راہ اور نمونہ ہوتے ہیں۔ اگر تو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش نہیں آتی تو درحقیقت یہ تیری طرف سے اپنی اولاد کے لیے ایک سبق ہے اور رہنمائی ہے۔ تجھے غور کرنا چاہیے کہ تو اپنی اولاد کی کیا رہنمائی کر رہی ہے؟ مستقبل میں

---

1 مکارم الأخلاق، رقم: 231. 2 مکارم الأخلاق، رقم: 229، و سیر أعلام النبلاء: 620/3، والحدائق: 356/2.

تیری اولاد تیری دی ہوئی اسی رہنمائی کی روشنی میں چلتے ہوئے تیری نافرمان اور گستاخ ہوگی۔ پس اگر تو چاہتی ہے کہ تیری اولاد تیرا احترام اور فرماں برداری کرے تو آج ہی سے اپنے والدین کی سچے دل سے عزت اور اطاعت شروع کر دے۔

میری بہن! والدین کی اطاعت اور ان کے احترام کے مذکورہ فائدوں کے علاوہ اور بھی بہت سے فوائد ہیں جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔ ان شاء اللہ ان فوائد کے حصول کی رغبت بھی تجھے والدین کی فرماں برداری میں مدد دے گی۔

میری بہن! ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے جان و مال میں برکت عطا فرمائے اور اسے لمبی عمر اور وسیع رزق سے نوازے۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ اس خواہش کی تکمیل کا ایک ذریعہ اور سبب والدین سے حسن سلوک اور نیکی کرنا ہے؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص کی یہ تمنا ہے کہ اس کی عمر دراز کر دی جائے اور اس کے رزق میں اضافہ کر دیا جائے تو اسے اپنے والدین سے حسن سلوک اور نیکی سے پیش آنا چاہیے اور قرابت داروں سے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔''[1]

حضرت کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو شخص اپنے والدین کا نافرمان ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے بہت جلد ہلاکت میں مبتلا کر دیتا ہے تا کہ اسے عذاب کا مزہ جلدی چکھائے۔ اللہ تعالیٰ والدین کے فرماں بردار کی عمر بڑھا دیتا ہے تا کہ اسے نیکی اور خیر میں بڑھا دے۔[2]

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر

---

1 مسند أحمد: 266/3. 2 حلية الأولياء: 22/6، حديث: 7674.

وحی کی: ”اے موسیٰ! اپنے والدین کی عزت کرو کیونکہ میں والدین کی عزت کرنے والے کی عمر بڑھا دیتا ہوں۔اور اسے عزت کرنے والا بیٹا عطا کرتا ہوں۔ اور جو والدین کا نافرمان ہوتا ہے میں اس کی عمر کم کر دیتا ہوں اور اسے نافرمان بیٹا دیتا ہوں۔“ [1]

درازیٔ عمر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اوقاتِ زندگی میں برکت ڈال دیتا ہے اور بندہ چھوٹی عمر ہی میں اتنے بڑے بڑے کام کر لیتا ہے جو بڑی عمر والے لوگ بھی نہیں کر پاتے۔

انسان بسا اوقات ایسی مشکلات کا شکار ہو جاتا ہے کہ ان مشکلات سے نکلنے کے لیے تمام دنیاوی سہارے اور طریقے جواب دے جاتے ہیں۔ اس وقت صرف اللہ کی مدد ہی انسان کو اس مشکل سے نکال سکتی ہے۔ ایسی سخت مشکلات میں وہی خدمت انسان کے کام آتی ہے جو اس نے والدین کے لیے انجام دی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کے عوض اس کی مصیبت دور فرما دیتا ہے اور اس کی ساری مشکلیں آسان کر دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے تین آدمیوں کا تذکرہ فرمایا۔ وہ سفر میں تھے۔ رات بسر کرنے کے لیے ایک غار میں داخل ہوئے۔ ایک چٹان آ گری۔ اس نے غار کا دہانہ بند کر دیا۔ سعی بسیار کے باوجود وہ اس چٹان کو ہٹانے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی نیکیاں اللہ کے حضور پیش کر کے اس کی مدد طلب کریں۔ تینوں آدمیوں نے اپنی اپنی نیکی پیش کی تو وہ چٹان نیچے لڑھک گئی اور ان کے نکلنے کا رستہ صاف ہو گیا۔ ان تینوں میں سے ایک آدمی نے یہ نیکی پیش کی تھی کہ میرے والدین بوڑھے تھے۔ میں شام کے وقت جانوروں کا دودھ دوہ کر اپنے بچوں سے پہلے والدین کو

[1] الدّر المنثور، بنی إسرآءیل 17:23,24.

پلاتا تھا۔ ایک دن میں جنگل سے تاخیر سے واپس آیا۔ میرے والدین سو چکے تھے۔ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ بیوی بچوں کو اپنے والدین سے پہلے دودھ پلا دوں۔ میرے بچے روتے رہے لیکن میں نے انھیں دودھ نہیں دیا۔ دودھ لے کر والدین کے سرہانے کھڑا رہا حتی کہ وہ صبح کو بیدار ہوئے اور انھوں نے دودھ پیا۔ الٰہی! اگر تیرے علم کے مطابق میرا یہ عمل صرف تیری رضا کے لیے تھا تو ہمیں اس تنگی اور مصیبت سے نجات دے۔ چنانچہ وہ چٹان تھوڑی سی سرک گئی اور آسمان دکھائی دینے لگا۔[1]

اسی طرح والدین کے ساتھ حسن سلوک بسا اوقات گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

ایک شخص نے غلطی سے اپنی بیوی کو قتل کر دیا۔ اس کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ اس کی توبہ کیسے قبول ہوگی؟ انھوں نے فرمایا: ''اس کے والدین زندہ ہیں تو وہ ان کی خوب خدمت کرے۔ ہوسکتا ہے کہ اس خدمت کے عوض اللہ تعالیٰ اس کا گناہ معاف فرما دے۔''

حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ والدین سے حسن سلوک کبیرہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

میری محترم بہن! اللہ تعالیٰ نے اس عالمِ اسباب میں کامیابی کا دامن عمل سے باندھا ہے۔ اگر تو چاہتی ہے کہ تیری اولاد تیری اطاعت گزار رہے اور تجھے کسی طرح کے رنج وغم کی دُھوپ نہ ستائے تو جلدی کر آج اور ابھی نیک اعمال اختیار کر لے۔ والدین کی خوبی اور خلوص سے خدمت کر۔ اللہ تعالیٰ تجھے دونوں جہانوں میں سرفراز فرمائے گا اور تیرے والدین کی دعائیں تجھے جنت کے سدا بہار باغوں میں پہنچا دیں گی۔

والسلام علیكِ ورحمة الله.

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب حديث الغار، حديث:3465.